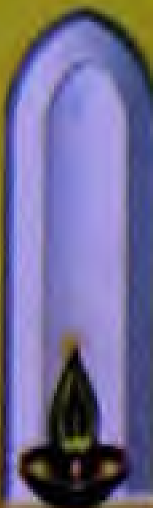
امام احمد رضا علیہ الرحمہ

اور سائنسی تحقیق

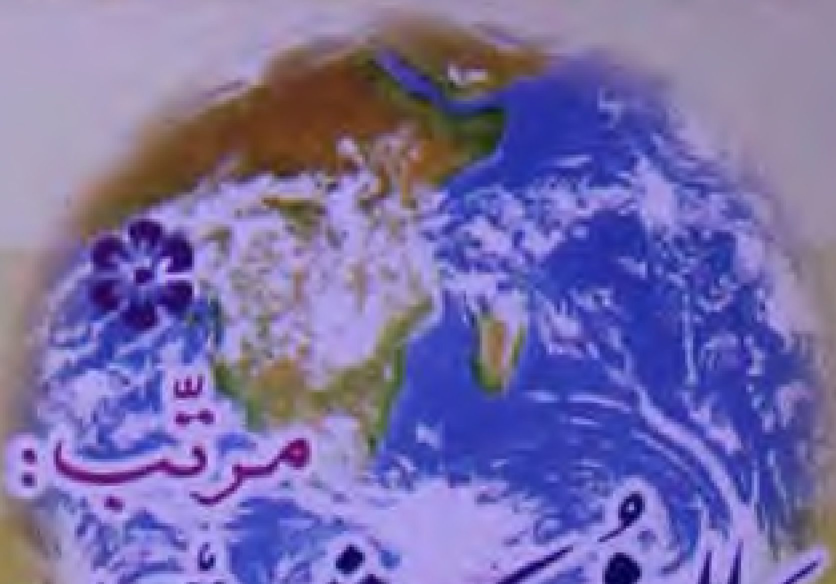














مرتب: مولانا محمد شہزاد قادری ترابی



زاویہ پبلشرز
دربار مارکیٹ ۔ لاہور

اعلحضرت علیہ الرحمہ کی سکونِ زمین، روشنی، ایٹمی پروگرام، دائرہ دُنیا، پانی اور برف کے رنگ، ریاضیات، آواز، گراموفون، معاشیات، زمینی پتھر اور سراب پر جدید سائنسی تحقیق۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور سائنسی تحقیق

مرتب:

مولانا محمد شہزاد قادری ترابی

زاویہ پبلشرز
8-C دربار مارکیٹ - لاہور
Ph.Shop:042-37248657/ 042-37300642 off:042-37112954
Email:zaviapublishers@gmail.com

2015ء

باراول.......................1100

ہدیہ...........................180

زیرِ اہتمام.........نجابت علی تارڑ

لیگل ایڈوائزرز

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

ملنے کے پتے

زاویہ پبلشرز | شوروم ظہور ہوٹل دکان نمبر 2 داتا دربار مارکیٹ، لاہور

042-37300642 042-37248657

Email: zaviapublishers@gmail.com

مکتبہ غوثیہ، ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی 021-34926110

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی 021-34219324

مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی 021-32216464

فہرست مضامین



پیش لفظ

جب بھی دین میں کوئی بگاڑ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندۂ مومن کو بھیجتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مدد سے دینِ متین کا احیاء کرتا ہے، سرکارِ اعظم ﷺ کی مُردہ سُنتوں کو زندہ کرتا ہے، دینِ متین کی جو شکل مسخ کردی گئی ہوتی ہے اُس کو صحیح حالت میں لاکر حق اور باطل کے درمیان فرق واضح کرتا ہے ایسے ہی خاصانِ خدا میں سے ایک ہستی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانصاب محدّث بریلی علیہ الرحمہ کی ذات ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ صرف ایک عالم، مفتی، حافظ، مفسّر، محدّث، فقیہ، نعت گو شاعر، مصنّف اور محقق ہی نہ تھے بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ایک سائنسدان بھی تھے جنہوں نے ایک ایسا سائنسی اور تحقیقی پروگرام مسلمانوں کو دیا جو رہتی دنیا تک قائم ودائم رہے گا آپ علیہ الرحمہ کی سینکڑوں کُتب اس سائنسی تحقیقات پر شاہد ہیں۔

آج کا نوجوان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو فقط ایک عالم کی حیثیت سے جانتا ہے۔ اگر وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے تحقیقی کارناموں کا مطالعہ کرلے تو وہ یہ بات کہنے پر مجبور ہوجائے گا کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نہ صرف ایک عالمِ دین تھے بلکہ وہ ایک محقق بھی ہیں۔

کافی عرصے سے عوام کا یہ اصرار تھا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور سائنس کے موضوع سے ایک کتاب ترتیب دی جائے جس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی سائنسی تحقیقات پیش کی جائیں جس سے عوام الناس اور خصوصاً کالج کا طالب علم

فیضیاب ہو، لہٰذا کوشش کی گئی کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی سائنسی تحقیقات کو جمع کیا جائے چنانچہ کئی تحقیقات شامل کی گئیں اس کے علاوہ ملک کے نامور محققین کے اس عنوان سے متعلق مضامین بھی جمع کئے گئے تاکہ عوام الناس اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو اس کتاب سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور دین کو سمجھنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین

الفقیر محمد شہزاد قادری ترابی



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب محدّثِ بریلی علیہ الرحمہ کا مختصر تعارف

ولادت:.......

آپ علیہ الرحمہ کی ولادت بریلی شریف کے محلہ جسولی میں 10 شوال المکرّم 1272ھ بمطابق 14 جون 1856ء بروز ہفتہ بوقتِ ظہر ہوئی۔

اسم گرامی:.......

سنِ پیدائش کے اعتبار سے آپکا تاریخی نام اَلْمُختار (1272ھ) ہے آپکا نام محمد ہے آپ کے داداجان آپ کو احمد رضا کہہ کر پکارتے تھے اور آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔

ختم قرآن مجید:.......

چار سال کی عمر میں قرآن مجید ختم فرمایا۔ (1276ھ/1860ء)

پہلی تقریر:.......

چھ سال کی عمر میں پہلی تقریر کی۔ (ربیع الاول 1278ھ/1861ء)

پہلی عربی تصنیف:.......

تیرہ سال کی عمر میں پہلی کتاب عربی میں لکھی۔ (1285ھ / 1868ء)

دستار بندی:.......

آپ کی دستار بندی تیرہ سال کی عمر میں ہوئی۔ (شعبان 1286ھ/1869ء)

پہلا فتویٰ:.......

آپ نے پہلا فتویٰ تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں رضاعت کے مسئلے پر

دیا۔(14 شعبان 1286ھ/1869ء)

آغاز درس وتدریس:......

تیرہ سال کی عمر میں درس وتدریس کا آغاز کیا۔(1286ھ/1869ء)

نکاح:......

اٹھارہ سال کی عمر میں آپکا نکاح ہوا۔(1291ھ/1874ء)

فتوی نویسی کی اجازت:......

بیس سال کی عمر میں آپ کے والد شیخ الاسلام علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ نے آپکو فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت مرحمت فرمائی۔

اجازتِ حدیث:......

بائیس سال کی عمر میں آپ کو شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی علیہ الرحمہ اور مفتی مکہ المکرمہ شیخ عبدالرحمٰن السراج علیہ الرحمہ سے اجازتِ حدیث موصول ہوئی۔

(1295ھ/1878ء)

بیعت وخلافت:......

اکیس سال کی عمر میں آپ حضرت آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت ہونے تشریف لے گئے تو آپ کے مرشد نے آپ کو بیعت کیساتھ خلافت سے بھی نوازا۔(1294ھ/ 1877ء)

پہلی اردو تصنیف:......

اکیس سال کی عمر میں آپ نے پہلی اردو کتاب تحریر کی(1294ھ/1877ء)

تحریک ترک گاؤکشی:......

پچیس سال کی عمر میں آپ نے تحریک ترک گاؤکشی کا سد باب کیا۔
(1298ھ/1881ء)

پہلی فارسی تصنیف:......

چھبیس سال کی عمر میں پہلی فارسی کتاب تحریر فرمائی۔(1299ھ/1882ء)

مجدد کا خطاب:......

پینتالیس سال کی عمر میں آپ کو دنیائے اسلام کے اکابر علماء نے متفقہ طور پر مجدد وقت کا خطاب دیا۔(1318ھ/1900ء)

کراچی آمد:......

اکاون برس کی عمر میں آپ کراچی تشریف لائے اور مولانا عبدالکریم سندھی۔ سے ملاقات کی۔(1324ھ/1906ء)

قرآن مجید کا ترجمہ:......

ستاون برس کی عمر میں کنز الایمان شریف کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ کیا۔
(1330ھ/ 1912ء)

پورٹا کو شکست:......

پینسٹھ برس کی عمر میں امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ الیف۔ پورٹا کو شکست فاش دی۔(1338ھ/ 1919ء)

فاضلانہ تحقیق:......

پینسٹھ برس کی عمر میں آئزک نیوٹن اور آئن سٹائن کے نظریات کیخلاف فاضلانہ تحقیق کر کے اسکے نظریات کو شکست دی۔(1338ھ/ 1919ء)

زمین ساکن پر تحقیق:.......

پینسٹھ سال کی عمر میں رَدِّ حرکت زمین پر ایک سو پانچ دلائل اور فاضلانہ تحقیق پیش کر کے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا۔(1338ھ/ 1920ء)

فلاسفہ قدیمہ کا رَدِّ بلیغ:.......

پینسٹھ سال کی عمر میں فلاسفہ قدیمہ کا مکمل رَدِّ فرمایا۔(1338ھ/1920ء)

دو قومی نظریہ:.......

67 سال کی عمر میں آپ نے دو قومی نظریہ پیش کیا اور دنیا پر یہ واضح کیا کہ ہندو الگ قوم ہے اور مسلمان الگ قوم ہے۔(1339ھ/1921ء)

حفظِ قرآن:.......

رمضان شریف میں روزانہ ایک پارہ یاد کرتے اس طرح ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ فرمایا۔

قوّتِ حافظہ:.......

حضرت ابو حامد سیّد محمد محدّثِ اعظم کچھوچھوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ تکمیل جواب کے لئے جزئیات فقہ کی تلاش میں جو لوگ تھک جاتے وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خدمت میں عرض کرتے اور حوالہ جات طلب کرتے تو اسی وقت آپ فرما دیتے کہ رَدّ المحتار جلد فلاں کے فلاں صفحے پر فلاں سطر میں ان الفاظ کے ساتھ جزئیہ موجود ہے اسی عالمگیری، ہندیہ، خیریہ وغیرہ کتب کے فلاں سطر پر اس مسئلے کا حل موجود ہے اس کو ہم زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خدا داد قوت حافظہ سے آپ کو چودہ سو سالہ کتابیں حفظ تھیں۔

سونے کا منفرد انداز:.......

سوتے وقت ہاتھ کے انگوٹھے کو شہادت کی انگلی پر رکھ لیتے تا کہ انگلیوں سے لفظ ''اللہ'' بن جائے۔ آپ پیر پھیلا کر کبھی نہ سوتے بلکہ داہنی کروٹ لیٹ کر دونوں ہاتھ کو ملا کر سر کے نیچے رکھ لیتے اور پاؤں مبارک سمیٹ لیتے اس طرح جسم سے لفظِ ''محمد'' بن جاتا۔

معمولات:.......

آپ کے معمولات میں تھا کہ روزانہ بعد نماز عصر مغرب تک مردانے مکان میں تشریف فرما ہوتے اور وہی وقت روزانہ آپ سے ملاقات کا تھا۔ کوئی صرف ملنے کے لئے آتا، کوئی مسئلہ دریافت کرنے کیلئے، بعض لوگ استفتاء بھی کرتے، جن کے جواب لکھوادیا کرتے اور اسی وقت میں بعض مرتبہ بیرونی استفتاء (سوالات) بھی جو آئے ہوئے ہوتے ان کے جوابات لکھواتے جاتے اور ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن نماز جمعہ سے عصر تک اور عصر سے بعد مغرب تک باہر تشریف رکھا کرتے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بزم:.......

جمعہ کے بعد حاضرین کی ایک بڑی جماعت موجود رہتی، اس وقت عموماً دینی بات لوگ دریافت کرتے اور آپ اس کے جواب دیتے یا کسی حدیث یا آیت کے متعلق بیان فرماتے، کبھی اولیائے کرام کے واقعات بیان کرتے۔ حاضرین آستانہ میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو دنیا کی باتوں میں گفتگو کرتے دیکھا، ہمیشہ کوئی نہ کوئی دینی تذکرہ ہی رہا کرتا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا وعظ:.......

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ قبلہ وعظ فرمانے سے گریز کیا کرتے تھے۔ سال میں

دو وعظ اپنی خوشی سے بغیر کسی کے کہے فرماتے تھے ایک اپنے مرشد حضرت آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ کے سالانہ عرس میں اور دوسرے بارہویں شریف کو۔ان دو تقریروں کے علاوہ اگر کبھی کوئی تقریر کی ہے تو بہت زیادہ لوگوں کے اصرار اور مجبور کرنے پر یہاں تک کہ مدرسہ منظر اسلام کے جلسے جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے زمانے میں مسجد بی بی جی میں نہایت شاندار اور کامیاب ہوا کرتے تھے ان جلسوں میں جب کبھی تقریر فرمائی ہے بہت سے لوگوں، علماء و اکابر کے اصرار پر۔

تقریر پرتاثیر:......

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تقریر نہایت پر مغز، بہت زیادہ موثر اور تقریر میں علمی نکات بکثرت ہوا کرتے تھے۔کبھی کوئی تقریر ایسی نہیں ہوئی جس میں سامعین پر عموما گریہ طاری ہوا اور ہر طرف سے آہ و بکاہ کی آوازیں نہ آئی ہوں۔اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا وعظ سننے کے لئے لوگ دور دور سے آیا کرتے تھے خصوصا رامپور، مراد آباد، شاہجہاں پور اور پیلی بھیت وغیرہ۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تصانیف:......

آپ علیہ الرحمہ نے مختلف عنوانات پر کم و بیش ایک ہزار کتابیں لکھی ہیں یوں تو آپ نے 1286ھ سے 1340ھ تک لاکھوں فتوے لکھے لیکن افسوس کہ سب کو نقل نہ کیا جا سکا، جو نقل کر لئے گئے انکا نام "العطایا النبویہ فی الفتاوی رضویہ" رکھا گیا۔فتاوی رضویہ (جدید) کی تیس جلدیں ہیں جن کے کل صفحات 21656 ،کل سوالات و جوابات 6847 اور کل رسائل 206 ہیں۔

آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل عنوانات پر ہیں، تفسیر، حدیث، عقائد و کلام، فقہ،

تجوید، تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر، تاریخ، سیر، مناقب، ادب، نحو، لغت، عروض، علمِ زیجات، علمِ جفر، علمِ تکسیر ، جبر ومقابلہ، علم مثلث، ارثماطیقی، لوگارتھم، توقیت، ریاضی، نجوم، حساب، ہیئت، ہندسہ، فلسفہ اور منطق شامل ہیں۔

تفسیر

۱)......الزلال الانقی عن بحر سفینۃ اتقی (عربی) ۲)......حاشیہ تفسیر بیضاوی شریف (عربی)
۳)......حاشیہ عنایت القاضی (عربی) ۴)......حاشیہ معالم التنزیل (عربی)
۵)......حاشیہ الاتقان فی علوم القرآن (عربی) ٦)......حاشیہ الدر المنثور (عربی)
۷)......حاشیہ تفسیر خازن (عربی)

حدیث

۱)......منیر العین (اردو) ۲)......الہاد الکاف لاحادیث الضعاف (اردو)
۳)......الروض البہیج فی آداب التخریج (عربی) ۴)......فصل القضاء فی رسم الافتاء (عربی) ۵)......مدراج طبقات الحدیث (عربی) ٦)......النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب (عربی) ۷)......حاشیہ الکشف عن تجاوز ہذہ الامۃ عن الالف (عربی) ۸)......حاشیہ بخاری شریف (عربی) ۹)......حاشیہ صحیح مسلم شریف (عربی) ۱۰)......حاشیہ ترمذی شریف (عربی) ۱۱)......حاشیہ نسائی شریف (عربی) ۱۲)......حاشیہ ابن ماجہ شریف (عربی) ۱۳)......حاشیہ، مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید (اردو) ۱۴)......دوام العیش فی الائمۃ من قریش (اردو)
۱۵)......حاشیہ شرح فقہ اکبر (عربی) ۱٦)......حاشیہ خیالی علی شرح العقائد (عربی)
۱۷)......حاشیہ عقائد عضدیہ (عربی) ۱۸)......حاشیہ شرح مواقف (عربی)

۱۹)......حاشیہ مسامرہ ومسایرہ (عربی) ۲۰)......حاشیہ تفرقہ بین الاسلام والزندقۃ (عربی)
۲۱)......حاشیہ الیواقیت والجواہر (عربی) ۲۲)......حاشیہ مفتاح السعادۃ (عربی)
۲۳)......حاشیہ تحفۃ الاخوان (عربی) ۲۴)......حاشیہ الصواعق المحرقۃ (عربی)

فقہ تجوید

۱)......جد الممتار کامل پانچ جلد (عربی) ۲)......المنح الملیحہ فیما نہی من اجزاء الذبیحہ (عربی) ۳)......سلب الثلث عن القائلین بطہارہ الکلب (اردو)
۴)......نور الادلہ البدور الاجلہ (اردو) ۵)......رفع العلہ عن نور الادلہ (اردو)
۶)......الکشف شافیا فی حکم فونو جرافیا (عربی) ۷)......صمصام حدید بر کولی عدد تقلید (اردو) ۸)......شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر (عربی) ۹)......الاسد الصوَل (اردو) ۱۰)......نفی العار من معائب المولوی عبد الغفار (اردو) ۱۱)......قوانین العلماء (اردو) ۱۲)......سد الفرار (اردو) ۱۳)......النہی الاکید (اردو)
۱۴)......الرد الاشد البہی (اردو) ۱۵)......التاج المکلل فی انارہ مدلول کان یفعل (عربی) ۱۶)......کفل الفقیہ الفاہم (عربی) ۱۷)......نور عینی فی الانتصار للامام العینی (عربی) ۱۸)......بتویب الاشباہ والنظائر (عربی) ۱۹)......سرور العید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید (اردو) ۲۰)......الفض الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی (اردو) ۲۱)......اجلی النجوم رجم برائیڈیٹر النجم (اردو) ۲۲)......السیف الصمدانی (اردو) ۲۳)......الطلبۃ البدیعہ (اردو) ۲۴)......اکمل البحث علی اہل الحدث (اردو) ۲۵)...... العنبریۃ الواضیہ (اردو) ۲۶)...... الطرۃ الرضیہ (اردو)
۲۷)......حاشیہ فواتح الرحموت (عربی) ۲۸)......حاشیہ حموی شرح الاشباہ تیسیر شرح جامع صغیر (عربی) ۲۹)......حاشیہ تقریب (عربی) ۳۰)......حاشیہ مسند امام

اعظم (عربی) ۳۱)......حاشیہ کتاب الحج (عربی) ۳۲)......حاشیہ کتاب الآثار (عربی)
۳۳)......حاشیہ مسند امام احمد بن حنبل (عربی) ۳۴)...... حاشیہ طحاوی شریف
(عربی) ۳۵)......حاشیہ سنن دارمی شریف (عربی) ۳۶)......حاشیہ خصائص کبریٰ
(عربی) ۳۷)......حاشیہ کنز العمال (عربی) ۳۸)......حاشیہ علیٰ ترغیب وترہیب
(عربی) ۳۹)......حاشیہ کتاب الاسماء والصفات (عربی) ۴۰)......علیٰ حاشیہ القول
البدیع (عربی) ۴۱)......حاشیہ نیل الاوطار (عربی) ۴۲)......حاشیہ المقاصد الحسنہ
(عربی) ۴۳)......حاشیہ اللآلی المصنوعہ (عربی) ۴۴)......حاشیہ موضوعات کبیر
(عربی) ۴۵)......حاشیہ الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ (عربی) ۴۶)...... حاشیہ تذکرہ
الحفاظ (عربی) ۴۷)...... حاشیہ عمدۃ القاری (عربی) ۴۸)......حاشیہ فتح الباری
(عربی) ۴۹)......حاشیہ ارشاد الساری (عربی) ۵۰)......حاشیہ نصب الرایہ (عربی)
۵۱)......حاشیہ جمع الوسائل فی شرح الشمائل (عربی) ۵۲)...... حاشیہ فیض القدیر
شرح جامع صغیر (عربی) ۵۳)......حاشیہ مرقات المفاتیح (عربی) ۵۴)......حاشیہ
اشعۃ اللمعات ۵۵)......حاشیہ مجمع بحار الانوار (عربی) ۵۶)......حاشیہ فتح المغیث
(عربی) ۵۷)......حاشیہ میزان الاعتدال (عربی) ۵۸)......حاشیہ العلل المتناہیہ
(عربی) ۵۹)......حاشیہ تہذیب التہذیب (عربی) ۶۰)......حاشیہ خلاصۃ تہذیب
العمال (عربی)۔

عقائد وکلام

۱)......مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین (اردو) ۲)......قوارع القہار علی المجسمۃ
الفجار (اردو) ۳)......العقائد والکلام (اردو) ۴)......الجرح الوالج فی بطن الخوارج
(اردو) ۵)...... الصمصام الحیدری (اردو) ۶)......السعی المشکور (عربی)

۷)......مبین الہدیٰ فی نفی امکان المصطفےٰ (اردو) ۸)......الفرق الوجیز بین السنی العزیز والوہابی الرجیز (اردو) ۹)......اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفےٰ والآل والاصحاب (اردو) ۱۰)......النظائر (عربی) ۱۱)......حاشیہ الاسعاف فی احکام الاوقاف ۱۲)......حاشیہ اتحاف الابصار ۱۳)......حاشیہ کشف الغمہ ۱۴)......حاشیہ شفاء السقام ۱۵)......حاشیہ کتاب الخراج ۱۶)...... حاشیہ معین الحکام ۱۷)......حاشیہ میزان الشریعۃ الکبریٰ ۱۸)......حاشیہ ہدایہ اخیرین ۱۹)......حاشیہ ہدایہ فتح القدیر عنایہ حلبی ۲۰)......حاشیہ بدائع الصنائع ۲۱)......حاشیہ جوہرہ نیرہ ۲۲)......حاشیہ جواہر اخلاطی ۲۳)......حاشیہ مراقی الفلاح ۲۴)......حاشیہ مجمع الانہر ۲۵)...... حاشیہ جامع الفصولین ۲۶)...... حاشیہ جامع الرموز ۲۷)...... حاشیہ بحر الرائق و منحۃ الخالق ۲۸)......حاشیہ تبین الحقائق ۲۹)......حاشیہ رسائل الارکان ۳۰)......حاشیہ غنیۃ المستملی ۳۱)......حاشیہ فوائد کتب عدیدہ ۳۲)......حاشیہ کتاب الانوار ۳۳)......حاشیہ رسائل شامی ۳۴)......حاشیہ فتح المعین ۳۵)......حاشیہ الاعلام بقواطع الاسلام ۳۶)......حاشیہ شفاء السقام ۳۷)......حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار ۳۸)...... حاشیہ فتاویٰ عالمگیری ۳۹)...... حاشیہ فتاویٰ خانیہ ۴۰)...... حاشیہ فتاویٰ سراجیہ ۴۱)......حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ ۴۲)......حاشیہ فتاویٰ خیریہ ۴۳)...... حاشیہ عقود الدرر ۴۴)......حاشیہ فتاویٰ حدیثیہ ۴۵)......حاشیہ فتاویٰ بزازیہ ۴۶)......حاشیہ فتاویٰ زرینیہ ۴۷)......حاشیہ فتاویٰ غیاثیہ ۴۸)......حاشیہ رسائل قاسم ۴۹)......حاشیہ اصلاح شرح الفیاح ۵۰)......حاشیہ منح الفکریہ ۵۱)...... الجام الصادعن سنن الضاد (اردو) ۵۲)......حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ (فارسی)۔

تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر

۱)...... ازہار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار (عربی) ۲)...... الیاقوتۃ الواسطہ فی قلب عقد الرابطہ (اردو) ۳)...... حاشیہ احیاء العلوم (عربی) ۴)...... حاشیہ حدیقہ ندیہ (عربی) ۵)...... حاشیہ مدخل جلد اول دوم سوم (عربی) ۶)...... حاشیہ کتاب الابریز (عربی) ۷)...... حاشیہ کتاب الزواجر (عربی) ۸)...... الفوز بالا مال فی الاوفاق والاعمال (عربی، اردو) ۹)...... حاشیہ تعطیر الانام (عربی)۔

تاریخ، سیر، مناقب

۱)...... الاحادیث الراویہ لمدح الامیر معاویہ (اردو) ۲)...... مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم (فارسی) ۳)...... حاشیہ حاشیہ ہمزیہ (عربی) ۴)...... حاشیہ شرح شفا ملا علی قاری (عربی) ۵)...... حاشیہ زرقانی شرح مواہب (عربی) ۶)...... حاشیہ بہجۃ الاسرار (عربی) ۷)...... حاشیہ الفوائد البہیہ (عربی) ۸)...... حاشیہ کشف الظنون (عربی) ۹)...... حاشیہ عصر الشادر (عربی) ۱۰)...... حاشیہ خلاصۃ الوفاء (عربی)
۱۱)...... حاشیہ مقدمہ ابن خلدون (عربی)۔

ادب، نحو، لغت، عروض

۱)...... اتحاف الحلی لبکر فکر السنبلی (اردو) ۲)...... تبلیغ الکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق اصالۃ المصدر والافعال (عربی) ۳)...... الزمزمۃ القمریہ (اردو) ۴)...... حاشیہ صراح (عربی) ۵)...... حاشیہ تاج العروس (عربی) ۶)...... حاشیہ میزان الافکار (عربی)۔

علم زیجات

۱)...... جزء مسفر المطالع للتقویم و الطالع (اردو) ۲)...... حاشیہ برجندی (عربی)
۳)...... حاشیہ زلالات البرجندی (عربی) ۴)...... حاشیہ زیج بہادر خانی (فارسی)
۵)...... حاشیہ فوائد بہادر خانی (فارسی) ۶)...... حاشیہ زیج الغخانی (عربی)
۷)...... حاشیہ جامع بہادر خانی (فارسی)۔

علم جفر و تکسیر

۱)...... اطائب الاکسیر (عربی) ۲)...... رسالہ در علم تکسیر (فارسی) ۳)...... ۱۵۶ا مربعات (اردو) ۴)...... حاشیہ الدر المکنون (عربی) ۵)...... الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ (عربی) ۶)...... الداول الرضویہ لاعمال الجفریہ (عربی) ۷)...... الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ (عربی) ۸)...... مجتلی العروس (اردو) ۹)...... الجفر الجامع (اردو)
۱۰)...... اجل الکتب فی جمیع المنازل (عربی) ۱۱)...... رسالۃ فی علم الجفر (عربی)۔

جبر و مقابلہ

۱)...... حل ساداتہائے درجہ سوم (فارسی) ۲)...... حل المعادلات لقوی المکعبات (فارسی)
۳)...... رسالۂ جبر و مقابلہ (فارسی) ۴)...... حاشیہ القواعد الجلیلہ (عربی)۔

علم مثلث، ارثماطیقی، لوگارثم

۱)...... رسالہ در علم مثلث (فارسی) ۲)...... تلخیص علم مثلث کروی (فارسی)
۳)...... وجوہ زوایا مثلث کروی (فارسی) ۴)...... حاشیہ رسالہ علم مثلث (فارسی)
۵)...... الموہبات فی المربعات (عربی) ۶)...... رسالہ در علم لوگارثم (اردو)۔

توقیت، نجوم، حساب

۱)...... استنباط الاوقات (فارسی) ۲)......رویت ہلال رمضان (فارسی) ۳)......مسئولیات السہام (فارسی) ۴)...... البرہان القویم علی العرض والتقویم (فارسی) ۵)......الجمل الدائرہ فی خطوطِ الدائرہ (فارسی) ۶)......تسہیل التعدیل (اردو) ۷)......میول الکواکب وتعدیل الایام (اردو) ۸)......استخراج تقویمات کواکب (فارسی) ۹)......طلوع وغروب نیرین (اردو) ۱۰)......حاشیہ زبدۃ المنتخب (عربی) ۱۱)...... تاج التوقیت (اردو) ۱۲)...... ترجمہ قواعد نائیکل المنک (اردو) ۱۳)......جدول اوقات (اردو) ۱۴)...... حاشیہ جامع الافکار (عربی) ۱۵)......حاشیہ حدائق النجوم (عربی) ۱۶)......حاشیہ خزانۃ العلم۔

ہیئت، ہندسہ، ریاضی

۱)......مقالہ مفردہ (اردو) ۲)......معدن علومی در سنین ہجری، عیسوی ورومی (اردو) ۳)......طلوع وغروب کواکب وقمر (اردو) ۴)...... قانون رویۃ اہلہ (اردو) ۵)...... کسور اعشاریہ (فارسی) ۶)...... المعنی المجلی للمغنی والظلی (فارسی) ۷)......زاویۃ اختلاف المنظر (فارسی) ۸)......الصراح الموجز فی تعدیل المرکز (فارسی) ۱۱)...... مبحث المعادلہ ذات الدرجۃ الثانیہ (عربی) ۱۲)......کشف العلۃ عن سمت القبلۃ (اردو) ۱۳)...... رویت الہلال (اردو) ۱۴)......الکسر العشری (عربی) ۱۵)......استخراج وصول قمر برراس (فارسی) ۱۶)......الانجب الانیق لطرق التعلیق (فارسی) ۱۷)......رسالہ العاد قمر (عربی) ۱۸)......حاشیہ تصریح (عربی) ۱۹)......حاشیہ شرح چغمینی (عربی) ۲۰)......حاشیہ علم الہیئۃ (عربی) ۲۱)......حاشیہ کتاب الصور (عربی)

۲۲)......جدول برائے جنتری شصت سالہ(فارسی) ۲۳)......حاشیہ اصول الہندسہ(عربی) ۲۴)......حاشیہ تحریر اُقلیدس (عربی) ۲۵)......حاشیہ رفع الخلاف (عربی) ۲۶)......حاشیہ شرح باکورہ (عربی) ۲۷)......حاشیہ طیب النفس (عربی)
۲۸)......حاشیہ شرح تذکرہ(عربی)۔

فلسفہ منطق

۱)......فوز مبین در رد حرکت زمین (اردو) ۲)......الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ (اردو) ۳)......معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین (اردو) ۴)......حاشیہ ملا جلال میرزاہد(عربی) ۵)......حاشیہ شمس بازغہ(عربی) ۶)......حاشیہ اصول طبعی (اردو)۔

علالت کا آغاز

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی صحت کمزور ہوتی گئی اور علالت بڑھتی گئی، تبدیلی آب و ہوا کے لئے بھوالی تشریف لے گئے اور وہیں قیام جاری رکھا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جب تک سردی نہ آجائے گی اس وقت تک بریلی نہ جاؤں گا کیونکہ سردی سے قبل جانے میں یہاں اور وہاں کی آب وہوا میں جو فرق ہوتا ہے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔

بیماری میں روز بروز اضافہ:......

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی علالت روز بروز بڑھتی گئی، بھوالی سے تشریف لائے تو کمزوری اتنی تھی کہ مسجد آدمی اور لاٹھی کے سہارے سے جو پہلے جایا کرتے تھے وہ بھی اب نہیں ہوسکتا تھا۔ کرسی میں ڈنڈے باندھ دیئے گئے اس پر بٹھا کر لوگ اٹھا کر وہاں پہنچاتے کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ہمیشہ مسجد میں ہی نماز پڑھا کرتے تھے بیماری کی وجہ سے بھی مسجد جانا نہیں چھوڑا کرتے تھے۔ پچھلا جمعہ ادا کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا

کہ اب آئندہ جمعہ ملنے کی امید نہیں۔اب مکان کے اندر ہی نماز ادا فرماتے ۔مگر باوجود کمزوری کے نماز کھڑے ہوکر ہی ادا کرتے تھے لوگ پکڑ کر کھڑا کر دیا کرتے تھے پھر چھوڑ دیتے اور فرض نماز اپنے آپ قیام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔سنتیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے شاید آخر میں دو چار نمازیں ہی ہوئی ہوں جن کو بیٹھ کر ادا کیا ہو۔

وصال:......

جمعۃ المبارک 25 صفر المظفر 1340ھ بمطابق 28 اکتوبر 1921ء بوقت دو بجکر اڑتیس منٹ پر عین جمعۃ المبارک جب مؤذن حی علی الفلاح کہہ رہا تھا آپ علیہ الرحمہ نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔" انا للہ و انا الیہ راجعون "۔



اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور سائنس

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین اور آسمان دونوں ساکن ہیں چاند اور سورج زمین کے گرد چکر لگاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

القرآن:...... ان اللّٰہ یمسک السمٰوٰت والارض ان تزولا ۵ ولئن زالتھما ان امسکھما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفورا ٥

ترجمہ:...... بیشک اللہ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا اُنھیں کون روکے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

تفسیر:.......

صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت حذیفہ بن الیمان ؓ نے اس آیت کریمہ سے زمین کی مطلق حرکت کی نفی تسلیم کی بلکہ زمین کے اپنی جگہ قائم رہ کر محور کے گرد گھومنے کو بھی زوال بتایا۔

تفسیر:.......

علامہ نظام الدین حسن نیشا پوری علیہ الرحمہ نے تفسیر غائب الفرقان میں اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقرو مرکز سے ہٹ نہ جائیں لہٰذا زمین ساکن ہے وہ حرکت نہیں کرتی۔

زمین ساکن ہے:......

ردحرکت زمین پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ؓ کی چند دلیلیں ملاحظہ کیجئے:

دلیل نمبر 1:...... ہر عاقل جانتا ہے کہ حرکت موجب سکونت وحرارت ہے۔ عاقل درکنار ہر جاہل بلکہ ہر مجنوں کی طبیعت غیر شاعرہ اس مسئلہ سے واقف ہے۔ لہذا جاڑے میں بدن بشدت کانپنے لگتا ہے کہ حرکت سے حرارت پیدا کرلے بھیگے ہوئے کپڑوں کو ہلاتے ہیں کہ خشک ہوجائے۔ یہ خود بدیہی ہونے کے علاوہ ہیئات جدید (Modren Astronomy) کو بھی تسلیم۔ بعض وقت آسمان سے کچھ سخت اجسام نہایت سوزن ومشتعل (روشن چمکتے جلتے ہوئے) گرتے ہیں جن کا حدوث (واقع ہونا) بعض کے نزدیک یوں ہے کہ قمر پتھر کے آتشی پہاڑوں سے آتے ہیں کہ شدت اشتعال کے سبب جاذبیت قمر (Attraction) کے قابو سے نکل کر جاذبیت ارض کے دائرے میں آکر گر جاتے ہیں اس پر اعتراض ہوا کہ زمین پر گرنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں سرد ہوجاتے ہیں یہ لاکھوں میل کا فاصلہ طے کرنے میں کیوں نہ ٹھنڈے ہوگئے؟ اس کا جواب یہی دیا جاتا ہے کہ اگر وہ نرے سرد ہیں چلتے یا راہ میں سرد ہوجاتے جب بھی اس تیز حرکت کے سبب آگ ہوجاتے کہ حرکت موجب حرارت اور اس کا افراط باعث اشتعال (Reason of Burning) ہے اب حرکت زمین کی شدت اور اس کے اشتعال کا اندازہ کیجئے یہ مدار جس کا قطر اٹھارہ کروڑ اٹھاون لاکھ میل ہے۔ اور اس کا دورہ ہر سال تقریبا تین سو پینسٹھ دن پانچ گھنٹے اڑتالیس منٹ میں ہوتا دیکھ رہے اگر یہ حرکت، حرکت زمین ہوتی یعنی ہر گھنٹے میں اڑسٹھ ہزار میل کہ کوئی تیز سے تیز ریل اس کے ہزارویں حصے کو نہیں پہنچتی پھر یہ سخت قاہر حرکت، نہ ایک دن، نہ ایک سال، نہ سو برس بلکہ ہزار ہا سال سے لگاتار، بے فتور، دائمہ مستمر ہے تو اس عظیم حدت وحرارت (Fury and Heat) کا اندازہ کون کرسکتا ہے جو زمین کو پہنچی۔ واجب تھا کہ اس کا پانی خشک ہوگیا ہوتا اس کو ہوا آگ ہوگئی

ہوتی، زمین دہکتا انگارہ بن جاتی جس پر کوئی جاندار سانس نہ لے سکتا۔ پاؤں رکھنا تو بڑی بات ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ زمین ٹھنڈی ہے، اس کا مزاج بھی سرد ہے، اس کا پانی اس سے زیادہ خشک ہے اس کو ہوا خوشگوار ہے تو واجب کہ یہ حرکت اس کی نہ ہو بلکہ اس آگ کے پہاڑ کی جسے آفتاب کہتے ہیں جسے اس حرکت کی بدولت آگ ہونا ہی تھا یہی واضح دلیل حرکت یومیہ جس سے طلوع اور غروب کواکب ہے زمین کی طرف نسبت کرنے سے مانع (Preventer) ہے کہ اس میں زمین ہر گھنٹے میں ہزار میل سے زیادہ گھومے گی یہ سخت دورہ کیا کم ہے؟ اگر کہئے یہی استحالہ قمر میں ہے۔ (استحالہ بمعنی شکل وصورت اور خاصیت میں تبدیلی) کہ اگرچہ اس کا مدار چھوٹا ہے مگر مدت بارہویں حصے سے کم ہے کہ ایک گھنٹے میں تقریباً سوا دو ہزار میل چلتا ہے۔ اس شدید صریح (واضح) حرکت نے اسے کیوں نہ گرم کیا۔ اقول (میں کہتا ہوں) یہ بھی بینات جدیدہ (Modern Astronomy) پر وارد ہے۔ جس میں آسمان نہ مانے گئے فضائے خالی میں جنبش ہے تو ضرور چاند کا آگ اور چاندنی کا سخت دھوپ سے گرم ہو جاتا تھا لیکن ہمارے نزدیک۔

ترجمہ: ......اور ہر ایک ایک گھیرے میں تیر رہا ہے۔

ممکن ہے فلک قمر یا اس کا وہ حصہ جتنے میں قمری شناوری کرتا ہے خالق حکیم ﷻ نے ایسا سرد بنایا ہو کہ اس حرارت حرکت (Movement of Heat) کی تعدیل کرتا اور قمر کو گرم نہ ہونے دیتا ہو (جیسا کہ جدید ترین تحقیق کے ذریعہ ناسا اور دوسری خلائی ریسرچ ایجنسیوں نے واضح کیا ہے کہ چاند پر پانی تو موجود ہے لیکن انتہائی برف کی شکل میں ہے) جس طرح آفتاب کے لئے حدیث میں ہے کہ اسے روزانہ برف سے ٹھنڈا کیا جاتا ہے ورنہ جس چیز پر گزرتا جلا دیتا۔ (رواہ الطبرانی عن ابی امامہ ﷺ عن النبی ﷺ)

درج بالا مثال سے واضح ہوا کہ سورج متحرک ہے اور زمین ساکن ہے۔ آج اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی عظمت کا جیتا جاگتا ثبوت خود سائنس نے ہمیں فراہم کردیا ہے۔ مذکورہ کتاب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ نے سکون شمس کا مدلل رد فرمایا ہے اور سائنس کو اعتراف ہے کہ سورج ساکن نہیں ہے بلکہ گردش میں ہے اور زمین ساکن ہے۔ سورج اپنے محور پر ایک چکر پچیس دن میں پورے کرتا ہے اور اپنے مدار (Orbit) میں ڈیڑھ سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے گردش کررہا ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات نے اب یہ بتایا ہے کہ سورج ایک مخصوص سمت میں بہا چلا جارہا ہے۔ آج سائنس اس مقام کا محل وقوع بھی بتاتی ہے اور جہاں تک سورج جاکر ختم ہوگا اسے (Solar apex) کا نام دیا گیا ہے۔ جس کی طرف بارہ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے بہہ رہا ہے۔

آیئے! اب اس ضمن میں قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کہ سائنسی دلائل پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی عظمت و حقانیت کو خراج عقیدت پیش کریں سورہ یاسین شریف کی اڑتیسویں آیت ہے۔ جس کا ترجمہ ہے۔

''اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا''۔

دلیل نمبر۲:...... بھاری پتھر اوپر پھینکیں سیدھا وہیں گرتا ہے اگر زمین مشرق کو متحرک ہوتی تو مغرب میں گرتا کہ جتنی دیر وہ اوپر گیا اور آیا اس میں زمین کی وہ جگہ جہاں پر پتھر پھینکا تھا حرکت زمین کے سبب کنارہ، مشرق کو ہٹا گئی، اقوال، زمین کی محوری چال 4ء 506 گز پر سیکنڈ ہے اگر پتھر کے جانے آنے میں پانچ سیکنڈ صرف ہوں تو وہ جگہ دو ہزار پانچ سو بتیس گز سرک گئی۔ پتھر تقریبا ڈیڑھ میل مغرب کو گرنا چاہیئے حالانکہ وہیں آتا ہے۔

دلیل نمبر۳:...... پانی سے بھی کہیں لطیف تر ہے تو (اگر زمین حرکت کر رہی ہوتی تو) پانی کے اجزا میں تلاطم واضطراب سخت ہوتا اور سمندر میں ہر وقت طوفان رہتا۔

دلیل نمبر۴:...... اقول، پھر ہوا کہ لطافت کا کیا کہنا۔ واجب تھا کہ آٹھ پہر غرب سے مشرق تک تحت سے خون تک ہوا کے ٹکڑیاں باہم ٹکراتیں، ایک دوسرے سے تپانچیں کھاتیں اور ہر وقت سخت آندھی لاتیں۔ لیکن ایسا نہیں تو بلاشبہ زمین کی حرکت محوری باطل اور اس کا ثبوت وسکون ثابت ومحکم۔ وللّٰہ الحمد وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحبہ وسلم۔

مختصر یہ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے حرکت زمین کے رد میں ایک سو پانچ دلیلیں دی ہیں جن میں پندرہ اگلی کتابوں کی ہیں اور جن کی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اصلاح وتصحیح کی ہے اور پوری نوے دلیلیں نہایت روشن کامل بفضلہٖ تعالیٰ آپ کی خاص ایجاد ہیں۔ سائنس دانوں نے صرف اتنا ہی نہیں کہ زمین کو محور گردش ثابت کرنا چاہا ہے بلکہ انہوں نے تو صاف طور سے آسمان کے وجود کا بھی انکار کیا ہے بظاہر اس سادہ بیان انکار میں عوام کو تو کوئی خرابی نظر نہیں آتی ہوگی لیکن اگر ذرا سا غور وفکر کیا جائے تو عوام کو تو کوئی خرابی نظر نہیں آئی ہوگی لیکن اگر ذرا سا غور وفکر کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ سائنس دانوں کا یہ نظریہ مذہب اسلام کی بنیاد پر ایک کاری ضرب ہے کیونکہ جب آسمان کوئی چیز ہی نہیں تو توریت، زبور، انجیل، قرآن اور دیگر صحائف انبیاء کا آسمان سے نازل ہونا بھی ثابت نہیں ہوگا اور قرآن مجید آسمانی کتاب نہیں مانا جائے گا، مذہب اسلام آسمانی مذہب نہیں مانا جائے گا (معاذ اللہ تعالیٰ) ان حالات میں ضرورت تھی کہ سائنس کے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کر دی جائے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ جیسے عاشق صادق اور مجدد دین وملت نے اس فرض کو پورا کیا اور

فلاسفہ یورپ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔نہ صرف یہ کہ سائنسی دلائل سے ان باطل نظریات کی دھجیاں بکھیر دیں بلکہ مسلمانوں کے اطمینان کیلئے قرآنی آیات واحادیث مبارکہ سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے اور زمین وآسمان دونوں ساکن ہیں اور سورج اور چاند گردش کرتے ہیں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ترجمہ:......''سورج اور چاند حساب سے ہیں'' اور فرماتا ہے:

ترجمہ:......اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ رات لاتا ہے دن کے حصے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے ہر ایک ایک مقررہ معیاد تک چلتا ہے اور حق ثابت ہو گیا اور باطل مٹ گیا۔

نظریہ روشنی اور سائنس

روشنی (Light) کیا ہے؟ روشنی کی ماہیت (Nature of Light) اور نظریات وقوانین (Theories & laws of Light) کو سمجھنے کے لیے مختلف ادوار میں مختلف عالمی سائنسدانوں اور مفکرین کے تخلیقی و تحقیقی خدمات کے حوالے سے ان کے نام کیے جاتے ہیں: (Famous firsts in light theory)۔

(۱) ابو الحسن ابن الہیثم (965-1039)۔ (۲) ہائیگنز (1629-1695)۔ (۳) نیوٹن (1642-1727)۔ (۴) تھامس ینگ (1801)۔ (۵) میسکویل (جرمن) (1865)۔ (۶) مورلے (امریکہ) (1931)۔ (۷) مائکلس (امریکہ) (1852)۔ (۸) میکس پلانک (1857-1947)۔ (۹) سنیل SNILL (1591-1621)۔ (۱۰) البرٹ آئن سٹائن (1879-1955)۔

(۱۱) لوئس ڈی بروگلی (فرانس) (1872-1987)۔(۱۲) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ (ایشیاء) (1856-1921)۔

نظریہ روشنی سے متعلق یہاں پر میں علمی و تحقیقی دنیا کے شہسوار مفکر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (1856-1921) کی تخلیقی کاوشوں کا ذکر کرنا چاہوں گا تا کہ اقبال کا شاہین علمی دنیا میں اسلاف کے نقش قدم پر چل کر رواں دواں رہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنے تخلیقی ذہن سے نظریہ روشنی کے جن موضوعات پر بحث کی ہے حسب ذیل ہیں۔

۱)......روشنی کا انعکاس (Reflection of Light)

۲)......روشنی کا انعطاف (Refraction of Light)

۳)......کلی داخلی انعکاس (Total Internal Reflection)

۴)......روشنی کے نظریات (Theories of Light)

۵)......روشنی کے قوانین (Laws of Light)

۶)......جیومیٹرک آپٹکس (Geomertic Refraction)

۷)......Atmospheric Refraction

۸)......Rays of Light & Formation,Image Reversal

۹)......انعکاس و انعطاف کی بنا پر الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا (on of Ultra Sound Formulatio Machine on the basis of reflection and refraction of Light Piezolectric (Phenomennon-Transmission & Reflection

بحوالہ: (فتاوی رضویہ جلد سوم جلد ۲۶-۲۷-الدقۃ والتبیان الصمصام، الکلمۃ، الملہمۃ)

اب میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تصانیف میں سے نظریہ روشنی سے متعلق چند اصل عبارتیں کوڈ کرتا ہوں تا کہ ماہرین مزید تحقیق کے لئے قلم اٹھا سکیں۔ چنانچہ فتاوی رضویہ جلد سوم۔ (جدید ایڈیشن) صفحہ 240 پر رقمطراز ہیں۔

"شفیف اجرام کا قائدہ ہے کہ شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوتی ہیں اور آئینہ میں اپنی اور اپنے پس پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعۂ بصریہ کو واپس پلٹایا واپسی میں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹنے میں انھیں دیکھا ہے لہذا آئینہ میں داھنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہے اور بائیں داھنی ولہذا اشے آئینے سے جتنی دور ہو اسی قدر دور دکھائی دیتی ہے اگر چہ سو گز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دل جو بھر ہے سبب وہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اتنا ہی فاصلہ طے کر کے اس تک پہنچتی ہے۔ اب برف کے یہ باریک باریک متصل اجزا کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعوں کو انہوں نے واپس پلٹتی شعاعوں کی کرنیں ان پر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے۔"

امام احمد رضا علیہ الرحمہ سراب (mirage) کو جدید سائنسی انداز میں (Total (internal reflection کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں۔

"زمین شور میں دھوپ کی شدت میں دور سے سراب (Mirage) نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اس زمین میں اجزائے صقیلہ شفافہ دور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوئیں اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہے جیسے آئینہ پر آفتاب چمکے۔ دیوار پر اس کا عکس جھل جھل کرتا آتا ہے اور شعاعوں کے زاویے یہاں چھوٹے تھے جبکہ ان کی ساقیں

طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے اور وتر اسی قدر ہے جو ناظر کے قدم سے آنکھ تک ہے اور چھوٹے وتر پر ساقیں جتنی زیادہ دور جا کر ملیں گی زاویہ خورد تر بنے گا"۔

آگے چل کر (Law of Refliction of Light) کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"اور زاویائے انعکاس ہمیشہ زاویائے شعاع کے برابر ہوتے ہیں۔ اشعہ بصریہ اتنے ہی زاویوں پر پلٹتی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صقیلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹیں لہذا وہاں چمکدار پانی جنبش کرتا متخیل ہوا"۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

عالم اسلام کے مفتی اعظم، مجدد زماں، مفکر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاوی رضویہ جلد 26 صفحہ نمبر 76-475 پر پادری کا جواب دیتے ہوئے رسالہ "الصمصام" میں جب رب تعالیٰ کی (Supremacy) اور اسلام کی بالا دستی کو برقرار رکھتے ہوئے الٹرا ساؤنڈ مشین کا فارمولا انعکاس نور، انعطاف نور (Reflection & Refaction of Light) اور فزیکل آپٹکس (Physical Optiks) کے تحت بیان فرمایا ہے جو آجکل جدید سائنس کی رو سے (Piezoelectric Phenomenon-Tran-smission & Reflection) کہلاتا ہے چنانچہ رقم طراز ہیں"۔

"اور عجائب صنع الٰہی جلت حکمت سے یہ بھی محتمل کہ کچھ ایسی تدابیر القا فرمائی ہوں جن سے جنین (Fetus) مشاہدہ ہی ہو جاتا ہو مثلاً بذریعہ قواسر پانچوں حجابوں میں بقدر حاجت کچھ توسیع و تفریج دے کر روشنی پہنچا کر کچھ شیشے ایسی اوضاع پر لگائیں کہ باہم تادیہ عکوس کرتے ہوئے زجاج عقرب پر عکس لے آئیں یا زجاجات متخالفہ ایسی وضعیں پائیں کہ اشعۂ بصریہ کو حسب قاعدہ مفروضہ علم مناظر انعطاف دیتے ہوئے جنین (Fetus) تک لے جائیں"۔

1) سراب (MIRAGE):......

پانی کے دھوکے کو سراب کہتے ہیں۔ ریگستانی علاقوں میں مسافر جب سفر کرتا ہے تو سورج کی روشنی میں اسے دور سے دیکھنے پر زمین پر پانی نظر آتا ہے اور وہ جب پانی کی تلاش میں وہاں پہنچتا ہے تو ریت کے ذرات اور خالی زمین کے سوا اسے وہاں کچھ نہیں ملتا۔ اسی کو سراب کہتے ہیں۔

یہ بھی عام مشاہدہ ہے کہ انسان جب کسی سواری سے یا پیدل ہی کولتار یا سیمنٹ کی چکنی سڑک پر چلتا ہے تو سورج کی تیز روشنی میں اسے کافی فاصلے پر ایسا لگتا ہے جیسے وہاں سڑک پر پانی پڑا ہوا ہے۔

سراب کی بابت امام احمد رضا علیہ الرحمہ بڑی صراحت کے ساتھ فرماتے ہیں:

"اب برف کے یہ باریک باریک متصل اجزاء کہ شفاف ہیں نظر کی شعاعوں نے انھیں واپس کر دیا۔ پلٹتی شعاعوں کی کرنیں ان پر چمکیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا کی جیسے پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے۔ اس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے۔ زمین شور میں دھوپ کی شدت میں دور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے۔ خوب چمکتا ہے۔ جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اس زمین میں اجزائے صیقلہ شفافہ دور تک پھیلے ہوتے ہیں۔ نگاہوں کی شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوئیں اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہے جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اس کا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے اور شعاعوں کے زاویے یہاں چھوٹے تھے ان کی ساقیں طویل ہیں کہ سراب دور ہی سے متخیل ہوتا ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اوّل صفحہ 549)

تبصرہ:......

عبارت کے شروع میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے برف کے اجزاء کی جو مثال

دی ہے وہ دوسرا مسئلہ سمجھانے کیلئے ہے لیکن اسی میں آپ نے شفاف اور اجزائے صیقلہ یعنی خوب چمکدار اجزا کے تعلق سے سراب کا نظریہ بھی پیش فرمایا ہے۔

زمین شور یعنی نمکین زمین (SALINE SOIL) اور ریتیلی و پتھریلی زمین کو بھی کہتے ہیں اور سراب اکثر ایسی ہی زمینوں پر نظر آتا ہے۔امام احمد رضا علیہ الرحمہ سراب بننے کی وجہ بتاتے ہیں کہ چونکہ اس زمین میں اجزائے صیقلہ شفافہ یعنی چمکتے ذرات دور تک پھیلے ہوتے ہیں لہذا نگاہ کی شعاعیں ان پر پڑ کر لوٹتی ہیں اور لرزتی جھلجھلاتی لوٹتی ہیں جس طرح آئینے پر سورج چمکتا ہے۔اسی کو انعکاس کہتے ہیں (REFLECTION) چونکہ عکس جھل جھل کرتا ہے اور شعاعوں کی ساقیں (لکیریں یا ٹہنیاں) ہوتی ہیں لہذا زاویے چھوٹے بنتے ہیں اور جھل جھل کرنے کی وجہ سے پانی کا دھوکا ہوتا ہے۔چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ:

زاویائے انعکاس (ANGLE OF REFLECTED RAY) = زاویائے شعاع (ANGLE OF INCIDEDT RAY) اوران کے اجتماع سے نگاہیں کہ دور کے چمکدار اجزاء پر پڑی تھیں لرزتی جھلملاتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹتی ہیں لہذا ان چمکدار لہراتی ہوئی کرنوں پر پانی کا دھوکا ہوتا ہے اور یہی سراب (MIRAGE) ہے۔

2) انعطاف نور (REFRACTION OF Light):

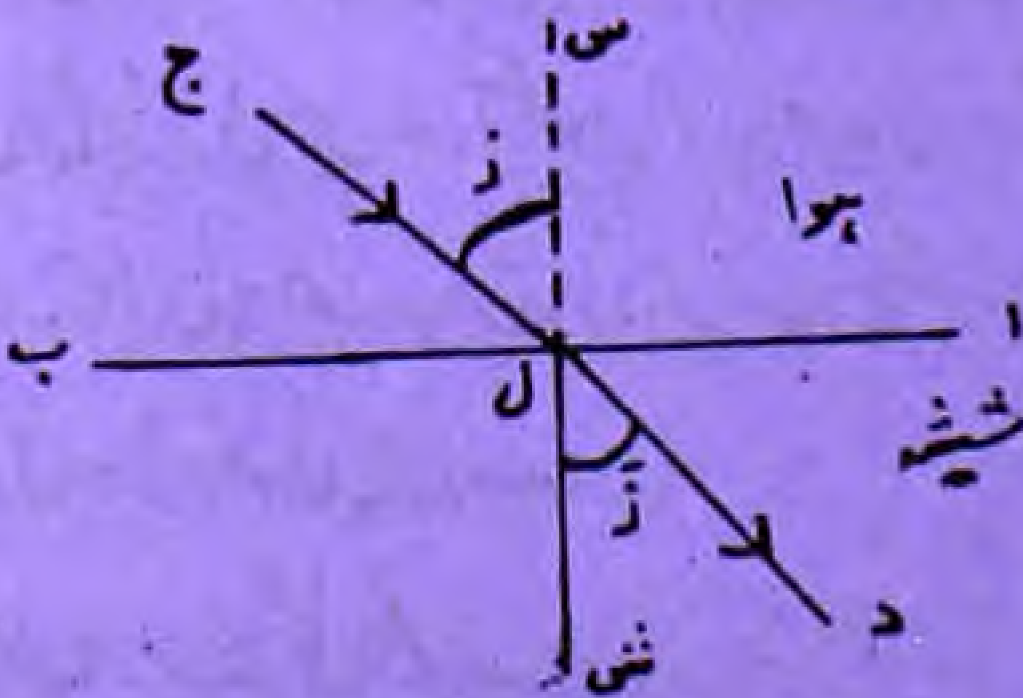
جدید سائنس میں نظریہ انعطاف نور اس طرح ہے:

"When light is incident on a plane surface seperating two different media, the initial direction of light is changed while it Passes through the

second medium.This phenomenon of banding of light when travels from one medium to the other is called Refraction of Light"

﴿Principle of Physics by: N. Subramenayam, Page 438﴾

یعنی...... جب روشنی دو میڈیموں کو علیحدہ کرنے والی کسی ہموار سطح پر واقع ہوتی ہے تو اس کی ابتدائی سمت بدل جاتی ہے۔ جبکہ وہ دوسرے میڈیم میں گزرتی ہے۔ روشنی کے ایک میڈیم سے دوسرے میڈیم میں جانے (سفر کرنے) کے اس مظہر یا واقعہ کو انعطاف نور کہتے ہیں۔

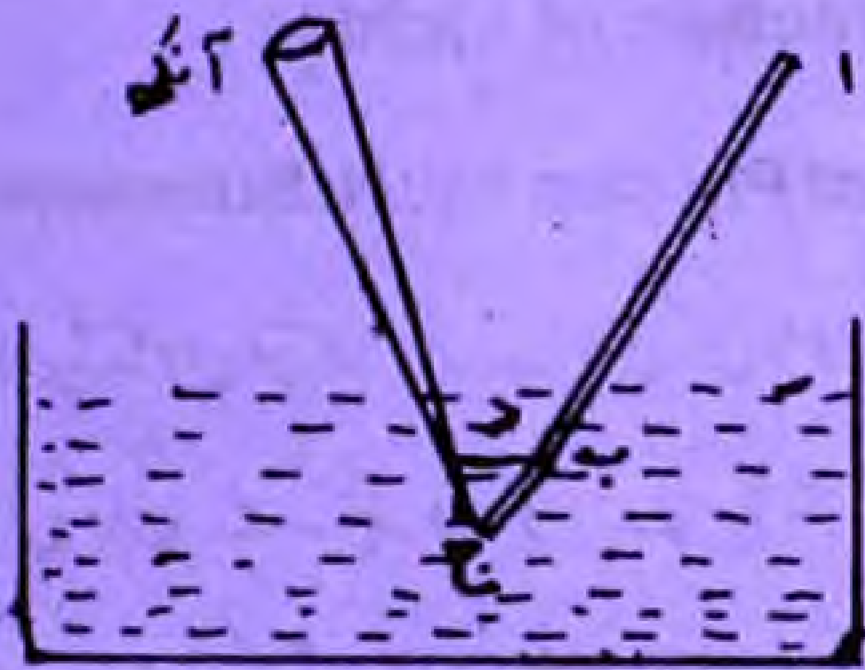


(شکل نمبر۱)

شکل نمبر ۱ میں اب وہ ہموار سطح ہے جو ہوا اور شیشے کے دو میڈیموں کو علیحدہ کرتی ہے۔ روشنی کی ایک کرن، ج ل، ہوا کے ایک میڈیم سے گزر کر سطح، ل، پر ملتی ہے اور پھر، ل، سے ہو کر دوسرے میڈیم یعنی شیشے کے میڈیم میں داخل ہوتی ہے اور "ل د" کی سمت میں مڑ جاتی ہے۔ کرن کے اس مڑ جانے کے واقعہ یا حالت کو انعطاف نور (Refraction of Light) کہتے ہیں۔ یہاں، ل د، انعطاف کرن (Refracted Ray) ہے۔

اب اس کی مزید وضاحت کے لئے دوسری مثال دیکھئے۔ یہ ہمارا مشاہدہ ہے

کہ اگر ہم کسی پانی سے بھرے ہوئے برتن میں ایک چھڑی ڈالتے ہیں تو اس کا وہ حصہ جو پانی میں ہوتا ہے ترچھا یعنی مڑا ہوا دکھائی پڑتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے شکل نمبر ۲:



اس شکل نمبر ۲ میں اب ج ایک چھڑی ہے جسے پانی سے بھرے برتن میں ڈالا گیا ہے۔ یہ چھڑی مڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ چھڑی کے آخری حصے، ج، سے کرنیں پانی اور ہوا کی ملی جلی سطح پر مڑتی ہیں اور آنکھوں کو یہ انعطافی کرنیں، ج، سے چلتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں ۔ چھڑی کا حصہ ب ج پانی میں ب د پر نظر آتا ہے اس لئے چھڑی ب کے مقام سے مڑی ہوئی دکھائی پڑتی ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا عملی تجربہ:......

امام احمد رضا نے "انعطافِ نور" کی تھیوری کو جس طرح پریکٹیکل طور پر دکھایا اس کیلئے یہ واقعہ سنئے: ملک العلماء علامہ ظفر الدین قادری فاضل بہار قدس سرہ العزیز امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے ملاقات کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"ڈاکٹر صاحب نے دریافت کیا کہ حضور اس کا کیا سبب ہے کہ آفتاب حقیقۃ طلوع نہیں ہوا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے طلوع ہو گیا۔ اس کا جواب علمی اصلاحات میں

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے دیا جسے فقیر بیان کرنے سے قاصر ہے۔ ہاں جو مثال بیان فرمائی وہ یہ تھی کہ کسی بند کمرے میں جھروکوں سے اگر روشنی پہنچتی ہو تو باہر کے چلنے پھرنے والوں کا سایہ الٹا نظر آتا ہے یعنی سر نیچے پاؤں اوپر۔ اس کے علاوہ اور مشاہدہ کیجئے۔ حاجی کفایت اللہ صاحب سے فرمایا۔ حاجی صاحب ایک طشت میں تھوڑا سا پانی ڈال کر ایک روپیہ اس میں ڈال دو۔ انہوں نے فوراً تعمیل کی۔ اب امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ڈاکٹر صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، آپ کھڑے ہو کر دیکھئے کہ برتن میں روپیہ نظر آرہا ہے یا نہیں۔ انہوں نے کچھ فاصلے سے دیکھ کر عرض کیا ہاں نظر آرہا ہے۔ فرمایا، ذرا پیچھے ہٹ آیئے۔ وہ کچھ پیچھے ہٹ آئے اور فرمایا اب دکھائی نہیں دیتا ہے۔ حضور نے حاجی صاحب کو اشارہ کیا انہوں نے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈال دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا نظر آنے لگا۔ فرمایا دو قدم پیچھے کو آجایئے۔ پھر روپیہ نظر سے غائب تھا حاجی صاحب نے اور پانی ڈالا روپیہ پھر نمایاں تھا"۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اوّل صفحہ 152)

(اب امام احمد رضا کے اس عملی تجربہ کو سمجھنے کیلئے شکل نمبر ۳ ملاحظہ کیجئے:

شکل نمبر ۳:

برتن میں پانی بھرا ہوا ہے۔ اس میں، ر، ایک روپیہ کا سکہ ہے۔ باہر سے دیکھنے والے کو وہ سکہ ج پر نظر آتا ہے یعنی اپنے مقام سے اوپر اٹھا ہوا اور یہ دراصل انعطاف

(Refraction) ہی کی وجہ سے ہے۔ ر سے چلنے والی شعاعیں جب پانی اور ہوا کی سطح پر آتی ہیں تو مڑ جاتی ہیں اور اس طرح یہ شعاعیں ر سے ج سے آتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اسی لیے نچلی سطح پر رکھا ہوا سکہ اپنے مقام سے اوپر نظر آتا ہے۔ پانی سے بھرے طشت میں ڈاکٹر صاحب کو روپیہ اسی انعطاف کے سبب نظر آنے لگا اگر برتن میں پانی نہیں ہوتا تو روپیہ کا سکہ انہیں نظر نہیں آتا۔ اب فاصلہ بڑھا تو روپیہ کا سکہ پھر نظر سے غائب ہوا۔ لہذا اور پانی برتن میں ڈالا گیا تو سکہ پھر نظر آنے لگا)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا یہ عملی تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ انعطاف نور کی تھیوری سے بخوبی واقف تھے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس تجربے سے سورج طلوع ہونے سے قبل اس کے طلوع ہوتے دکھائی دینے کا سبب سمجھایا جو کہ انعطاف نور (REFRACTION OF LIGHT) کی وجہ سے ہوتا ہے۔

زلزلے کے بارے میں ایک عام مقبول نظریہ یہ ہے کہ سطح زمین کے اندر گرم مواد موجود ہے جب کبھی یہ آتشی مواد زمین کے کسی نرم حصہ کو پھاڑ کر باہر نکلتا ہے تو زمین کی اس جنبش کو زلزلہ کہتے ہیں۔

علم ارضیات کے اس مقبول عام نظریہ سے دو خرابیاں واضح ہیں:

1)...... آتشیں مواد کے خارج ہونے سے زمین کی جنبش کو اگر زلزلہ کا سبب مان لیں تو کیا وجہ ہے کہ ایک براعظم کی پوری زمین پر زلزلہ کیوں نہیں آتا جبکہ سطح زمین باہم متصل ہے۔ زمین کے ایک حصہ پر زلزلہ کا ہونا اور دوسرے پر نہ ہونا کیوں کر ممکن ہے حالانکہ ایسا واقع ہے۔

2)...... زمین کی جنبش اگر از خود ہو تو الحاد و دہریت کا دروازہ کھل جائے گا۔ زلزلہ اگرچہ کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو خالق ارض و سما کی طرف توجہ اور میلان نہیں ہوتا۔ زلزلہ کے

مقبول عام نظریہ کا یہ عظیم نقصان ہے۔

سردار مجیب رحمان عطیہ دار علاقہ مجیب نگر، ڈاک خانہ مونڈا، ضلع کھیری (انڈیا) نے 26 صفر المظفر 1327ھ / مارچ 1909ء کو امام احمد رضا قدس سرہٗ سے زلزلہ کے سبب کے بارہ میں سوال کیا۔ استفتاء میں موصوف نے ایک روایت کا حوالہ بھی دیا جو بعض کتابوں میں بیان کی گئی ہے کہ زمین ایک شاخ گاؤ پر ہے کہ وہ ایک مچھلی پر کھڑی رہتی ہے جب اس کا ایک سینگ تھک جاتا ہے تو دوسرے سینگ پر بدل کر رکھ لیتی ہے اس سے جو جنبش و حرکت زمین کو ہوتی ہے اس کو زلزلہ کہتے ہیں۔ اس روایت کے بعد وہی اعتراض پیش کرتے ہیں کہ زمین کے بعض حصہ کو جنبش ہوتی ہے اور بعض حصے سکون میں رہتے ہیں۔ (العطایا النبویہ فی الفتاوی رضویہ، جلد 12 صفحہ 189)

امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"خاص خاص مواقع میں زلزلہ آنا اور دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت و خفت میں مختلف ہونا، اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں۔ سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے اور عالم اسباب میں باعث اصل بندوں کے معاصی: **ما اصا بکم من مصیبتہ بنا کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر** ۔ ترجمہ:...... تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے ۔ (سورہ النور)۔ اور وجہ وقوع (زلزلہ) کوہ قاف کے ریشے کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے۔ جس کا نام قاف ہے کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین میں نہ پھیلے ہوں .... جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادہ الٰہی ہوتا ہے۔ **والعیاذ ثم برحمتہ رسولہ جل و علا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** ۔ قاف کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔ صرف

وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو حرکت دی گئی۔ پھر جہاں خفیف کا حکم ہوگا اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت۔ یہاں تک کہ بعض جگہ صرف ایک دھکا سا لگ کر ختم ہو جاتا ہے اور اسی وقت دوسرے قریب مقام کے در و دیوار جھونکے لیتے اور تیسری جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا یا عنف حرکت سے مادہ کبریتی مشتعل ہو کر شعلے نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے (العیاذ باللہ)

............(فتاویٰ رضویہ مطبوعہ ممبئی جلد 12 صفحہ 191)

گویا زلزلہ کے تین سبب ہیں:

1)...... حقیقی سبب ارادہ الٰہی ہے۔ جہاں ارادہ الٰہی ہوگا زمین کے اسی حصہ پر زلزلہ آئے گا۔

2)...... بندوں کے اعمال، جن کی بناء پر زمین کو حرکت دی گئی اور بندوں کو اپنے کیے کی جزا ملتی ہے۔

3)...... کوہ قاف کے ریشوں کی حرکت۔ اللہ تعالیٰ زمین کے جس حصہ پر زلزلہ کا ارادہ فرماتا ہے اسی حصہ کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔

امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے نظریہ کی تائید میں دو دلیلیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک حدیث شریف، دوسرا مثنوی مولانا روم کے اشعار۔ حدیث کی روایت یوں کرتے ہیں:

"امام ابوبکر ابن ابی الدنیا کتب العقوبات اور ابوالشیخ کتاب العظمۃ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی: قال خلق اللّٰه جبلا یقال له ق محیط بالعالم و عروقه الی الصخرۃ التی علیها الارض فاذا اراد اللّٰه ان یزلزل قریته امر ذلک الجبل فحرک العرق الذی یلی تلک القریته فیزلزلها

وبحر کھا فمن ثم تحرک القریتہ دون القریتہ ۔ (درمنثور فی التفسیر بالماثور)

اللہ ﷻ نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس پر زمین ہے۔ جب اللہ ﷻ کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے۔ یہی باعث کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری میں نہیں۔ (فتاوی رضویہ)

مثنوی مولانا روم کے سترہ اشعار نقل فرمائے جن میں اسی حدیث کا مفہوم بیان ہوا ہے ان میں سے چند اشعار یوں ہیں۔

من بہر شہرے رگے دارم نہاں | بر عروقم بستہ اطراف جہاں

حلق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا | امر فرماید کہ جنباں عرق را

پس بجنانم من آن رگ را القہر | کہ بداں رگ متصل بودست شہر

چوں بگوید بس، شود ساکن رگم | ساکنم و ز روئے فعل اندر تگم

امام احمد رضا قدس سرہ نے فتوی کے ابتداء میں اس کا جواب دیا زلزلہ کے وقت زمین کے ایک حصہ کو حرکت ہوتی ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ ساکن رہتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

"ہمارے نزدیک ترکیب اجسام جواہر فردہ سے ہے اور ان کا اتصال محال ......اور جب زمین اجزائے متفرقہ کا نام ہے تو اس حرکت کا اثر بعض اجزاء کو پہنچنا مستبعد نہیں کہ اہل سنت کے نزدیک ہر چیز کا سبب اصلی محض ارادۃ اللہ ﷻ ہے۔ جتنے اجزا کیلئے ارادہ تحریک ہوا انہیں پر اثر واقع ہوتا ہے وبس۔ (العطایا النبوۃ فتاوی رضویہ)

سوال میں جس روایت کا حوالہ دیا گیا کہ بیل کے سینگ کے بدلنے سے زلزلہ آتا ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قریب قریب ابتدائے آفرینش کے وقت ہوا جب تک پہاڑ پیدا نہ ہوئے تھے۔ لکھتے ہیں:

''عبدالرزاق وفریابی وسعید بن منصور اپنی اپنی سنن میں اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابو الشیخ کتاب العظمہ اور حاکم بافادہ تصیح صحیح مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختار میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی: قال ان اول شئی خلق اللہ القلم و کان عرشہ علی الماء فارتفع بخار الماء فتقت منہ السموات ثم خلق النون فبسطت الارض علیہ والارض علی ظھر النون فاضطرب النون فماد امت الارض فاثبتت بالجبال . (درمنثور فی التفسیر بالماثور مطبوعہ مصر جلد6)

اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الٰہی پانی پر تھا۔ پانی کے بخارات اٹھے ان سے آسمان جدا جدا بنائے گئے پھر مولیٰ عزوجل نے مچھلی پیدا کی۔ اس پر زمین بچھائی۔ زمین پشت ماہی پر ہے۔ مچھلی تڑپی۔ زمین جھونکے لینے لگی۔ اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کر دی گئی۔

''کما قال تعالٰی والجبال اوتادا وقال تعالی والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم''۔ (فتاوی رضویہ، جلد12 صفحہ 190)

پروفیسر مولوی حاکم علی نقشبندی سابق پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کے استفتاء کے جواب میں امام احمد رضا قدس سرہ نے جو کچھ لکھا اس کے مطالعہ سے آپ کے نظریات کھل کر سامنے آتے ہیں۔ چند جملے آپ بھی پڑھیں:

''قرآن عظیم کے وہی معنی لیتے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین و معتمدین نے لئے۔ ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جس کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمانوں کو کیسے حلال ہوسکتا ہے''۔

''بفضلہ تعالٰی آپ جیسے دیندار و سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد

قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی و اجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے۔ اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث و اجماع یہ ہے بحمد للہ شان اسلام۔

محب فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیت و نصوص میں تاویلات کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے۔ سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ دلائل سے سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنسی کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ ہی جیسے فہیم سائنس دان کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں۔



اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اور ایٹمی پروگرام

آج پوری دنیا میں سائنسی ترقی کا بڑا چرچا ہے اور ایٹمی ٹیکنالوجی کی محیر العقول کرشمہ سازیاں موضوع بحث بنی ہوئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ترقی نے قرآنی اسرار ورموز کی تصدیق کردی ہے اور قیامت تک جوں جوں سائنس نئی تحقیقات و ایجادات کو سامنے لاتی جائے گی قرآنی حقائق ومعارف نکھرتے وابھرتے چلے جائینگے اور سائنس کے میدان میں غلبہ اسلام کی حقانیت وبرتری کے آثار نمایاں ہوتے چلے جائیں گے اور اسطرح مسلم سائنسدانوں میں سائنسی تحقیقات کے جذبہ کو ترغیب بھی ملے گی۔

اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج سائنسی انکشافات کی جستجو میں مسلمان اس قدر متحرک نہیں جتنا ہونا چاہیئے تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو آج غیر مسلم سائنسدان مسلم سائنسدانوں کے آستانوں پر کشکول لیے نظر آتے اور مسلمان دنیا کے نقشہ پر عظیم ایٹمی قوت بن کر چھائے ہوتے۔

یہ مُسَلَّم حقیقت ہے کہ کائنات کے تمام علوم بشمول سائنسی علوم احاطہ قرآن میں موجود ہیں اور قرآن حکیم اس سچائی کا اعلان یوں فرماتا ہے

ترجمہ کنزالایمان: ''اور (اے محبوب ﷺ) ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے''۔ (النحل:89)

''اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو''۔ (الانعام:59)

الغرض علمی جواہر پارے تو قرآن مجید میں محفوظ ہیں البتہ کسی جوہری کے منتظر

ہیں ۔علوم و معارف کے یہ موتی رہتی دنیا تک سب کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔رب تعالیٰ کے فضل و کرم سے مسلمانوں میں کئی ایسے نفوس قدسیہ تاریخ کے صفحات پر نظر آتے ہیں ۔جو قرآن پاک کا کامل فہم رکھتے تھے اور ان کی فہم و فراست سے ملت کی مشکل کشائی ہوتی رہی اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔اگر ہم بنظر غائر تاریخ کا مطالعہ کریں تو ۲۰ویں صدی میں معرفت کلام الٰہی سے بہرہ ور اور دینی و سائنسی علوم سے کما حقہ آشنا مفکر اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (1921-1856) کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔قرآنی علوم کی حقانیت اور بالا دستی کے بارے میں اسوقت کے اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور کے پرنسپل (ممتاز ریاضی دان) پروفیسر حاکم علی خان (مرحوم) کو ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا:

''میں سائنس کا مخالف نہیں بلکہ میرا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ قرآن کی روشنی میں سائنس کو پرکھا جائے نہ کہ سائنس کی روشنی میں قرآن کو جانچا جائے اس لیے کہ قرآن کے قوانین مُسلّم ہیں اور سائنس ارتقائی مراحل میں ہے آج ایک نظریہ ہے کہ کل بدل جاتا ہے''۔(فتاویٰ رضویہ جلد 27،ص 145۔ماخوذ: نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان 1919ء......از: امام احمد رضا بریلوی)

وقت نے دیکھا جس طرح ڈارون (Drawin) اور نیوٹن (Newton) کے نظریات چیلنج کیے گئے اس طرح آئن سٹائن (Einstein) کے قوانین کو بھی چیلنج کیا گیا ہے۔یوں انسانی تخلیقات و نظریات میں تغیر و تبدل کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

عرصہ دراز سے حضرت انسان ایٹم (ATOM-electron, proton, neutran etc) سے متعلق گتھیاں سلجھانے میں محور ہا ہے اور مختلف ادوار میں مفکرین و سائنسی ماہرین کے مختلف نظریات سامنے آتے رہے ہیں۔آیئے چند معروف سائنسی مفکرین

کومختلف ادوار کے جھروکوں میں دیکھتے ہیں۔

☆...... پہلا دور:

دیموقراطیس (Democritis)	400 سال قبل مسیح یونانی فلاسفر
لکرائیٹس (Lurcritis)	200 سال قبل مسیح یونانی فلاسفر

☆...... دوسرا دور:

جان ڈالٹن (Jan Dalton)	(1844-1766) برطانیہ
جے جے تھامسن (J.J.Thomson)	(1940-1856) کیمرج یونیورسٹی برطانیہ
ردرفورڈ (Rutherford)	(1937-1871) نیوزی لینڈ
نیلز بوہر (Neils Bohr)	(1962-1885) ڈنمارک
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی (Ala-Hazrat Imam Ahmad Raza Bareilvi)	(1921-1856) ایشین مسلم سائنسی مفکر (بریلی۔ہندستان)

☆...... تیسرا دور: (ایٹمی تابکاری کا دور)

پروفیسر ہنری بیکورل (Prof.HenriBeckuerel)	(1909-1885) فرانس
پروفیسر انریکو فرمی (Prof.Enrico Fermi)	(1954-1901) اٹلی
البرٹ آئن سٹائن (Albert Einstein)	(1955-1879) جرمنی
مادام کیوری (Marie Cure)	(1934-1859) فرانس
پری کیوری (Peirre Cure)	(1906-1859) فرانس
آٹوہان اور سٹرسمین (Ottohan&Strassmann)	(1939) جرمنی
ڈاکٹر عبدالقدیر خان (Dr.Abdul Qadeer Khan)	پاکستان

متذکرہ سائنسی ماہرین و مفکرین کی فہرست میں صرف دونام جداگانہ حیثیت

رکھتے ہیں جن سے مسلمانوں کا سر فخر سے بلند ہے ایک نام مفکر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ (1921-1856) کا ہے جو بیک وقت سائنسی مفکر، مجدد اسلام اور فقیہ اعظم کی حیثیت سے امت مسلمہ کے لیے سرمایہ صد افتخار ہیں اور جنہیں حضور اقدس ﷺ سے عشق و محبت میں امتیاز خاص حاصل ہے اور یہ اسی فیضان کا نتیجہ ہے کہ آپ نے نور بصیرت سے سب سے پہلے ایٹمی نظریہ کا استنباط قرآن پاک سے فرمایا جو مسلم سائنسدانوں کو تفکر و تحقیق کی روشن سمت راغب کرتا ہے۔

ومزقنهم كل ممزق : ترجمہ: تمزیق پارہ پارہ کرنا، ہم نے ان کی کوئی تمزیق باقی نہ رکھی سب بالفعل کردیں۔ English Translation And we broke them into pieces with full confusion.

(بحوالہ فتاویٰ رضویہ جلد 27، ص 539 الكلمة الملهمه فى الحكمة المحكمة 1919ء از: امام احمد رضا)

ایک اور جگہ قرآن پاک نیوکلیئر فیشن (Nuclear Fission) سے متعلق یوں راز افشا کرتا ہے:

ان مزقتم كل ممزق انكم لفى خلق جديد. پارہ 22، (34:7)

ترجمہ: کنزالایمان: "کہ جب تم پرزہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاؤ تو پھر تمہیں نیا بننا ہے"۔ (امام احمد رضا)

Eng.Translation:If you are reduced to minute particles, you will be created a new .

دوسری ہستی ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی ہے جس کی بدولت آج وطن عزیز پاکستان کی سرحدیں محفوظ ہوئی ہیں اور دشمن میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ قرآن پاک جو کائنات کے علوم و معارف کا سرچشمہ ہے ہمیں تفکر و تدبر یعنی غور و فکر کی تعلیم دیتا ہے جس سے اسلام کی حقانیت اور رب تعالیٰ کی حکمتوں کے وہ

حیرت انگیز پہلو آشکار ہوتے ہیں جنہیں جدید سائنسی ٹیکنالوجی آج تسلیم کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

متذکرہ قرآنی آیات سے یہ نکات آشکار ہوتے ہیں۔

1)......ایٹم کو توڑا جا سکتا ہے یا پارہ پارہ کیا جا سکتا ہے (ایٹم کا انشقاق Nuclear Fission)

2)......ایٹم کو تباہ کیا جا سکتا ہے (Annihilation of matter)

3)......اس پروسس کے نتیجے میں ایٹمی توانائی (Atomic energy) حاصل کی جا سکتی ہے۔

الغرض قرآن حکیم 1400 برس قبل ایٹم، نیوکلیئر فشن اٹامک ٹیکنالوجی اور جوہری پروگرام سے متعلق واضح نشاندہی کرتے ہوئے غور وفکر کی دعوت دے رہا ہے۔

جدید سائنسی تحقیق کی رو سے اس ایٹمی عمل انشقاق کا عمل کچھ یوں ہے کہ ایٹم کے نیوکلیس (Nucleus) پر جب نیوٹران کی بمبارڈمنٹ کی جاتی ہے تو اس عمل انشقاق کے نتیجے میں بیریم (Barium) اور کرپٹان (Krypton) وجود میں آتے ہیں اور ایٹمی توانائی حاصل ہوتی ہے۔



$$_{92}U^{235} + {_0}n^1 \longrightarrow {_{56}}Ba^{141} + {_{36}}Kr^{92} + 3\,{_0}n^1 + Energy$$

یہ ایٹمی پروگرام کی بنیاد جسے قرآن مجید چودہ سو سال پہلے واضح کر رہا ہے "ومزقنھم کل ممزق (پارہ22)(19/34)" اذمزقتم کل معزق انکم لفی خلق جدید" (پارہ22۔7/34)

الحاصل قرآن مجید نے ایٹمی پروگرام سے متعلق نظریہ چودہ سو سال پہلے بیان فرمایا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے قرآنی ایٹمی تصور کا استنباط 1919ء میں واضح کیا

برطانیہ کے ایٹمی سائنسدان آٹوہان اور سٹرسمین Ottohann and Strasmann نے 1939ء میں تجربات سے واضح کر کے ایٹمی اعزاز حاصل کر لیا۔

امریکی پروفیسر البرٹ کی ہولناک پیشین گوئی

پٹنہ کے انگریزی اخبار ایکسپریس مورخہ 23 محرم 1338 ہجری مطابق 18 اکتوبر 1919ء میں امریکہ کے ایک سائنس داں پروفیسر البرٹ کی جانب سے ایک ہولناک مضمون شائع ہوا کہ

17 دسمبر 1919ء کو عطاؔرد، مریخ، زہرہ، مشترؔی، زحل، اور نیچوؔن قرؔان میں ہوں گے اور سورج ان چھ ستاروں کے مقابل میں آتا جائے گا اور یہ ستارے سورج کو اپنی قوت سے کھینچیں گے۔ ان ستاروں کی مقناطیسی لہریں سورج میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کر دیں گی۔ سورج کا یہ داغ 17 دسمبر کو ظاہر ہوگا جس کو ہر خاص و عام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے.........۔

پروفیسر البرٹ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے بیان کیا کہ سورج کا وہ داغ کرۂ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔ طوفان، بجلیاں، سخت بارش اور بڑے زلزلے ہوں گے زمین کئی ہفتوں میں اپنی اصلی حالت پر آئے گی۔

اس دہشت ناک پیشینگوئی کے شائع ہوتے ہی لوگوں میں بےچینی پھیل گئی۔ دوسری قوموں کے ساتھ بعض ضعیف الایمان مسلمان بھی گھبرا اٹھے۔ شمس الہدیٰ کالج کے پرنسپل مولانا سید ظفر الدین صاحب بہاری نے البرٹ کی پیشینگوئی سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی جانب سے اس مضمون کا اعلان شائع ہوا کہ مسلمانو! اپنے اعمال

کے سبب اپنے رب سے ڈرو۔ 17 دسمبر کی بے اصل بے ہودہ پیشین گوئی کا خوف نہ کرو۔ البرٹ کی پیشین گوئی ایک باطل و وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تم لوگوں کو اس کی طرف توجہ کرنا ہرگز جائز نہیں البرٹ نے پیشگوئی کی بنیاد کواکب کے طول وسطی پر رکھی ہے۔ جسے ہیئت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں اس میں چھ کواکب باہم 26 درجے 23 دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود باطل ومطرود اور قرآن مجید کے ارشادات سے مردود ہے نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

والشمس والقمر بحسبان . سورج اور چاند کی چال حساب سے ہے۔

اور فرماتا ہے: **والشمس تجری بمستقر لها ذلک تقدیرا لعزیز العلیم.**

سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔

اور فرماتا ہے: **کل فی فلک یسبحون** .

چاند اور سورج سب ایک گھیرے میں تیر رہے ہیں۔

اور فرماتا ہے: **وسخر لکم الشمس والقمر دائبین** .

اللہ نے سورج اور چاند تمہارے لئے مسخر کئے کہ دونوں باقاعدہ چل رہے ہیں۔

1)...... یہ جسے طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں حقیقۃً کواکب کے اوساط معدلہ بعدیل اوّل ہیں جیسا کہ واقف علم زیجات پر واضح ہے اور اوساط کواکب کے حقیقی مقامات نہیں ہوتے بلکہ فرضی اور اعتبار حقیقی کا ہے۔ 17 دسمبر 1919ء کو کواکب کے حقیقی مقامات یہ ہوں گے۔

تقویم

کوکب	برج	درجہ	دقیقہ
نیپچون	اسد	11	15
مشتری	اسد	17	54
زحل	سنبلہ	11	39
مریخ	میزان	9	10
زھرہ	عقرب	9	19
عطارد	قوس	3	30
شمس	قوس	24	30
یورنیس	دلو	28	26

ظاہر ہے کہ ان 6 کا باہمی فاصلہ 26 درجہ میں محدود نہیں بلکہ 112 درجے تک ہے تقویم مذکورہ بالا 17 دسمبر 1919ء کو تمام ہندوستان میں ریلوے وقت سے 5 1/2 بجے شام اور نیویارک نیز ممالک متحدہ امریکہ کے دوسرے حصوں میں 7 بجے صبح اور لندن میں دوپہر کے 12 بجے ہوگی یہ فاصلہ ان کی تقویمات کا ہے۔ باہمی بعد ان سے قلیل مختلف ہوگا کہ غرض کی قوسیں چھوٹی ہیں اس کے استخراج کی حاجت نہیں کہ کہاں 26 اور کہاں 112۔

2)...... کیا ان سب کواکب نے آپس میں صلح کر کے آزار آفتاب پر اتفاق کر لیا ہے۔ یہ تو باطل محض ہے بلکہ مسئلہ جاذبیت اگر صحیح ہے تو اس کا اثر سب پر ہے اور قریب تر پر قوی تر اور ضعیف تر پر شدید تر۔ 17 دسمبر 1919ء کو اوساط کواکب کا نقشہ یوں ہے۔

کوکب	وسط	
	درجہ	دقیقہ
مشتری	129	20
نیپچون	129	53
زہرہ	142	42
عطارد	153	50
مریخ	154	17
زحل	155	43
یورنیس	230	57

ظاہر ہے کہ آفتاب ان سب سے ہزاروں درجہ بڑا ہے جب اتنے بڑے پر 6 ستاروں کی کھینچ تان اس کا منہ زخمی کرنے میں کامیاب ہوگی تو زحل کہ آفتاب سے نہایت صغیر و حقیر ہے پانچ کی کشاکش اور ادھر سے یورنیس کی مار مار یقیناً اُس کو فنا کر دینے میں کافی ہوگی اور اس کے اعتبار سے اُن کا بھی فاصلہ بھی اور تنگ صرف 25 درجے۔

3)......مریخ زحل سے بہت چھوٹا ہے اور اس کے لحاظ سے فاصلہ اور بھی کم ہے یعنی فقط $24\frac{1}{2}$ درجے تو یہ چار ہی مل کر اسے پاش پاش کر دیں گے۔

4)......عطارد سب میں چھوٹا ہے اور اس کے حساب سے باقی 13 ہی درجے کے فاصلہ میں ہیں اور یہ درجہ تو 26 کا آدھا ہے تو یہ تین عظیم ہاتھی مع یورنیس اس چھوٹی سی چڑیا کے ریزہ ریزہ کر دینے کو بہت ہیں اور اگر یہ سب نہ ہوگا تو کیوں۔ حالانکہ آفتاب پر اثر ضرب شدید کا مقتضٰی یہی ہے اور ہوگا تو غنیمت ہے کہ آفتاب کی جان بچی وہ

ستارے آپس ہی میں کٹ کر فنا ہوں گے نہ آفتاب کے مقابل 6 رہیں گے نہ اس میں زخم پیدا ہوگا۔ حاصل گفتگو یہ ہے کہ البرٹ کی پیشینگوئی محض باطل ہے غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب ﷺ کو۔ اللہ عزّوجلّ اپنے خلق میں جو کچھ چاہے اور جب چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً مشیت الٰہی سے معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشین گوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی ہے وہ اصول محض بے اصل منگوھت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہئے اور اگر اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے۔

5)...... ان دلائل کے علاوہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے خود سائنس جدیدہ کے اصول سے البرٹ کی پیشینگوئی کی دھجیاں اُڑا دی جیسا کہ اس کی تفصیل حیات اعلیٰ حضرت صفحہ نمبر 95 تا 97 میں ہے اور جب 17 دسمبر کا دن بفضلہٖ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ گزر گیا۔ زمین میں نہ تو زلزلہ آیا اور نہ سورج میں کوئی سوراخ ہوا تو دوسری قوموں پر بھی واضح ہوگیا کہ البرٹ کی پیشینگوئی باطل اور غلط تھی۔

6)...... حضرات مشائخ کرام میں 20 فی صد ایسے ہیں جو نقش مثلث یا مربع مشہور قاعدہ سے بھرنا جانتے ہیں لیکن پوری چال سے نقوش کی خانہ پُری کرنے پر تو شاید چار پانچ سو میں دو چار حضرات کو عبور ہوگا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے شاگرد حضرت مولینا سید ظفر الدین صاحب بہاری علیہ الرحمہ کو ایک شاہ صاحب ملے۔ جن کا خیال تھا کہ فن تکسیر کا علم صرف مجھ کو ہے۔ دورانِ گفتگو میں مولینا بہاری نے ان سے دریافت کیا کہ جناب نقش مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ شاہ صاحب مذکورہ نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا کہ سولہ طریقے سے پھر انھوں نے مولینا بہاری سے پوچھا کہ آپ

کتنے طریقے سے بھرتے ہیں۔ مولینا نے بتایا کہ الحمدللہ میں نقش مربع کو گیارہ سو باون طریقے سے بھرتا ہوں شاہ صاحب سن کر محوحیرت ہو گئے اور پوچھا کہ مولینا: آپ نے فن تکسیر کس سے سیکھا ہے۔ مولینا بہاری نے فرمایا حضور پرنور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ اور اعلحضرت رضی اللہ عنہ نقش مربع کتنے طریقوں سے بھرتے تھے۔ مولینا بہاری نے جواب دیا دو ہزار تین سو طریقے سے۔

7)...... علم ریاضی، ہیئت اور نجوم میں کمال کے ساتھ ساتھ علم توقیت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا کمال درجہ ایجاد میں تھا۔ فن توقیت میں علمائے متقدمین کی کوئی مستقل تصنیف نہیں ہے جب حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا سید غلام محمد بہاری، مولانا حکیم سید عزیز غوث بریلوی اور مولانا سید ظفر الدین بہاری وغیرہ نے اعلیٰ حضرت سے فن توقیت حاصل کرنا شروع کیا تو اس فن میں کوئی کتاب نہ ہونے کے باعث اعلیٰ حضرت اس کے قواعد زبانی ارشاد فرماتے ہیں اور یہ حضرات ان کو لکھ لیتے اور انہیں قواعد کے مطابق نصف النہار، طلوع، غروب، صبح صادق، ضحوہ کبریٰ، عشاء اور عصر کے اوقات نکالتے مولانا سید ظفر الدین بہاری نے اعلیٰ حضرت کے ان بتائے ہوئے قواعد کو ایک کتاب میں جمع کیا اور اپنی طرف سے تشریح اور مثالوں کا اضافہ کر کے۔ الجواھر والیوقیت فی علم التوقیت۔ کے نام سے اس کو شائع بھی کر دیا ہے فن توقیت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کمال کا یہ عالم تھا کہ سورج آج کب نکلے گا۔ اور کس وقت ڈوبے گا اس کو بلا تکلف معلوم کر لیتے ستاروں کی معرفت اور ان کی چاند کی شناخت پر اس قدر عبور تھا کہ رات میں تارہ اور دن میں سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے اور وقت بالکل صحیح ہوتا ایک منٹ کا بھی فرق نہ پڑتا۔ مولوی برکات احمد پیلی بھیتی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بدایوں تشریف لے گئے حضرت

مولانا شاہ عبدالقادر بدایوانی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مہمان تھے۔ مدرسہ قادریہ مسجد خرما میں خود حضرت مولانا بدایونی امامت فرماتے جب فجر کی تکبیر شروع ہوئی تو حضرت مولانا نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھادیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے نماز میں قراءت اتنی طویل فرمائی کہ حضرت مولانا بدایونی کو بعد سلام شک ہوا کہ آفتاب تو طلوع نہیں ہوگیا۔ دوسرے لوگ مسجد سے نکل نکل کر پورب کی طرف تاکنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی تین منٹ اڑتالیس سیکنڈ باقی ہیں یہ سن کر لوگ خاموش ہوگئے۔

خلا کا واقع ہونا ممکن ہے:

آیئے! دیکھیں کہ خلا کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ﷺ کیا فرماتے ہیں؟ واضح رہے کہ سائنسدانوں کے نزدیک زمین کے چاروں طرف ہوا کا غلاف ہے جو قریب (45) پینتالیس کلومیٹر کی بلندی تک ہے اور اس کے بعد غیر متناہی خلا واقع ہے۔ اس تعلق سے جب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا خلا ممکن ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

''خلا بمعنی فضا تو واقع ہے۔ اور خلا بمعنی فضائے خالی عن جمیع الاشیاء موجود نہیں لیکن ممکن ہے فلاسفہ جتنی دلیلیں بیان کرتے ہیں جزء لایتجزی (کسی بھی شے کا وہ سب سے چھوٹا حصہ جس کی مزید تقسیم محال ہو اسے جزء لایتجزی کہیں گے) اور خلاء وغیرہ کے استحالہ میں وہ سب مردود ہیں۔ کوئی دلیل فلاسفہ کی ایسی نہیں جو ٹوٹ نہ سکے۔ فلاسفہ نے جتنی دلیلیں قائم کی ہیں وہ سب اتصال اجزاء کو باطل کرتی ہیں وہ جود جز کو باطل نہیں کرتیں۔ اور ترکیب جسم کیلئے اتصال ضروری نہیں دیوار جسم مرکب ہے اور اس کے اجزا متصل نہیں''۔

جوہر کی تعریف

یہاں ہم سب سے پہلے مشہور سائنسدان جان ڈالٹن کا نظریہ جوہر کے متعلق پیش کرتے ہیں وہ لکھتا ہے:

According to John Dalton,s theory (1808)"an atom is a partice of matter which is small rigid sperical and indivisible.

جس کے مطابق کسی بھی مادے کے سب سے چھوٹے ٹھوس، کروی اور غیر منقسم جز کو جوہر کہتے ہیں۔ اس پس منظر کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اب اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔ جہاں آپ سے اس شعر:

نقشہ شاہ مدینہ صاف آتا ہے نظر
جب تصور میں جماتے ہیں سراپا غوث کا

کا مطلب دریافت کیا گیا تو آپ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے حضور اقدس ﷺ کے متعلق "جوہر حسن" کو کتنے پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ جمال غوثیت آئینہ ہے جمال اقدس کا۔ اس میں وہ شبیہ مبارک دکھائی دے گی۔ (پھر فرمایا) امام حسن رضی اللہ عنہ کی شکل مبارک سر سے سینہ تک حضور اقدس ﷺ سے مشابہ تھی۔ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سینہ سے ناخن پا تک، اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سر سے پاؤں تک حضور اقدس ﷺ سے مشابہ ہوں گے (پھر فرمایا) اور یہ تو ظاہری شباہت ہے ورنہ فی الحقیقت وہ ذات اقدس تو شبیہ سے منزہ

پاک بنائی گئی ہے کوئی ان کے فضائل میں شریک نہیں۔ امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں عرض کرتے ہیں۔

ترجمہ:...... حضور ﷺ اپنے تمام فضائل و محاسن میں شرکت سے پاک ہیں لہٰذا ''جوہر حسن'' آپ میں غیر منقسم ہے۔

اب ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت امام عشق و محبت نے ''جوہر'' کی تعریف کیا فرمائی ہے۔ اہلسنت کی اصطلاح میں جوہر اس جزو کو کہتے ہیں جس کی تقسیم محال ہو یعنی حضور ﷺ کے حسن میں سے کسی کو حصہ نہیں ملا''۔

زمین اور آسمان قیامت میں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ عنہ سے جب دریافت کیا گیا کہ یہ زمین قیامت کے روز دوسری زمین سے بدل دی جائے گی؟

آپ نے ارشاد فرمایا:

''ہاں ان زمین و آسمان کا دوسری زمین و آسمان سے بدلا جانا تو قرآن عظیم سے ثابت ہے ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ:...... جس دن بدل دی جائے گی۔ یہ زمین کے سوا اور آسمان اور لوگ سب نکل کھڑے ہوں گے ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے۔

''مگر آسمان کیلئے یہ نہیں معلوم کہ وہ آسمان کا ہے کا ہوگا ہاں زمین کے بارے میں صحیح حدیث آتی ہے جس میں ہے کہ آفتاب قیامت کے دن سوا میل پر آجائے گا۔ صحابی جو اس کے راوی ہیں فرماتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ میل سے مراد میل مسافت ہے یا میل سرمہ (پھر فرمایا) اگر میل مسافت ہی مراد ہے تو بھی کتنا فاصلہ ہے آفتاب

چار ہزار برس کے فاصلہ پر ہے اور پھر اس طرف پیٹھ کئے ہیں اس روز سوا میل پر ہوگا اور اس طرف منہ کئے ہوگا اور اس روز کی گرمی کا کیا پوچھنا اسی حدیث میں ہے کہ زمین لوہے کی کردی جائے گی پھر فرمایا اور جنت میں چاندی کی زمین ہو جائے گی اور یہ زمین وسعت کیا رکھتی ہے ان تمام انسانوں اور جانوروں کے لئے جو روز اول سے روز آخر تک پیدا ہوئے ہونگے حدیث میں ہے کہ رحمٰن بڑھائے گا زمین کو جسطرح روٹی بڑھائی جاتی ہے اس وقت کردی شکل پر ہے اس لئے اس کی گولائی ادھر کی اشیاء کو حائل ہے اور اس وقت ایسی ہموار کردی جائے گی کہ اگر ایک دانہ خشخاش کا اس کنارے پر پڑا ہو اس کنارہ زمین سے دکھائی دے گا حدیث میں ہے کہ دیکھنے والا ان سب کو دیکھے گا اور سنانے والا ان سب کو سنائے گا۔

پھر لوگوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے دریافت کیا کہ یہ صحیح ہے کہ یہ زمین جنت کی شکر بنادی جائے گی اس سوال پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا"میں نہ دیکھا (مطالعہ میں نہ آیا) ہاں تو یہ ہے کہ محشر کہ عرصات میں گرمی شدت کی ہوگی۔ پیاس بہت ہوگی اور دن طویل ہوگا اور بھوک کی تکلیف بھی ہوگی۔ اس لئے مسلمان کے لئے زمین مثل روٹی کے ہو جائے گی کہ اپنے پاؤں کے نیچے سے توڑے گا اور کھائے گا"۔

یہاں تک تو ہم نے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام احمد رضا ﷫ کے نظریات جو سائنس کی ایک اہم شاخ علم فلکیات سے متعلق ہیں اس کا مطالعہ کیا ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات کے تابع ہے۔ آیئے اب علم نجوم پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ایک زبردست تحقیق تاریخ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے قبل زمین پر کسی قوم کا وجود تھا؟

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ﷫ کی بارگاہ میں ایک مرتبہ مصر کے میناروں کا تذکرہ

ہوا۔اس پر آپ نے فرمایا۔ان میناروں کی تعمیر حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی نوح علیہ السلام کی امت پر جس روز عذاب طوفان نازل ہوا ہے پہلی رجب تھی۔بارش بھی ہو رہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا۔بحکم رب العالمین حضرت نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو 10 رجب کو تیرنے لگی۔اس کشتی پر اسی آدمی سوار تھے۔جن میں دو نبی تھے (حضرت آدم وحضرت نوح علیہما السلام) حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اسکے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا 30 ہاتھ اونچا ہو گیا تھا دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔سب لوگ پہاڑ سے اترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا شوق الثمانین نام رکھا یہ بستی جبل نہاوند کے قریب متصل موصل واقع ہے۔اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد و مینار کے باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا اس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی۔

امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے۔ترجمہ:......یعنی دونوں عمارتیں اس وقت بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔نسر دو ستارے ہیں۔نسر واقع اور نسر طائر اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسر واقع مراد ہوتا ہے ان کے دروازے پر گدھ کی تصویر ہے اور اس کے پنجہ میں گنگچہ جس سے تاریخ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ جب نسر واقع برج سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برج جدی کے سولھویں درجہ میں ہے تو

جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ طے کرتا ہے اور اب برج جدی کے سولہویں درجہ میں ہے تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجہ سے زائد طے کر لیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لا جرم یہ قوم جن کی تعمیر ہے کہ پیدائش آدم علیہ السلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی تھی۔

اللہ اکبر! یہ ہے اعلیٰ حضرت کی علم نجوم، علم تاریخ اور علم ہندسہ پر مضبوط گرفت کی ایک چھوٹی سی مثال، مجدد دین امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں گیلیلو کے گرنے والے اجسام کے اصول (Law of Falling Bodies) کشش ثقل کے اصول (Law of Gravitation) کا رد کیا ہے۔ البرٹ آئن سٹائن کے نظریات اضافت (Theory of Relativity) پر گفتگو کی ہے۔ ارشمیدس کے اصول (کہ پانی میں اشیا کے وزن میں ہٹائے ہوئے پانی کے بقدر کمی ہو جاتی ہے) کی تائید کی ہے اسی طرح اس کتاب میں اعلیٰ حضرت نے مد و جزر کی تفصیلات پر بہت طویل بحث کی ہے دیگر سیاروں اور اجسام کے اوزان میں کمی و بیشی پر تبصرہ کیا ہے Centrifugal (مرکز گریز یا دافع عین المرکز) کے اصول پر کلام کیا ہے۔ علاوہ ازیں سمندر کی گہرائی زمین کے قطر، مختلف سیاروں کے اہم فاصلے، مختلف مادوں کی کثافت نسبتی (Relative Densities) ہوا کے دباؤ پر سائنسی دعوے کی تفصیلات اور اعداد و شمار سے نہ صرف واقف نظر آتے ہیں بلکہ اپنے دلائل کے ثبوت میں ان اعداد و شمار کا استعمال بھی کیا ہے۔

زمین و آسمان کا فاصلہ:

اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں سوال کیا گیا کہ زمین و آسمان کا فاصلہ کتنا ہوگا؟ آپ

نے ارشاد فرمایا'' واللہ اعلم سب سے قریب تر ثابتہ جو مانا گیا ہے وہ نو ارب انتیس کروڑ میل ہے۔آپ مزید فرماتے ہیں کہ زمین سے سدرۃ المنتہیٰ تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے۔اس سے آگے مستوی۔اس کا بعد (یعنی دوری) اللہ جانے پھر اس کے آگے عرش کے ستر ہزار حجاب ہیں۔ ہر حجاب سے دوسرے حجاب تک پانچ سو برس کا فاصلہ ہے اور اس سے آگے عرش،اور ان تمام وسعتوں میں فرشتے بھرے ہیں۔حدیث میں ہے آسمانوں میں چار انگلی جگہ نہیں جہاں فرشتے نے سجدے پیشانی نہ رکھی ہو۔فرمایئے کس قدر فرشتے ہیں۔**وما یعلم جنود ربک الا ھو** اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا''۔

درج بالا بیان سے یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ زمین سے عرش کے درمیان فاصلہ کتنا ہے؟ کہ سب سے پہلا فلک ثابتہ (آسمان) نو ارب انتیس کروڑ میل اس کے بعد سدرۃ المنتہیٰ پھر مستوی، پھر ستر ہزار حجابات اور پھر عرش ہے اب آیئے کرسی کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں جسے پڑھ کر ایک مومن کی روح جہاں تڑپ اٹھتی ہے وہیں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی وسعت مطالعہ کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے۔

کرسی کی کیا صورت ہے؟

اس ضمن میں اعلیٰ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کرسی کی صورت حال شرع وحدیث نے کچھ ارشاد فرمائی۔فلاسفر کہتے ہیں کہ وہ آٹھواں آسمان ہے (جو) ساتوں آسمانوں کو محیط ہے تمام کواکب ثابتہ اسی میں ہیں مگر شرع نے یہ نہ فرمایا اسی طرح عرش کو جہلا فلاسفر کہتے ہیں کہ نواں آسماں ہے اور اس کو'' فلک الطلس'' کہتے

ہیں کہ اس میں کوئی کوکب نہیں۔ مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام آسمان وزمین کو محیط ہے اور اس میں پائے ہیں یاقوت کے۔ اس وقت تو چار فرشتے اس کو کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ اور یہ تو قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ **ویحمل عرش ربک فوقھم یو مئذ ثمنیته** ''اور اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن آٹھ فرشتے''۔ اور ان فرشتوں کے پاؤں سے زانو تک پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے۔ آیۃ الکرسی کو اس وجہ سے آیۃ الکرسی کہتے ہیں کہ اس میں کرسی کا ذکر ہے۔ **وسع کرسیه السموت والارض** اس کی کرسی آسمان وزمین کی وسعت رکھتی ہے۔

اسی ضمن میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں آسمان ہی کی وسعت خیال میں نہیں آتی۔ بیچ کا آسمان (چوتھا) جس میں آفتاب ہے اس کا نصف قطرہ نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ پانچواں اس سے بڑا۔ پانچویں کا ایک چھوٹا پرزہ جسے تدویر کہتے ہیں وہ آفتاب کے آسمان سے (چوتھے آسمان سے) بڑا ہے پھر یہی نسبت پانچویں کو چھٹے کے ساتھ ہے اور اس کو ساتویں کے ساتھ اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لق و دق میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہوا۔ اور ان سب عرش و کرسی اور زمین و آسمان کی وسعت ایسی ہی ہے عظمت قلب مبارک سید عالم ﷺ کے سامنے اور قلب مبارک کی عظمت کو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی، عظمت عزت ﷻ سے یہ غیر متناہی وہ متناہی اور متناہی کو غیر سے نسبت محال سیّدی شریف عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق و دوق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔ اللہ اکبر جب غلاموں کی یہ شان ہے تو عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا کیا عالم ہوگا؟

یہاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ﷫، حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک کی وسعت بیان کرتے ہیں کہ جس طرح لق و دوق میدان ہو کہ تا حد نظر میدان کے علاوہ چاروں طرف کچھ نہ ہو اور ایسے میدان میں ایک چھلا (انگوٹھی) پڑا ہو تو اس چھلے کی میدان سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عرش، کرسی، زمین، آسمان، ان تمام کی وسعت، حضور اکرم ﷺ کے قلب مبارک کی وسعت کے آگے ایک چھلے (انگوٹھی) کے مانند ہے جو لق و دوق میدان میں پڑا ہو۔ اور وسعت قلب سے مراد وسعت علم و نظر ہے۔

آسماں کہاں ہے؟

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ﷫ سے سوال کیا گیا کہ کیا دوربین سے آسمان نظر آتا ہے یا نہیں؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا:

"ہم اپنی آنکھوں سے تو دیکھ رہے ہیں کیا دوربین لگانے سے اندھا ہو جاتا ہے کہ بغیر دوربین کے دیکھتے ہیں اور دوربین سے بجھائی نہ دے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہم جس کو دیکھ رہے ہیں یہی آسمان ہے"۔

ترجمہ:...... کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا ہم نے اس کو کیسا بنایا اور ہم نے اس کو کیسی زینت دی۔ اور اس میں کوئی شگاف نہیں اور ہم نے اسے خوبصورت بنایا دیکھنے والوں کے واسطے۔ کیا وہ آسمان کو نہیں دیکھتے کیسا بلند بنایا گیا" فلاسفر بھی یہی کہتے تھے کہ جو نظر آتا ہے یہ آسمان نہیں۔ آسمان شفاف بے لون ہے (پھر فرمایا) اس سے بڑا کذاب (جھوٹا) کون جس کی تکذیب قرآن کرے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ نجات منحصر ہے اس بات پر کہ ایک عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ایسا ہو کہ آسمان و زمین ٹل جائیں اور نہ ٹلے پھر اس کے ساتھ ہر وقت خوف لگا ہو علمائے

کرام فرماتے ہیں کہ جس کو سلب ایمان کا خوف نہ ہو مرتے وقت اسکا ایمان سلب ہو جائے گا۔

دائرۂ دنیا

آیئے اب عرف عام میں جسے دنیا کہا جاتا ہے اس کی وسعت کے متعلق جاننے کیلئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ﷫ کی بارگاہ میں چلیں آپ سے جب دریافت کیا گیا کہ دائرہ دنیا کہاں تک ہے؟ تو آپ نے وہ جواب عنایت فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کیلئے علم غیب نہ ماننے والوں کی عقلیں بھی حیران ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ۔''ساتوں آسمان، ساتوں زمین دنیا ہے اور ان سے دار سدرۃ المنتہیٰ، عرش وکرسی، دار المنتہیٰ، عرش وکرسی، دارِ آخرت ہے''۔اس ضمن میں آپ نے فرمایا کہ دار دنیا شہادت (ظاہر) ہے اور دارِ آخرت غیب (پوشیدہ) غیب کے کنجیوں کو مفاتح اور شہادت کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں۔قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے، **وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو** ''اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی مفاتح (کنجیاں) ان کو خدا کے سوا کوئی (بذات خود) نہیں جانتا''۔اور دوسری جگہ فرمایا: **لہ مقالید السموات والارض** ''خدا ہی کیلئے ہیں مقالید (کنجیاں) آسمان وزمین کی''۔اور مفاتح کا اول حرف میم (م) وحرف آخر (ح) اور مقالید کا اول حرف میم (م) وحرف آخر (د) دال، انہیں مرکب کرنے سے نام اقدس ظاہر ہوتا ہے، (م+ح+م+د= محمد ﷺ)۔اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ غیب وشہادت کی کنجیاں سب دیدی گئی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کو۔کوئی شئے ان کے حکم سے باہر نہیں ۔

دو جہان کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل وجان نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

اور یا اس طرف اشارہ ہو سکتا ہے مفاتیح و مقالید غیب و شہادت سب حجرہ خفایا عدم میں مقفل تھیں۔ وہ مفتاح یا مقلاد جس سے ان کا قفل کھولا گیا اور میدان ظہور میں لایا گیا وہ ذات اقدس ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی کہ اگر یہ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مقفل حجرہ خفا میں رہتے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

شئے اقل درجہ کی تحقیق

جہاں تک ممکن ہوا اعلیٰ حضرت اس امر کی تحقیق فرماتے ہیں کہ کسی حالت، کسی عمل یا اس کے رکن کا اقل (کم از کم) درج کیا ہے اور وہ عمل یا رکن اپنے لوازمات کے ساتھ اس اقل درجے میں کیسے ادا ہوتا ہے۔

اس ضمن میں ہم فتاوی رضویہ سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

1)...... عالم کے اقل درجہ کے بارے میں فرماتے ہیں" عالم کی تعریف یہ ہے کہ وہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مستقل ہو اور اپنی ضروریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی مدد کے"

2)...... رکوع اور سجدے کی اپنی اقل درجہ میں ادائیگی اور اس کے لوازم کے بارے میں فرماتے ہیں۔" جس پر قضا نمازیں کثرت سے ہوں وہ آسانی کے لئے یوں بھی ادا کرلے تو جائز ہے۔

ہر رکوع اور سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلی کی جگہ صرف ایک ایک بار کہہ لے، مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی

رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کی سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے۔ اسی طرح سجدہ میں (کرے)"

3)......حق مہر کا اقلِ درجہ ۱۰ درہم (یا درہم) بھر چاندی = ایک دینار شرعی

(فتاویٰ رضویہ جلد پنجم، حصہ چہارم)

=۳۱ گرام چاندی تقریبا

درباره مہر مزید ہیں کہ اکثر کے لئے حد نہیں جتنا بندھے۔

مہر بتول زہرا۔ ۴۰۰ مثقال چاندی = اکلو ۷۵۰ گرام چاندی (تقریبا)

اکثر ازواج مطہرات کا مہر۔ ۵۰۰ درہم یعنی اکلو ۳۱ گرام سے زائد نہ تھا۔

مہر حضرت ام حبیبہ۔ ۴۰۰ درہم یعنی ۲۱ کلو ۲۴۸ گرام چاندی (تقریبا) (دو میں سے ایک روایت)

4)......داڑھی کی اقل لمبائی۔ ٹھوڑی کے نیچے ۴ انگل۔ تقریبا "۶۲، ۷ سینٹی گریڈ میٹر۔

(فتاویٰ رضویہ جلد پنجم)

5)......عمامہ کی اقل لمبائی ۔ ۵ ہاتھ مساوی ہے سر کے گرد ڈھائی پیچ تقریبا "۲۹؛۲ میٹر۔ (فتاوی رضویہ جلد درہم، ہمکل)

6)......نماز جنازہ کی تین صف کرنے کی فضیلت کے جواب میں ایک ترکیب در مختار کبیری میں یہ لکھی گئی ہے کہ پہلی صف میں تین دوسری میں دو اور تیسری میں ایک آدمی کھڑا ہو۔ اس سوال کے جواب میں کہ دو دو کر کے تین صفیں کیوں نہ کر لی گئیں آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اقل درجہ صف کامل کا تین آدمی ہیں۔ اس واسطے صف اول کی تکمیل کر لی گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام کے برابر دو آمیوں کا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی اور تین کا

مکروہ تحریمی کیونکہ صف کامل ہوگئی اور اس صورت میں امام کا صف میں کھڑا ہونا ہوگیا"۔(احکام شریعت، صفحہ ۱۳۰)

پھر آخری صف میں ایک آدمی کے کھڑا ہونے کے جواز میں آپ فرماتے ہیں

"اور پنج وقتہ نماز میں بھی بعض صورتوں میں تنہا صف میں کھڑا ہونا جائز ہے مثلاً وہ مرد اور ایک عورت (کی صورت ہو) تو عورت پچھلی صف میں تنہا کھڑی ہوگی"۔(احکام شریعت)

ناپ اور تول کے شرعی پیمانے

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ناپ تول کے شرعی پیمانوں کو انچ اور ماشے کے ساتھ تعلق دے کر اپنے فتاویٰ میں متفرق مقامات پر یوں تحریر فرمایا ہے۔(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم)

1) ناپ کے پیمانے......:

ایک گز شرعی (ذراع کرباس یا ذراع عام) =۱ ہاتھ =۸ گرہ =۱۸ انچ = 45.72 سینٹی میٹر۔ا گرہ۔۳ ۱۱۳ انگل،۱ انگل۔ ۴: ۱۳ انچ۔۹۰۵: ۱ سینٹی میٹر۔

2) تول/وزن کے پیمانے اور سکے......:

ایک صاع = ۴ مد (یا ۴ شرعی من) =3.150 کلوگرام (فتاویٰ رضویہ جلد اول جدید)

شرعی سکے بلحاظ وزن اور قیمت......: (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم)

ایک دینار شرعی = ایک مثقال سونا (بلحاظ وزن) =41/2 ماشے سونا

ایک دینار شرعی =10 درہم (بلحاظ قیمت)

ایک درہم شرعی =3.0618 گرام چاندی اس طرح ایک دینار شرعی =2 تولے 7-1/2 ماشے بھر چاندی۔(فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (جدید))

ایک اوقیہ =40 درہم (فتاویٰ رضویہ جلد پنجم (قدیم))

=10-1/2 تولے چاندی (بلحاظ قیمت)

ایک اوقیہ=10-1/2 تولے=122.472 گرام (بلحاظ وزن) ومن سبعہ

(فتاوی رضویہ جلد پنجم حصہ چہارم)

7 مثقال=10 درہم یہ وزن سبعہ کہلاتا ہے جیسے فی المختار کل عشرہ دراہم وزن سبعہ مثاقیل۔زمانہ اقدس رسالت ماب ﷺ میں ایک دینار (یعنی ۴۱:۲) یا ایک مثقال یا ۴،۳۷۴۔

اس طرح ایک مثقال سونا۔۷ مثقال چاندی (بلحاظ قیمت) اور یہی وزن سبعہ ہے یعنی عہد رسالت پناہی میں ۴،۳۷۴ گرام سونا بلحاظ قیمت ۳۰۶۱۸ گرام چاندی کے برابر تھا۔بعد میں سلاطین اسلام کے دینار کوئی معین نہیں رہے، مختلف ہو گئے۔

چاندی سونے کا نصاب برائے زکوۃ: چاندی کا نصاب ۲۰۰ درم۔۵۲۱:۳ تولے چاندی ۔۶۱۲،۳۶ گرام چاندی سونے کا نصاب۔۲۰ مثقال سونا۔۸۷،۴۸ گرام سونا
اب ہم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے ان فتاوی میں سے چند کا ذکر کریں گے جن میں انہوں نے علم ریاضی کا استعمال کیا ہے۔حوض کبیر یا گول حوض کا دور: مسئلہ میں کنوئیں یا گول حوض کا دور کتنے ہاتھ ہونا چاہئے کہ دہ در دہ ہو، فقیہ اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "النھی النمیر فی الماء المستدیر" میں فرماتے ہیں: "اس میں چار قول ہیں ہر ایک بجائے خود وجہ رکھتا ہے اور تحقیق جدا ہے"

اول: ۴۸ ہاتھ، دوم: ۴۶ ہاتھ، سوم: ۴۴ ہاتھ اور چہارم: ۳۶ ہاتھ ان کی تحقیق انیق کے مطابق اس کا دور تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہونا چاہئے۔تین درجہ اعشاریہ تک ان کی تحقیق کی رو سے دور۔۳۵،۴۴۹ ہاتھ اور قطر۔۱۱،۲۸۴ ہاتھ

یاد رہے کہ ایک ساتھ ذراع عامہ سے ڈیڑھ فٹ کے برابر ہوتا ہے اور ایک انگل

پون انچ کے برابر۔ پس دور۔ ۴۴۹، ۳۵، ۵، ۱فٹ

۲۰۷۲، ۱۶، ۱۶میٹر اور قطر۔ ۲۸۴، ۱۱، ۱۱ہاتھ ۲۸۴، ۱۱، ۵، ۱فٹ ۔ ۹۲۶، ۱۶، ۱۶فٹ

اگر قطر و محیط و مساحت کو علی التوالی ق ط م اور ق ۔ ط = ص فرض کریں تو جو فارمولے آپ نے اپنے رسالہ محولہ بالا میں استعمال کئے ہیں درج ذیل ہیں:

1)......4/ق ط = م یعنی 4/(2r) (2r) = م یعنی r = م جہاں r دائرے کا نصف قطر ہے۔

2)......ص ق = ط ''پائی'' (یعنی ص) جسے آپ مقدار محیط باجزائے قطر یہ کہتے ہیں، کی اعشاریہ میں قیمت کے بارے میں آپ کا یہ ارشاد تحقیق میں آپ کے خاص معیار اور علمی رفعت کا مظہر ہے۔

''اقطر کا محیط سے 7/22 ہونا حساب میں مبرہن نہیں ہے بلکہ اب تک ان دونوں میں تحقیقی نسبت بھی معلوم نہ ہوسکی ہے''۔

آپ نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ دائرہ محیط جس مقدار سے 360 درجے ہے اس دائرہ کا قطر اسی مقدار سے 114 درجے (Degree)' 35 دقیقے (Minutes) '29 ثانیے (Seconds)'36 اور (Thirds) 45 رابعے (Fourths) ہے جو دراصل 2 (radian) کی قیمت ہے۔ اسی سے آپ نے ''پائی'' کی قیمت 3.14159265 خود معلوم کی۔ عام سائنٹک کیلکو لیٹر یہ سات درجہ اعشاریہ تک دیتے اور استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے یہ قیمت آٹھ درجہ اعشاریہ تک صحیح دی اور حسابی عمل میں استعمال فرمائی۔ آپ کی Calculation میں موجودہ Scientific calculator سے دی گئی صحت کی مدد سے زیادہ حد تک صحت Accuracy پائی جاتی ہے۔ آپ نے شریعت میں علم ریاضی اور علم ہیئت سے

متعلق مسائل کے حل میں ریاضی کی اس وقت کی جدید شاخ لوگارتھم سے کام کیا اور حسابی عمل میں سات ہندسی لوگارثمی (لوگارھمی) جدول استعمال کیے۔ زیر نظر مسئلہ دور سے متعلق آپ اپنی ذہنی جدتوں سے تصرفات کر کے اسی رسالے ''النھی فی الماء المستدیر'' میں دو جدول میں دیئے ہیں ایک سادہ دوسرا بذیعہ لوگارثم (لوگارتھم) جن کی مدد سے دلچسپی رکھنے والے ناواقف فن بھی یہ مسائل معمولی عمل سے خود حل کر سکتے تھے۔ ان جدول میں سات، آٹھ درجہ اعشاریہ تک حسابی عمل کا پھیلاؤ ان کے معیار تحقیق کا عکاس ہے۔ آپ 20 ویں صدی عیسوی کے Man of the century تھے۔ آپ کے کام کے مزاج سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے اس معیار پر تحقیق کی جو اس صدی کا تقاضا ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے چاروں اقوال کا نہ صرف دقیقتاً ریاضیاتی تجزیہ کیا جو فتاوی رضویہ جلد دوم (جدید) میں محولہ بالا رسالت کی صورت میں پورے 28 صفحات پر پھیلا ہوا ہے بلکہ اس وجہ کنہ تک بھی رسائی حاصل کی جو ایک قول کے وجود کا باعث ہوئی۔

اقوال ائمہ کا احترام ملاحظہ ہو کر وجہ، کنہ اور خیال تک رسائی حاصل کرنے کے بعد ہمارے لئے معیار قائم کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''اسی طرح علماء کے کلام کو سمجھنا چاہیے''۔

اس فقرے سے قبل جو عرق ریزی آپ نے فرمائی وہ قابل مطالعہ ہے۔ اس رسالے میں مواد کی بلحاظ فہم پیشکش کی طرز بھی حسب ذوق امام احمد رضا علیہ الرحمہ انتہائی دلکش ہے۔

ہم صرف قول چہارم پر توجہ مرکوز کریں گے۔ ردالمحتار میں ہے:

3)...... ''ان کا قول کے مدور میں چھتیس یعنی اس کا دور چھتیس گز ہو اور اس کا قطر گیارہ گز اور ایک خمس ہو اور اس کی مساحت یہ ہے کہ نصف قطر یعنی ساڑھے پانچ کو اور

دسویں کو نصف دور میں ضرب دی جائے گی اور یہ اٹھارہ ہے تو کل سو ہاتھ اور چار خمس ذراع ہوگا''۔

اس پر تبصرہ اور بعد کی ساری تحریر بھی عربی زبان میں ہے حالانکہ سوال اردو میں ہی ہے اور جواب کا پہلا حصہ بصورت حکم شرعی سائل کے لئے اردو میں ہی ہے۔ گویا مخاطب فقط سائل نہیں۔ تو بقیہ رسالہ کی ابحاث جامع الرموز، ردالمحتار اور دیگر حوالہ دی گئی کتابوں کی متعلقہ عبارات پر ان کی اپنی زبانی عربی میں غالباً عالمی سطح پر تفکر و تدبر اور شرعی ریکارڈ درست رکھنے کے فرض کفایہ کی ادائیگی کی غرض سے پیش کی گئی ہے۔

ردالمحتار کے درج بالا اقتباس کے مطابق۔

دور۔۳۶ ذراع (گز)　　اور قطر۔۱۱،۵۔۱۱ ذراع (گز)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس پر رقم طراز ہیں:

(ت) ''اولاً جس کا دور ۳۶ ہو اس کا قطر ۱۱ ذراع پر ایک ذراع کا صرف پانچواں حصہ زائد نہ ہوگا بلکہ آدھے ذراع کے قریب زائد ہوگا۔ ثانیاً اگر مذکورہ قطر پر عمل کیا جائے تو سطح (۹۸،۵۲ ہاتھ رہ جائے گی تو اس طرح) سو ہاتھ سے تقریباً ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر دور لیا جائے تو مطلوب پر تین ہاتھ زائد ہوگا اور اگر قطر لیا جائے تو اس سے ڈیڑھ ہاتھ کم ہوگا۔ اگر ان دونوں (یعنی قطر اور دور) میں جمع کا ارادہ کیا جائے تو ممکن نہ ہوگا۔

آگے ان براہین پر سوال قائم کرتے ہیں جو ان اعداد و شمار کے حق میں دی گئی ہیں، کہیں قلم کی سبقت کی نشاندہی کرتے ہیں اور کہیں دور خطا (Circular error) ہونے کی۔ قول اول اور قول دوم میں دہ دردہ حوض ہی دائرہ کے اندر واقع ہو جاتا ہے

اور قول سوم کی ایسی کوئی توجیہ نہیں۔ 36 والے قول دہ دردہ کی مساحت یعنی 100 مربع ہاتھ سے برابری پر انحصار کیا گیا ہے جسے ظہیریہ، ملتقط اور ذخیرہ میں صحیح قرار دیا گیا ہے۔

36 ہاتھ دور والے قول میں سراج وشرنبلالیہ کے خیال میں مساحت سو ہاتھ سے بقدر 19 انگل زائد ہے حالانکہ واقع میں یہ مساحت تین ہاتھ سے بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ 36 والے تقریبی عدد کو 35.449 کی صورت میں تحقیق کے قریب ترین لے آئے ہیں۔ جن سے آگے جانا نصابی دلچسپی کا حامل ہوسکتا ہے، عملی اہمیت کا نہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تحقیق کردہ دور یعنی ۳۵،۴۴۹ ہاتھ سے مساحت ۰۰۱۶، ۱۰۰ ہاتھ بنتی ہے جو دہ دردہ سے فقط ۱،۶۲۵۔۱۰۰۰۰، ۱۶ ہاتھ زائد ہے جب کہ ۱،۶۲۵ ایک انگل کے عرض کے پچیسویں حصے سے بھی کم ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی یہ تحقیق کمپیوٹر دور کے معیار پر لاریب صورت میں پوری اترتی ہے۔

صاع کے وزن کی تحقیق......:

صدقہ فطر یا فطرانہ، فدیہ صوم وصلوٰۃ، کفارہ قسم وغیرہ کے سلسلے میں شریعت مطہرہ میں ایک پیمانے کا حوالہ آتا ہے جسے صاع کہتے ہیں۔

ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ، یا روزہ یا قسم توڑنے پر کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا مطلقاً ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقہ فطر گیہوں سے آدھا صاع اور جو سے ایک صاع ہے ان صورتوں میں گندم و جو کے سوا، چاول، دھان مکئی وغیرہ کوئی غلہ کسی قسم کا دیا جائے تو اس میں وزن کا لحاظ نہ ہوگا بلکہ اسی ایک صاع جو یا نصف صاع گندم کی قیمت ملحوظ صاع رہے گی اور اسی قیمت کی قدر یہ غلہ یا خود قیمت واجب

الا دا ہوگی۔ سو ایک صاع یا نصف صاع گندم کے وزن کا تعین نہایت ضروری ہے۔

ایک صاع جو کا وزن یعنی صاع شعیری کا وزن ۲۷۰ تولے وزن کے برابر ہونا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے زمانے میں برصغیر میں موجودہ دور کے اعشاری نظام جیسا تول کا کوئی باقاعدہ نظام موجود نہ تھا۔ مختلف علاقوں کے سیر مختلف بھی تھے۔ مثلاً بریلی کا سیر۔۰۹ ماشے ۹۳ تولے، رام پور کا سیر۔۹۰ تولے، اور دہلی ولکھنؤ کا سیر۔۷۵ تولے وغیرہ آپ خود فرماتے ہیں: ”سیر مختلف ہوتے ہیں صاع کا حساب ہر جگہ کے سیر سے بدلے گا“۔ لہذا سیر کے ساتھ صاع کا تعین محض علاقائی ہوگا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنی فتاویٰ میں چند شہروں کے اپنے اپنے سیر کے حساب سے بھی نصف صاع کا وزن بیان فرمایا ہے۔ بریلی کے سیر سے نصف صاع ۔ا سیر ۷ چھٹانک ۲ ماشے۔۲،۱،۶ رتی

رام پور کے سیر سے نصف صاع ا سیر ۸ چھٹانک۔ چھٹانک یقیناً سیر کا سولہواں حصہ تھا مگر ۵ تولے وزن ہر جگہ ایک چھٹانک کے برابر تھا۔

فقیہ اسلام کی حساب میں غایت درجہ باریک بینی تحقیق میں ان کے معیار کے عین مطابق یا تحقیق میں ان کا مزاج حساب میں ان کی غایت درجہ باریک بینی کے عین مطابق ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فقط فتوی ہی نہیں دیا بلکہ فتوی دیتے ہوئے یہ لحاظ بھی رکھا کہ اس پر عمل کرتے ہوئے آسانی ہو اور غیر ضروری دِقت کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

آپ نے صاع کی مقدار کے وزن میں تبدیل کرنے کے لئے سکہ رائج الہند کے وزن ہی کو اکائی وزن مان لیا۔

اس وقت کا ایک روپیہ سوا گیارہ ماشے کا تھا تو ایک صاع کا وزن ۔۲۷۰ تولے۔

۲۸۸ روپے بھر وزن اور نصف ساع شعیری ۔۱۴۴ روپے بھر وزن

لہٰذا ۱۴۴ روپوں کے ذریعے سے نصف صاع وزن کی مقدار سلطنت ہند میں گاؤں قصبہ شہر کہیں بھی آسانی سے علاقائی سیروں میں متعین کی جاسکتی تھی۔

آپ نے علامہ شامی اس احتیاط کہ گیہوں کا صدقہ جو کے صاع سے ادا کیا جائے، جو پسند فرمایا اور صاع کی تحقیق فرمائی۔ظاہر ہے جتنے پیانے میں ۲۷۰ تولے جو آئیں گے جب وہ گیہوں سے بھرا جائے گا تو تول میں گیہوں زیادہ چڑھیں گے۔

آپ نے جو اور گندم کی کثافتوں کا موازنہ کیا تو جو نسبت حاصل ہوئی وہ 351:288 یعنی 39:32 تھی۔

صاع کی تحقیق میں اپنے تجربے (Experiment) پر آپ یوں رقم طراز ہیں:

''اس بنا پر بنظر احتیاط و زیادت نفع فقرا، میں نے 27 ماہ رمضان المبارک 1327ھ کو ایک سو چوالیس روپے بھر وزن کئے کہ نصف صاع ہوئے اور انہیں ایک پیالے میں بھرا۔حسن اتفاق کہ تام چینی کا ایک بڑا کاسہ گویا اسی پیانے کو ناپ بنایا گیا تھا وہ جو اس میں پوری سطح مستوی تک آگئے من دون تکویم ولا تقعیر تو وہی کاسہ نصف صاع شعیری ہوا۔پھر میں نے اسی کاسہ میں گیہوں بھر کر تولے تو ایک سو پچھتر روپیہ آٹھ آنہ بھر ہوئے''۔

پس امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علامہ شامی کی احتیاط کہ صاع لیا جائے جو کا اور اس کے وزن کے گیہوں دیئے جائیں، پر مبنی تحقیق کے مطابق نصف صاع گیہوں وزن میں ۱۷۵ روپے آٹھ آنہ بھر ہوئے۔چونکہ اس وقت کا روپیہ سوا گیارہ ماشے وزن کا تھا، لہٰذا صدقہ فطر (نصف صاع گیہوں)۔ایک کلو ۹۲۰ گرام تقریباً۔

جدول کی طرز.......:

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علم ریاضی اور اپنے دیگر علوم کے استعمال یا ان کی توضیح کے دوران اعداد و شمار یا قواعد یا ان کے اطلاق کی آسان تفہیم کے لئے اپنے فتاوی میں جا بجا جامع جدول (اور اشکال) دیے ہیں۔ یہ جدول اپنی بناوٹ میں دیدہ زیب بھی ہیں۔ جدول یوں بنایا کرتے کہ استعمال کرنے والا فنی قواعد اور ان کی پیچیدگیوں میں پڑے بغیر بھی آسانی سے مطلوبہ معلومات حاصل کر سکتا ہے۔

چونکہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی فقہی تحقیق کے اسلوب کا مزاج ریاضیاتی ہے، اس لئے عادتاً سوال کی مختلف ممکن صورتوں کا احاطہ کرتے ہوئے انہوں نے جہاں مناسب جانا جواب فتوی کی جدولوں کی مدد سے بھی واضح کیا جس کی ایک خوبصورت مثال آپ کے رسالہ "تجلی المکشوہ لا نارہ اسئلہ الزکاہ" میں موجود ہے۔

یہ جدول سوالکی نو صورتوں میں اشارہ احکام بیان کرتا ہے جب سونے اور چاندی کی مقداریں ان کی زکوۃ کی ادائیگی کے لئے قابل ضم ہوں۔

جدول برائے اختلافات زر و سیم معہ اشارہ احکام اس طرح ہے۔

ہر چند کہ اس جدول نے اختلاطات زر و سیم کا مسئلہ واضح کر دیا مگر بوجہ پیچیدگی عام مسلمین کی تقریب فہم کے لئے آپ نے اس کو ۱۲ امثالوں سے بھی مزید روشن کیا۔

آخر میں لکھتے ہیں "(ہم نے) ان مسائل کو ایسی شرح و تکمیل و بسط جلیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ شاید ان کی نظیر کتب میں نہ ملے امید کرتا ہوں جو شخص (کم علم ہو تو کسی عالم کامل سے استفادہ کر کے) ان سب کو بغور کامل خوب سمجھ لے گا وہ ہزار مسائل زکوۃ کا حکم ایسا بیان کرے گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے"۔

آپ کے یہاں سے سالانہ سحر و افطار کے نقشے بھی جاری ہوتے تھے جو برصغیر میں مختلف شہروں کے اوقات کے فرق کے ساتھ استعمال میں آتے تھے۔ آپ نے جدول برائے تحویل تاریخ عیسوی بہ ہجری بھی بنا رکھا تھا، اس کی نقول دیا کرتے تھے۔

آپ نے جدول برائے جنتری شصت سالہ فارسی میں تصنیف فرمائی۔

اوقات صوم وصلوٰۃ اور سمت قبلہ:

وقت آپ کا خاص موضوع ہے اور فن توقیت پر آپ کی قدرت حد درجہ حیرت خیز ہے۔ خود فرماتے ہیں:

''اوقات صحیح نکالنے کا فن، جسے علم توقیت کہتے ہیں، ہندوستان کے طلبہ تو طلبہ اکثر علماء اس سے غافل ہیں۔ نہ وہ درس میں رکھا گیا ہے نہ ہیئت کی درسی کتابوں سے آسکتا ہے''۔

فن توقیت پر آپ کی تقریبا ''بیس تصانیف کتب'' رسائل، تراجم اور حواشی کی صورت میں ڈاکٹر حسن رضا خان نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ (Thesis) ''فقیہ اسلام'' میں شمار کی ہیں۔ آپ نے اوقات صوم وصلوٰۃ کی تخریج میں کتاب ''زیج الاوقات للصوم والصلوات'' تصنیف فرمائی۔

توقیت اور سمت قبلہ کی تخریج کے مسائل میں آپ علم ریاضی کے ساتھ ساتھ معلومات کے جدید ذرائع مثلاً اٹلس (Atlas)، نائیکل المنک (Nautical Almanac) اور مشاہدہ فلک کے لئے غالباً دوربین وغیرہ سے بھی مدد لیتے۔ لوگارتھم میں آپ جیمبر کے سات ہندسی لوگارتھمی جدول (Chamber s seven-figure logarithmic tables) استعمال فرماتے۔

سحر وافطار کے نقشے کے ایک مطالبہ کے جواب میں فرماتے ہیں:

''نقشے بھیجتا ہوں الموڑے اور بریلی میں اس ماہ مبارک میں سحری کا اوسط تفاوت منفی سوا پانچ منٹ ہے، یعنی اتنے منٹ وقت بریلی سے پہلے ختم ہے اور افطار کا اوسط مثبت سوا منٹ ہے یعنی بریلی سے سوا منٹ بعد۔ لیکن یہ حساب ہموار زمین کا ہے پہاڑ پر فرق پڑے گا اور وہ فرق بتفاوت بلندی متضاد ہوگا۔ اگر دو ہزار فٹ بلندی ہے تو غروب تقریباً''4 منٹ بعد ہوگا اور طلوع اسی قدر پہلے۔ لہذا جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ جگہ کس قدر بلند ہے جواب نہیں ہوسکتا اگر کسی دن کہ طلوع یا غروب کا وقت صحیح گھڑی سے دیکھ کر لکھو تو میں اس سے حساب کرلوں کہ وہ جگہ کتنی بلند ہے''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد چہارم (قدیم)

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ وہ سحر و افطار کے وقت کا سیکنڈ تک حساب فرما رہے ہیں اور سیکنڈ وقت کی بشری تقسیم میں شمار کی آخری اکائی ہے۔

اس فتویٰ میں آپ علمی لحاظ سے نہایت وجیہ ریاضی دان اور ہیئت دان نظر آتے ہیں۔

سہاور ضلع ایٹہ سے ایک استفسار کے جواب میں آپ کے جواب کا درج ذیل اقتباس بھی علم توقیت میں آپ کی ژرف نگاہی کا شاہد عدل ہے۔

''سہاور میں جس کا عرض شمال 27'48 (ڈگری) اور طول مشرقی 78'53 (ڈگری) ہے پنجم ماہ مبارک روز شنبہ مطابق 10 ستمبر 1910ء کو غروب آفتاب ریلوے صحیح وقت سے چھ بج کر سوا چھبیس منٹ پر ہوا تو وہ گھڑی جس سے ساڑھے چھ پر افطار کیا گیا اگر صحیح تھی روزہ بے تکلف ہوگیا کہ غروب آفتاب کو پونے چار منٹ گزر چکے تھے۔ ریلوے وقت سہاور کے اپنے وقت سے چودہ منٹ اٹھائیس سیکنڈ تیز ہے''۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم (قدیم)

اس مقام پر آپ کے فتاوی میں سے اہلیت کی شرعی حیثیت کے بارے میں آپ

کے ان دو ارشادات کا بیان بے محل نہ ہوگا کہ "بے علم فتویٰ سخت حرام ہے"۔ اور "جاہل کو طبیب بننا حرام ہے"

سمت قبلہ نکالنے کے لئے آپ نے ایک رسالہ بہت بسط و تفصیل سے تصنیف کیا ہے جس میں متعدد قواعد خود آپ کے ایجاد کردہ شامل ہیں۔ ان قواعد کے بارے میں علم توقیت کے ماہر مولانا ظفرالدین بہاری اپنی کتاب "**الجواھر و الیواقیت فی علم التوقیت**" میں رقم طراز ہیں:

"جس مقام کا عرض بلد اور طول بلد معلوم ہوا (ان قواعد سے) نہایت آسانی سے اس کی سمت قبلہ نکل آئے۔ آسانی اتنی کہ ان سے سہل تر بلکہ ان کے برابر بھی اصلا کوئی قاعدہ نہیں"۔

مساجد کی سمت قبلہ کی صحت اور ان بناپر نماز کی درستگی کی دینی اہمیت کے خیال سے آپ نے برصغیر کے تقریبا تمام اہم شہروں کی جہت قبلہ نکال کر ایک جدول میں بہ ترتیب حروف تہجی اس رسالہ میں شامل کر دیئے اور اس جدول میں شامل ہر مقام کے ساتھ طول بلد اور عرض بلد بھی دے دیا تاکہ اگر کوئی خود نکالنا چاہے تو سہولت ہو۔ آپ نے اپنے رسالہ "**ھدایتہ المتعال فی حد الا ستقبال**" (23) میں اپنی تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ کسی مسجد یا مصلی کی جہت قبلہ کا جہت قبلہ حقیقہ سے جب تک پینتالیس درجے کا انحراف نہ ہو" اس کی سمت قبلہ باقی رہتی ہے۔

وقت مطلوب شرعی کے سلسلے میں آپ فقط براہان ہندسے پر ہی اعتماد نہ کر لیتے بلکہ اس کے نتیجہ کو اتنے ہی قوی مشاہدہ اور تجربہ سے بھی پرکھتے کیونکہ شرعیہ مطہرہ کا مدار ہی رویت پر ہے۔

خود فرماتے ہیں: "شریعت مطہرہ نے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و عدت و طلاق و ایلہ

وغیرہ ذالک امور کے لئے اوقات مقرر فرمائے یعنی طلوع صبح و شمس وغروب شمس وشفق ونصف النہار و مثلین وروز و ماہ و سال، ان سب کے ادراک کا مدار رویت و مشاہدہ پر ہے۔ان سب میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب وقانون عقلی سے مدرک ہو جاتا۔ ہاں رویت و مشاہدہ ان سب کے ادراک کو کافی ہے"۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ رویت و مشاہدہ کو کس درجہ اہمیت دیتے ہونگے۔لہٰذا آپ کے سارے حسابات رویت و مشاہدہ پر ٹھیک پورے اترتے۔

وقت طلوع غروب نکالنے کے قاعدے جو علم ہیئت کی عام کتابوں میں دیئے ہوتے ہیں، امام احمد رضا علیہ الرحمہ ان قاعدوں کو وقت مطلوب شرعی معلوم کرنے کیلئے ناکافی (Inadequate) سمجھتے ہیں۔آپ ان قاعدوں پر اضافے (Improvements) جو انہیں وقت مطلوب شرعی نکالنے میں کافی بنانے کیلئے ضروری ہیں، یوں بیان کرتے ہیں: "شرع مطہر محمدیہ علی صاحبھا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ میں اس طلوع وغروب (نجومی) کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع وغروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق، آفتاب کی کرن چمکنا یا جانب غروب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہو جانا۔اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم درمیان ہوتا تو وقت تھا۔ مگر بالائے زمین 45 میل سے 52 میل تک علی الاختلاف بخارات و ہواء غلیظ کا محیط ہونا اور اشعۃ بصر کا پہلے اس ملاء غلیظ پھر اس کے بعد ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم ﷻ کے حکم سے اشعۃ بصریہ کیلئے موجب انکساری ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے جانب شرقی افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب باآنکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے۔

یہ انکساری ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا سال موقتین کو پیچ وتاب میں رکھا اور طلوع و غروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھری پیچ ہے جس سے آجکل عام جنتری والوں کے طلوع وغروب غلط ہوتے ہیں۔

اس انکساری کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی۔ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس مقدار اوسطا 33 دقیقہ فلکیہ ہے۔اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آگیا کہ ان 33 دقیقوں سے اختلاف منظر کے 9 ثانیے منہا کر کے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں۔یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب افق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا۔ جب قدر انحطاط معلوم ہوگی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت وطالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیئات وزیج میں دیئے ہوئے ہیں۔راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہوگیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے،منٹ،سیکنڈ پر آفتاب طلوع کرے گا اور اتنے پر غروب"۔

موجودہ سائنس اس اشعۂ بصریہ کے انکساری کو دوسری جانب سے انعطاف نور (Refraction of Light) کے نام سے جانتی ہے۔

بیولاٹیین بام اور میراسٹل مین اپنی کتاب "روشنی کیا ہے"؟ میں لکھتی ہیں۔

"سورج کی صبح افق پر طلوع ہونے سے قبل اور شام افق کے نیچے غروب ہوجانے بعد بھی دیکھ سکتے ہیں۔اس صورت میں روشنی کو جن راستوں سے گزرنا پڑتا ہے وہ خلا اور فضا ہیں۔خلا سے گزر کر ہماری دنیا کی فضا میں داخل ہوتے وقت روشنی کی رفتار سست ہوجاتی ہے۔چنانچہ اس میں خم آجاتا ہے۔

ہم میں سے بہت سے لوگوں کو اس بات کی خوشی ہوگی کہ انعطاف نور کی بدولت

ہمارے دن کچھ بڑے ہو گئے ہیں''۔

اسی بات کو مزید واضح کرنے کیلئے مصنفین نے ذیل میں دی گئی شکل بنائی ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے متذکرہ بالا انکساری کی تحقیق یہیں پر بس نہیں کی، اس انکساری پر موسمی اثرات کا بھی جائزلیا۔ فرماتے ہیں:

''معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگرچہ انکساری میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرمامیٹر اور بیرومیٹر سے ممکن اور وہ قبل از وقوع نہیں ہو سکتا مگر یہ تفاوت معتد بہ نہیں جس سے احکام شرعیہ میں کوئی فرق پڑے۔ یونہی مثلیں وسایہ ادراک (میں) بھی اسی انکساری کا قدم درمیان میں ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الراس نہ ہوا انکساری جزئیہ مدرت ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسیہ میں دی ہے۔ اس کے ملاحظہ سے پھر انہیں قوانین نے راہ پائی اور ہر روز کیلئے وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا''۔

طلوع صبح کے وقت مقدار انحطاط شمس جاننے کی طرف بھی برہان عقلی کو راہ نہیں، مدار صرف رویت پر ہے لہذا جو قاعدہ ہو گا رویت سے ہی مستفاد ہو گا۔

امام احمد رضا کے ذاتی مشاہدے اور تجربے کے مطابق:

''صبح صادق کیلئے سالہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب 18 ہی درجے زیر افق پایا ہے''۔

اوقات مکروہہ کی مدت......:

طلوع آفتاب سے کچھ وقت بعد تک اور غروب آفتاب سے کچھ وقت قبل نماز کی ممانعت حدیث شریف میں وارد ہے یہ وقت حنفیہ کے نزدیک طلوع آفتاب سے اس

وقت تک ہے کہ قرص آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی رہے اور غروب آفتاب سے قبل اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب نگاہ قرص آفتاب پر بے تکلف جمنے لگے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے تجربے اور مشاہدے کے مطابق یہ وقت تقریباً بیس منٹ ہے۔آپ نے نہ صرف فقط تجربے اور مشاہدے سے یہ عرصہ کراہت معلوم کیا بلکہ اپنی طبیعت میں راسخ تحقیقی رویہ عین مطابق اس مظہر فطرت کی کنہ بھی دریافت کی۔

آپ فرماتے ہیں کہ زمین کے سب طرف کرہ بخار ہے جو ہر طرف سطح زمین سے 45 میل یا قول اوائل پر 52 میل اونچا ہے اس کی ہوا اوپر کی ہوا سے کثیف تر ہے، جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے۔تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زائد حصہ حائل ہوگا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا اور نگاہ زیادہ پڑے گی۔آپ نے کرہ بات کو 45 میل بلند لے کر ثابت کیا کہ ایک ناظر (ن) اور مشرق سے طلوع ہوتے سورج کے درمیان افقی سیدھ میں (ن سے الف تک، دیکھئے شکل) 598 میل سے بھی زائد اس کرہ باد کے بخارات حائل ہونگے۔جوں جوں سورج بلند ہوگا یوں یوں یہ فاصلہ کم ہوتا جائے گا اور ٹھیک سمت الراس پر یہ فاصلہ ن ب۔45 میل ہوجائے گا۔

ظاہر ہے کہ اگر کرہ باد کو 52 میل بلند لیا جائے تو اس کا اور بھی زیادہ حصہ حائل ہوگا۔

آپ کے بیان کا ثبوت حسب ذیل ہے:

زمین کا نصف قطر استوائی= 3963.296 میل

زمین کا نصف قطر قطبی= 3949.79 میل

زمین کا نصف قطر معدل= 3956.543=7913.086/2 میل= r مثلث

الف ن م میں مسئلہ فیثاغورث کی رو سے:

ن الف=598.42616 میل

= 963.07355 کلومیٹر

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے اسلوب تحقیق کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ انہوں نے اپنی تحقیقات میں نری کتابوں پر بھروسہ کیا نہ خالی دلائل ہندسہ پر اور نہ فقط تجربہ مشاہدہ پر بلکہ ان سب کو جمع کیا اور احقاق حق کے اس عمل میں بہت کچھ کام اپنی ذہنی جدتوں سے لیا۔

مسافت قصر کا تعین......:

مسافت قصر کے تعین کے لئے جہاں آپ نے قول مفتی بہ 111/4 (سوا گیارہ) کوس کو، جسے ظہیریہ ومحیط برہانی ونہایہ وکفایہ شروح ہدایہ وخزانۃ المفتین وغیرہ میں علیہ الفتوی کہا، مدنظر رکھا وہاں اس مقدار کو اپنی بلد میں شرع کی شرائط کے مطابق تجربہ سے بھی حاصل کیا اور اسے رائج الوقت میں بھی تبدیل کیا۔

فرماتے ہیں "یہاں قصر ایام یعنی تحویل جدی (یعنی 22 دسمبر) کے دن میں فجر سے زوال تک سات ساعت کے قریب وقت ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی معتدل چال سے سات گھنٹہ میں بارہ قوس بے تکلف طے کر لیتا ہے جس پر بارہا کا تجربہ شاہد"۔

یہ بات بھی ان کے تحقیق کے منفرد اسلوب کی شاہد عدل ہے کہ انہوں نے فن توقیت میں عین حق تک رسائی کیلئے اپنے ارشاد کے مطابق "نہ نری کتابوں پر بھروسہ کیا نہ خالی دلائل ہندسہ پر اور نہ فقط تجربہ ومشاہدہ پر بلکہ سب کو جمع کیا۔ کہ برہان وعیان مطابق ہو گئے"۔

ایک منزل کا تعین

ایک منزل۔۱۲ کوس

ایک کوس۔۱،۶ میل

لہٰذا ایک منزل۔۱۹،۲ میل

۔۳۰،۸۹۹۴ کلومیٹر

مسافت کا قصر کا تعین

مسافت قصر= تین منزلوں کا فاصلہ 57-3/5 میل

=92.6982 کلومیٹر

=93 کلومیٹر (تقریباً)

فرسخ یا فرسنگ میں ایک منزل اور مسافت قصر

3 میل =۱ فرسنگ

مسافت قصر =19.2 فرسنگ

موسم اور کیلنڈر......:

ایک فتویٰ میں اس سوال کے جواب میں کہ ماہ رمضان شریف کبھی موسم گرما کا اور کبھی موسم سرما وغیرہ میں کیوں ہوتا ہے؟ آپ نے برصغیر میں رائج تینوں کیلنڈروں پر دلچسپ مگر غائیت درجہ محققانہ تبصرہ فرمایا جو تقویم کے موضوع پر آپ کی گرفت کا عکاس ہے۔

عربی کیلنڈر کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''موسموں کی تبدیلی خالق ﷻ نے گردش آفتاب پر رکھی: یہ آفتاب کا ایک دور

ہے کہ تقریباً 365 دن اور پونے چھ گھنٹے میں کہ پاؤ دن کے قریب ہوا، پورا ہوتا ہے اور عربی شرعی مہینے قمری ہیں کہ ہلال سے شروع اور 30 یا 29 دن میں ختم۔ یہ بارہ مہینے یعنی قمری سال 354 یا 355 دن کا ہوتا ہے تو شمسی سال سے دس گیارہ دن چھوٹا ہوتا ہے"۔

اس کے بعد قمری اور شمسی سال میں دن کا فرق فرض کر کے سائل کو رمضان شریف کی موسموں میں گردش سمجھاتے ہیں۔ پھر بکری کیلنڈر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں:

"بعینہ یہی حال ہندی مہینوں کا ہوتا اگر وہ لوند نہ لیتے۔ انہوں (یعنی ہندوؤں) نے سال رکھا شمسی اور مہینے لئے قمری۔ لہذا ہر تین سال پر ایک مہینہ مکرر کر لیتے ہیں تا کہ شمسی سال سے مطابقت رہے ورنہ کبھی جیٹھ جاڑوں میں آتا پوس گرمیوں میں"۔

پھر عیسوی کیلنڈر پر تبصرہ فرماتے ہیں۔ بلکہ نصاری جنہوں نے سال و ماہ سب شمسی لیے یہ چوتھے سال ایک دن بڑھا کر فروری 29 کا نہ کرتے تو ان کو بھی یہی صورت پیش آتی کہ کبھی جون کا مہینہ جاڑوں میں ہوتا اور دسمبر گرمیوں میں"۔

اس کی وجہ کے بیان کے دوران آپ نے اعداد و شمار کی مقداروں کی کسرات کو تحفظ دیتے ہوئے تقریبا، زائد کچھ کم وغیرہ کے الفاظ کا استعمال کیا ہے، ریاضی اور ہئیت کا طالب علم ان الفاظ کے پس پردہ ادق احتیاط اور تقویم کے موضوع پر آپ کی دسترس کو بہ آسانی دیکھ سکتا ہے۔

وجہ کے بارے میں رقم طراز ہیں:۔ یوں کہ سال 365 دن کا لیا اور (حقیقت میں ہوتا ہے 365 دن اور تقریباً پونے چھ گھنٹے کا، لہٰذا) آفتاب کا دورہ ابھی چند گھنٹے بعد کو پورا ہوگا کہ جس کی مقدار تقریبا چھ گھنٹے تو پہلے سال شمسی، سال دورہ یافتہ سے (تقریبا) 6 گھنٹے پہلے ختم ہوا، دوسرے سال (تقریبا) 12 گھنٹے پہلے، تیسرے سال (تقریبا) 18

گھنٹے پہلے، چوتھے سال تقریباً 24 گھنٹے اور 24 گھنٹے کا ایک دن رات ہوتا ہے لہٰذا ہر چوتھے سال ایک دن بڑھا دیا کہ دورہ آفتاب سے مطابقت رہے لیکن دورۂ آفتاب پورے چھ گھنٹے زائد نہ تھا بلکہ تقریباً پونے چھ گھنٹے۔ تو چوتھے سال پورے 24 گھنٹے کا فرق نہ پڑا تھا بلکہ تقریباً 23 گھنٹے کا اور بڑھا لیا ایک دن کہ 24 گھنٹے ہے۔ تو یوں ہر چار سال میں شمسی سال دورہ آفتاب سے کچھ کم ایک گھنٹہ بڑھے گا، سو برس بعد تقریبا ایک دن۔

لہٰذا صدی پر ایک دن گھٹا کر پھر فروری 28 دن کا کر لیا"۔

آخر میں ایک فقرہ پوری ریاضیاتی گہرائی اور گیرائی سے لکھا، جو فقط ایک ژرف نگاہ محقق ہی کہہ سکتا ہے اور وہ یہ کہ :"اسی طرح اور دقیق کسرات کا حساب ہے"۔



سائنس، ایمانیات اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ

(پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری)

امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ کی شخصیت آیت ذیل کی تفسیر اور مظہر تھی: ''اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ..190.. اَلَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَیَتَفَکَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ج رَبَّنَا مَاخَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبۡحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ..191..''(ال عمران)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے ..190.. جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں ج اے رب ہمارے تونے یہ بیکار نہ بنایا ج پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے ..191..''۔ (ترجمۂ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن از: امام احمد رضا محدث بریلوی)

امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے ساری زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد اور عبادت کے ساتھ ساتھ اس کا ذکر وفکر ان چاروں طریقوں سے کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے سورہ ال عمران کی 91 ویں آیت کریمہ میں بیان کیا ہے۔ چاروں طریقے مندرجہ ذیل ہیں:

آپ نماز کی ادائیگی کے وقت اپنے رب کا ذکر کھڑے ہو کر کرتے۔

آپ جب دارالافتاء میں قیام فرماتے تو اس وقت تمام فتاوٰی قرآن حدیث کی روشنی میں تحریر فرماتے اور بغیر تدبر وفکر کے فتویٰ نویسی ممکن نہیں اور یہ بات اظہر من

الشمس ہے کہ فتوی نویسی کے وقت آپ کسی کتاب کو کھول کر نہیں دیکھتے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ میں تمام کتب کے متن کو محفوظ فرما دیا تھا۔

جب آپ روزانہ صرف دو گھنٹے آرام اور سونے کی خاطر اپنے بستر پر لیٹتے تو اس وقت بھی آیات قرآنی کا ورد اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرتے۔ بستر پر آپ داہنی کروٹ لیٹتے، دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے عین سنت کے مطابق رکھتے اور بقیہ جسم کو اس طرح سمیٹتے کہ دور سے یا اوپر سے دیکھنے والے اسم ''محمد ﷺ'' کا عکس محسوس کرتا گویا وہ جاگتے، سوتے اپنے خالق و مالک کی عبادت اور ذکر میں ہمہ وقت مشغول رہتے۔

آپ کا قلم جب فتویٰ نویسی سے فارغ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جو غور و فکر سے سامنے آتیں اور قلب پر اس کی تجلیات محسوس ہوتیں ان کو قلمبند کر لیتے یعنی غور و فکر کے بعد قانون فطرت اور کرشمہ قدرت کو مختلف علوم اور فنون کے عنوانات کے تحت عربی، فارسی اور اردو زبان کے مقالات اور تصنیفات کی شکل میں محفوظ فرما لیتے۔ الغرض آپ کے اس چوتھے طریقہ عبادت اور وظیفۂ ذکر و فکر کے باعث بے شمار سائنسی تصنیفات منصۂ شہود پر آئیں ان ہی میں علم صوتیات سے متعلق بھی ایک معرکتہ الآرا تصنیف ''الکشف شافیا حکم فونو جرافیا'' بھی ہے جو 1328ھ / 1909ء میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمائی۔ اس تصنیف میں فقہی جزئیات کے علاوہ علم صوتیات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حیران کن امر یہ ہے کہ آج سے ایک صدی قبل یہ مسلمان سائنسدان بریلی شریف کی سرزمین پر فتاوی نویسی کے علاوہ وہ سب کچھ جانتا تھا جو کسی زمانے کے ایک ماہر علم صوتیات جان سکتا ہے۔ یہ فقیہہ اسلام صرف علوم دینیہ ہی نہ جانتا تھا بلکہ دیگر

تمام سائنسی علوم کی طرح وہ علم صوتیات کے علم سے بھی مکمل باخبر تھا اور اس پر مکمل دسترس رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آواز کی لہریں کیا ہوتی ہیں؟ یہ آواز کی لہریں، ہمیں کیونکر سنائی دیتی ہیں؟ یہ کچھ دور جا کر کیوں ختم ہو جاتی ہیں؟ یہ تیز ہوا میں کیونکر تیز چلتی ہیں؟ کیوں، کب اور کیسے ان آواز کی لہروں کی رفتار کم ہو جاتی ہے؟ ان لہروں کو کون سے عناصر دور تک لے جاتے ہیں یعنی آواز دور تک کیسے پہنچتی ہے؟ فضا میں لہریں کیوں کر محفوظ ہو جاتی ہیں اور ان کو کس طرح ریکارڈ کیا جاتا ہے؟ ساتھ ہی فضا میں ان لہروں میں محفوظ الفاظ سے متعلق احادیث کی روشنی میں ایک نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اچھے الفاظ کی لہریں قیامت تک اس شخص کے لئے مغفرت کی دعائیں کرتی رہیں گی۔ چنانچہ آپ رقم طراز ہیں:

"واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں۔ وہ ہی اسم مخلوقہ سے ایک امت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں کلمات ایمان تسبیح رحمان کے ساتھ اپنے قائل کے لئے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلمات کفر تسبیح الہٰی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت کما صرح بہ امام اہل الحقائق سیدی الشیخ الاکبر ﷺ والشیخ العارف باللہ تعالیٰ سیدی الامام عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ الربانی"۔

(فتاوی رضویہ۔ جلد دہم۔ حصہ دوم۔ ص: 14۔ مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کو اللہ تبارک نے سورۃ النحل کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ کا بھی جامع بنایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فسئلوآ اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ...43.. النمل

ترجمہ:......تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں (کنزالایمان)

قرآن کریم کے حروف کے حافظ کو حافظ القرآن کہا جاتا ہے جو کہ ہر زمانے میں

لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں رہیں گے۔قرآنی حروف اور الفاظ کی حقانیت،معنونیت اور مقصدیت جاننے والوں کو قرآن نے" اھل الذکر "قرار دیا ہے۔ان اہل الذکر کی بہت ساری اقسام بیان کی جاسکتی ہیں۔مثلاً:

پہلی قسم ......:

وہ لوگ یا حضرات جو ایک مخصوص شعبہ علم کے کچھ حصے کو جانتے ہیں،اس کے علاوہ دیگر علوم کو نہیں جانتے ۔مثلاً ایک نیورو سرجن دماغ کے علاوہ کسی اور اعضاء کا آپریشن نہیں کرسکتا اور دینی علوم سے نابلد ہوتا ہے۔

دوسری قسم ......:

بعض حضرات ایک مخصوص علم پر بھرپور دسترس رکھتے ہیں مگر دیگر علوم کو وہ سرسری جانتے ہیں۔مثلاً علم کیمیا کا بھرپور ماہر ہے مگر بایولوجیکل سائنس وہ نہیں جانتا اور علوم دینی سے بالکل غافل۔

تیسری قسم ......:

چند مختلف علوم میں اچھی دسترس رکھتے ہیں۔

چوتھی قسم ......:

دینی علوم سے بعض میں دسترس ہوتی ہے اور دنیاوی علوم سے بالکل ناواقفیت۔

پانچویں قسم ......:

اکثر دینی علوم پر دسترس مگر دنیاوی علوم سے زیادہ تر ناواقفیت۔

چھٹی قسم ......:

اکثر دینی علوم پر دسترس اور چند دنیاوی علوم سے بھی اچھی آگاہی۔

اس طرح کئی اقسام کی جاسکتی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے مطابق"اھل

الــذکـــر ‘‘میں شمار کیا جاسکتا ہے اور لوگ اپنی حاجت روائی کیلئے مخصوص لوگوں کے پاس جا کر اپنے مسائل کا حل حاصل کر سکتے ہیں مگر ایسے اشخاص دنیا میں کم ملتے ہیں جو اس آیت کریمہ کی مکمل اور جامع تفسیر بن جائیں۔ایسی خصوصیات بے شک ہر زمانے میں انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل رہیں کہ ہر نبی اپنے زمانے اور وقت میں اہل الذکر ہوتا کہ اس زمانے کے جو لوگ جس قسم کی معلومات چاہتے وہ نبی انکو اللہ کی دی ہوئی توفیق اور عطا سے اس کو دیتا۔ ہر زمانے میں نبی کو امتیوں کے مقابلے میں مکمل علم اور اس زمانے کے تمام علوم کا حامل بنایا جاتا ہے یہاں تک کہ سیّد الانبیاء علیہ السلام کو کل کائنات کا علم اس لئے عطا ہوا کہ آپ کل کائنات کے نبی تھے اور ہیں لہٰذا جس نے جو سوال کیا نبی کریم ﷺ نے اس کا کامل جواب عطا فرمایا۔ان علوم کی تصدیق قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات ربانی سے ہوتی ہے:

وعلمک مالم تکن تعلم ؕ و کان فضل اللّٰہ علیک عظیما

..113..(سورہ النساء)

(اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے)

نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کا سلسلہ قیامت تک رہے گا۔اگرچہ آپ ظاہری طور پر پردہ فرما کر دوسرے عالم یا عالم برزخ کو رونق بخش رہے ہیں اس لئے دنیا میں قیامت تک علمائے ربانیین آپ کے ظاہری نمائندہ خاص اور آپ کے نائب کی حیثیت سے ’’اهـل الـذکـر ‘‘ کے منصب کو پورا کرتے رہیں گے جو درحقیقت آپ کے ہی فیض و کرم سے اس منصب پر فائز ہوتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہر زمانے میں حضور ﷺ کے نائبین وجن کو خود حضور ﷺ نے بنی اسرائیل کے مثل انبیاء قرار دیا ہے۔اپنے اپنے زمانے کے علوم وفنون میں یکتائے روزگار بناتا ہے تاکہ جب کوئی

امتی کسی بھی علم وفن پر ان سے سوال کرے تو وہ اس سوال کا اطمینان بخش جواب دیں ورنہ قرآن کریم کی تعلیمات پر حرف آئے گا کہ یہ قرآن فلاں علم کی تعلیم نہیں دیتے یا یہ قرآن فلاں علم کی طرف رہنمائی نہیں کرتا جبکہ اسی قرآن کا ارشاد ہے:

کتب انزلنه الیک مبرک لیدبرو ایته ولیتذکر اولوا الالباب.

(سورۃ ص، آیت نمبر 29)

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اتاری برکت والی تا کہ اس کی آیتوں کو سوچیں اور عقلمند نصیحت مانیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون . ..3..(الرعد)

"بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو"۔

ایسی عبقری شخصیت، نائب رسول اور "فسئلو اهل الذکر" کی جامع تفسیر امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی شکل میں ملتی ہے جنہوں نے مسلسل 55 سال اس زمانے کے تمام ہی تمام علوم وفنون کے سوالات کے جوابات اس علم کی اصلاحات کے ساتھ اور بھرپور دلائل کے ساتھ دیئے۔ اسلام کے 14 سو طویل دورانیہ میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ جیسے مسلم مدبر و مفکر ہر زمانے میں موجود رہے ہیں جنہوں نے ہمیشہ قرآن وحدیث کی تعلیمات کی روشنی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے شمار نشانیوں سے لوگوں کو آگاہ رکھا اور ان اہل اسلام کے فرزندوں نے اسی قرآن وحدیث نبوی میں غور وفکر کرتے ہوئے ہر زمانے میں لوگوں کی رہنمائی کی ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ پچھلی صدیوں کے ایک ایسے ہی نامور مفکر و مدبر ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس عطیہ علم نافع کے جوہر دکھائے اور ہر علم وفن میں مستند تحریر قلمبند فرمائی جس کی مثال

برصغیر پاک و ہند میں ناپید ہے۔ برصغیر میں علوم دینیہ کے بے شمار علماء ہر زمانے میں موجود رہے مگر اکثریت علوم دنیاوی میں دسترس نہ رکھتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو دونوں علوم پر کامل دسترس دی تھی۔

راقم یہاں نہ تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے 70 سے زائد علوم وفنون کی فہرست پیش کررہا ہے اور نہ ہی ان کی سینکڑوں کتابوں اور رسائل کی فہرست قلمبند کررہا ہے کہ پڑھنے والے کو یہ گمان ہونے لگے کہ لکھنے والا تعریف وتوصیف میں بہت زیادہ غلو سے کام لے رہا ہے لیکن راقم شوقِ مطالعہ رکھنے والوں کو اس بات کی دعوت فکر ضرور دے گا کہ وہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے "فتاوی رضویہ" جو 12 مجلدات پر مشتمل ہے اور مع ترجمہ وتخریج 28 جلدوں میں شائع ہو چکا ہے اس کی کسی ایک بھی جلد کا مطالعہ ضرور کریں تو قاری کو راقم کے دعوے کی صداقت کا اعتراف ہو جائے گا۔ احقر یقین سے یہ بات کہہ رہا ہے کہ مطالعہ کرنے والا فتاوی رضویہ کی ہر جلد میں ان گنت علوم کی فہرست مرتب کرتا چلا جائے گا اور پھر خود اس حقیقت تک پہنچ جائے گا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو دینی علوم پر دسترس کے ساتھ ساتھ تمام دنیاوی علوم پر بھی کامل دسترس عطا کی تھی۔

مسلمان سائنسدانوں کی فہرست بہت لمبی ہے مگر امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ ایک منفرد سائنس دان ہیں۔ وہ جب بھی کسی دنیاوی، سائنسی علوم پر بحث کرتے ہیں تو اس بحث کے شروع یا آخر میں یا جہاں مناسب سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان اور یقین کا اظہار بھی ضرور کرتے ہیں اور وہ قاری کو اس بات کی طرف ضرور توجہ دلاتے ہیں کہ نظام فطرت (سائنسی قانون) ایک طرف اور اللہ کی قدرت ایک طرف اور وہی مقدم کہ وہ خالق کل اور مالک حقیقی ہے۔ اگرچہ کائنات کا

سارا سسٹم ایک فطرت کے تحت رواں دواں ہے اور عموماً اپنی فطرت کے مطابق چلتا بھی رہے گا مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہر آن اس سسٹم پر فوقیت رکھتی ہے اور ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضہ ہے کہ اس کی قدرت پر ایمان ضرور رکھے۔ یہاں مختصراً امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی دنیاوی علم پر ایک بحث کا حصہ ملاحظہ کیجئے جس میں ایک طرف قانون فطرت بتا رہے ہیں تو دوسری طرف اللہ کی قدرت کی فوقیت کو ظاہر کر رہے ہیں اور یقیناً ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ فتاوی رضویہ جلد اول میں ایک مقام پر پانی کی رنگت پر بحث کرتے ہوئے آبی بخارات (Water Vapors) کے اجزاء کے متعلق بتاتے ہیں کہ یہ اجزاء کیونکر بادلوں (Clouds) کی صورت میں نظر آتے ہیں اور برف کے اجزاء اگرچہ پانی کے اجزاء سے باریک ہیں مگر کیونکر برف اوپر سے نیچے گرتی ہے؟ بحث ملاحظہ کیجئے:

''شرح مواقف میں علوم بالحس کی بحث میں موجود ہے کہ برف شفاف اجزاء (Transparent Particles) کا مرکب ہے۔اس کا کوئی رنگ نہیں بلکہ وہ پانی کے باریک اجزاء (Fine Particles) ہیں۔ پانی کے رنگ کی نفی میں یہ عبارت ظاہر ہے۔ اگر تو کہے تو ہوسکتا ہے کہ اجزاء کے باریک ہونے کی وجہ سے رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو (اقول) میں کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں۔ کہ بادل کے بخارات میں رنگ ظاہر ہوتا ہے اور یہ رنگ پانی کے اجزاء کا رنگ کا ہے حالانکہ یہ اجزاء برف کے اجزاء سے بھی زیادہ باریک ہیں، یہی وجہ ہے کہ برف اوپر سے گرتی ہے اور بخارات اوپر اٹھتے ہیں اور باریک ذرہ اگر علیٰحدہ ہو تو وہ نظر نہیں آتا تو اس کا رنگ کیسے نظر آئے گا اور چھوٹے اجزاء جب جمع ہوں تو نظر آتے ہیں تو ان کا رنگ بھی نظر آئے گا۔

(فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد سوم۔ ص:۲۳۶، مطبوعہ لاہور)

(فتاویٰ رضویہ۔ اصل جلد اول۔ ص:۵۴۷۔ مطبوعہ کراچی)

آگے چل کر مزید تفصیل میں جاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اگر تو کہے کہ جسم کیسے دکھائی دیتا ہے جبکہ اجزاء تو نظر نہیں آتے تو اولا میں کہتا ہوں کہ نگاہ انسانی فطری طور پر انتہائی باریک چیز کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے جبکہ وہ چیز منفرد (Single Partricle) ہو لیکن اگر اس چیز کے ساتھ اس کی متعدد امثال مجتمع ہوں تو ظاہر ہو جاتی ہے۔ جیسے سفید بیل، کی جلد ہر سوئی کے سر کے برابر سیاہ نقطہ (Fine Black Spot) دکھائی نہیں دیتا لیکن اگر متعدد سیاہ نقطے مجتمع ہوں تو نظر آنے لگتا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد دوم۔ ص ۱۷۳۔ مطبوعہ لاہور)

اس انتہائی تفصیلی بحث کو سمیٹتے ہوئے آخر میں قدرت خداوندی پر اپنے ایمان و ایقان کا اظہار فرماتے ہیں:

''دلیل فلاسفہ کے مذہب کے مطابق اگر مان لیں فبہا و گرنہ ہماری دلیل ایمان یہ ہے کہ نگاہیں اور تمام چیز اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارادے کے تابع ہیں اگر وہ چاہے تو ایک اندھا تاریک رات میں سیاہ چیونٹی کی آنکھ کو دیکھ سکتا ہے اور اگر وہ نہ چاہے تو دن کی روشنی میں فلک بوس پہاڑ سے نیلگوں آسمان کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ چونکہ اس نے چاہا کہ اجزاء انفرادی طور پر نظر نہ آئیں اور جب مجتمع ہوں تو نظر آنے لگیں لہٰذا جیسا اس نے چاہا ویسا ہی واقعہ ہوا''۔ (فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد دوم۔ ص:۱۷۵۔ مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علم صوتیات پر دسترس کو ڈیرہ غازی خاں کے اسکالر اور رضا اسلامک سینٹر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد مالک نے تفصیل سے جائزہ لیا اور ایک کتاب ''امام احمد رضا اور علم صوتیات'' کے نام سے ترتیب دی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے

جدید ٹیلی کمیونیکیشن سسٹم کو امام احمد رضا کے بتائے ہوئے قوانین سے تقابل کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب میں امام احمد رضا کی علم صوتیات پر مکمل گرفت ثابت کی ہے۔ مثلاً امام احمد رضا محدث بریلوی نے ایک صدی قبل ۱۳۲۸ھ، ۱۹۰۹ء میں اپنے رسالے "الکشف شافیہ حکم فونو جرافیا" میں اپنے مشاہدات کی بنا پر فکر انگیز تحقیق پیش کی۔

"عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یا قرع (Strikes/ Collides) وقلع (Seprate) ہے اور اس کے سننے کا وہ تموج کو تجدد (Renwed undualation) وقرع تا ہوائے جوف (کان) سمع ہے۔ متحرک اول کے قرع سے ملا مجاور میں جو شکل وکیفیت مخصوصہ بنی تھی، کہ شکل حرفی ہوئی تو وہی الفاظ وکلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش (حرکت) بھی دی اس کی جنبش نے اپنے متصل (Next) کو قرع کیا اور وہی پٹھا (Harmonic motion Ware) کہ اس میں بنا تھا اس میں اتر گیا یونہی وہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں۔ اگرچہ جتنا فصل (Distance) بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ تموج (Ware undualtion) وقرع (Next Strike) میں ضعیف آتا جاتا ہے اور ٹھپکا ہلکا پڑتا ہے، ولہٰذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حرف سمجھ نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد (Limit) پر تموج (Wave) ختم ہو جاتی ہے"۔

(فتاوی رضویہ۔ جلد ۱۰۔ حصہ دوم۔ ص ۱۳، مطبوعہ کراچی)

جناب ڈاکٹر مالک رقمطراز ہیں کہ ایشین مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے 90 برس قبل اپنے تجربات و مشاہدات کی بناء پر فکر انگیز تحقیق پیش کر کے عالم اسلام میں سبقت حاصل کر لی (بحیثیت مسلم سائنسدان) اور یہ تحقیق آج

کل D.H.M (Damped Harmonic Motion) کہلاتی ہے۔ مذکورہ بالا فکرانگیز تحقیق کی شرح انگریزی زبان میں یوں کی جا سکتی ہے۔

"Sound waves travel in the medium in a fashion that a sound source produce sound.The energy is taken by a molecule to molecule and it exhibits simple Harmonic Motion. These Molecules strike/ collids with other molecules. The second molecule now Collides with 3rd molecule or this process of collision carries on Finally the molecule receives the energy released by the sourse of sound and transmits this energy to the sound detector which may be human ear In case of damped hormonic motion, actually the amplitudes of the oscillation gradually decreases to zero, with the passage of time, as a result of friction force. This motion is said to be damped motion by friction and is called Damped Hormonic Motion"

(امام احمد رضا اور علم صوتیات۔ ص34، مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز علم کو دوسروں تک منتقل کرنے کیلئے اتنے مخلص تھے کہ سائل سوال اگر تفصیل سے نہیں بھی کرتا یا سائل کے سوال میں اس علم کی تحقیق مدنظر نہ بھی ہوتی مگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس سائل کے جواب میں آنے

والے زمانے کے تشنہ لوگوں کی پیاس کا بندوبست فرما دیتے اور یہ بھی ثابت کر دیتے کہ کسی بھی سوال کا جواب سو فیصد اس وقت ہی صحیح ہو سکتا ہے جب اس علم کو مفتی جانتا ہو۔ اگر مفتی اس علم کی گہرائی اور گیرائی سے واقف نہیں تو سرسری جواب تو دے سکتا ہے مگر غلطی کا احتمال رہ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو ہر علم کا فہم عطا فرمایا تھا لہٰذا اللہ کی اس عطا کا دوبارہا مظاہرہ قلم کے ذریعہ فرماتے ہیں۔

مثلاً اگر مفتیان کرام سے یہ سوال کیا جائے کہ تیمم کیلئے کیا شرائط ہیں تو سب کا متفقہ جواب ہوگا کہ پتھر، مٹی، چاک۔ پھر وہ پتھروں کو گنوا دیں گے کہ یہ پتھر ہے ان پتھروں سے تیمم ممکن ہے اور جو پتھر نہیں ان سے تیمم بھی نہیں ہے اور جب ایسا کوئی مسئلہ سامنے آیا کہ کوئی شئے پتھر ہے یا نہیں تو عمومی فیصلہ یہ دیا جائے گا کہ اگر وہ نسل پتھر سے تعلق رکھتا ہے تو اس سے تیمم جائز ہے ورنہ نہیں۔ مگر یہ جواب کوئی نہ دے گا وہ پتھر کیوں ہے اور کیوں نہیں۔ ہاں وہی مفتی جواب دے سکے گا جس کو پتھر بننے کے تمام عمل معلوم ہوں گے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ ان ہی مفتیوں میں شامل ہیں جو پتھر کے بننے کے عمل سے واقف ہیں چنانچہ مرجان یا مونگا جسے (Coral) بھی کہا جاتا ہے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے طویل تحقیق کے بعد اس کو چٹان میں شامل کیا ہے۔ وہ اپنے رسالہ "المطھر السعید علی بنت جنس الصعید" میں ایک جگہ محشی رملی کے جواز کا موقف بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مرجان / مونگا دوسرے پتھروں کی طرح ایک پتھر ہے جو سمندر میں درختوں کی طرح بڑھتا ہے اس لئے عامہ کتب میں جواز پر جزم ہے"۔

(فتاوی رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد 3۔ ص 686۔ مطبوعہ لاہور)

آگے مزید اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اقول! اصحاب احجار (ماہرِ حجریات) نے اس کے حجر (پتھر) ہونے کی تصریح کی اور اسے حجر شجری (Treelikestone) کہا نہ کہ شجر حجر (Stone like tree)"۔ (ایضاً)

آگے چل کر جامع ابن بیطار کے حوالے سے ارسطو کی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بسند (شاخ دار مونگا) اور مرجان (بغیر شاخ کا مونگا) ایک ہی مرجان کو کہتے ہیں۔ فرق یہ کہ مرجان اصل ہے اور بسند فرع مرجان میں تخلخل (Rings) اور سوراخ (Cavity) ہوتے ہیں اور بسند درخت کی ڈالیوں کی طرح پھیلتا اور بڑھتا ہے اور ڈالیوں کی طرح اس میں شاخیں بھی نکلتی ہیں"۔ (ایضاً)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ مرجان کو پتھر کی قسم ہی سمجھتے ہیں اور اس کو سمندری چٹان کا حصہ قرار دیتے ہوئے جنس زمین قرار دیتے ہیں تیمم کو اس سے جائز سمجھتے ہیں چنانچہ آپ کا حکم شرعی ہے:

"لا جرم اس سے جواز تیمم میں شک نہیں" (فتاوی رضویہ۔ جلد سوم۔ ص، ۶۸۔ مطبوعہ لاہور)

اسی طرح جب ایک سائل نے ریاست رامپور محلہ چاہ شور سے ۱۲، رمضان المبارک 1328ھ میں سوال کیا کہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

"فونوگراف سے قرآن مجید سننا اور اس میں قرآن شریف بھرنا اور اس کام کی نوکری کر کے یا اجرت لے کر یا ویسے ہی اپنی تلاوت کا اس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعار حمد و نعت کے بارے میں کیا حکم ہے اور عورت کے ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اس سے سننا بھی ایسا ہی حرام ہے جس طرح اس سے باہر سننا یا کیا۔ بینوا توجروا"۔

(فتاوی رضویہ۔ جلد ۱۰۔ حصہ دوم۔ ص ۱۱، مطبوعہ کراچی)

(فتاویٰ رضویہ۔ جدید ایڈیشن۔ جلد ۲۳، ص ۴۱۱۔ مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا علیہ الرحمہ ایک مفتی کی حیثیت سے اس کا چار لائنوں میں بھی جواز یا عدم جواز کا فتویٰ دے دیتے لیکن آپ نے علم صوتیات کے ماہر کی حیثیت سے اس بات کا جائزہ لیا کہ آواز کی حقیقت کیا ہے اور یہ کس طرح فضا میں سفر کرتی ہے اور کانوں تک پہنچتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس کا جواب رسالہ کی صورت میں دیا اس جواب کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے:

''یہاں ہمیں دو باتیں بیان کرنی ہیں ایک یہ فونوگراف (Gramophone) سے جو آواز آتی ہے وہ بعینہٖ (Same) اس آواز کنندہ کی ہوتی ہے جس کی صورت (آواز) اس میں بھری ہے۔ قاری ہو، خواہ متکلم، خواہ آلۂ طرب وغیرہا۔ دوسرے یہ کہ بذریعہ تلاوت جو اس میں ودیعت ہوا پھر بحرِیک آلہ (Instrument) جو اس سے ادا ہوگا سنایا جائے گا حقیقتاً قرآن عظیم ہی ہے۔ اب ہم ان دو دعوؤں کو دو مقدموں میں روشن کریں گے۔ وباللہ توفیق

مقدمہ اولیٰ کا بیان ان امور کی تحقیق چاہتا ہے:

۱)...... آواز کیا چیز ہے؟ ۲)...... کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ ۳)...... کیونکر سننے میں آتی ہے؟ ۴)...... اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے؟ ۵)...... کان سے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے؟
۶)...... آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی چیز کی؟
۷)...... اس کی موت کے بعد باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟ (فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۰۔ حصہ دوم۔ ص ۱۱)

مقدمہ اولیٰ پر مندرجہ بالا عنوانات کے تحت اپنے طویل سائنٹفک دلائل کے بعد آخر میں جو نتیجہ اخذ کیا وہ ملاحظہ کیجئے:

''بالجملہ شک نہیں طبلہ، سارنگی، ڈھولک، ستار یا ناچ یا عورت کا گانا یا فحش گیت وغیرہ وغیرہ جن کی آواز کا فونو سے باہر سننا حرام ہے بلاشبہ ان کا فونو سے سننا بھی حرام ہے نہ یہ کہ اسے محض تصویر و حکایت قرار دے کر حکم اصل سے جدا کر دیجئے۔ یہ محض باطل و بے معنی ہے'' (فتاویٰ رضویہ۔ جلد ۱۰، حصہ دوم۔ ص ۱۸)



متکلم اسلام مولانا احمد رضا خاں اور فلسفہ باطلہ کا ابطال

(ڈاکٹر رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی)

فلسفہ کے اوہام باطلہ اور منظومات فاسدہ نے اسلامی عقائد پر کتنا بڑا اثر ڈالا ہے۔ اس کا اندازہ اہل فکر ونظر کو بخوبی ہوگا۔ قوم وملت کی اس اہم ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے ہی فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اس موضوع پر بھی عمدہ تحقیقات کی ہیں۔ اس فن میں بھی یوں تو آپ نے بہت کچھ تحقیقی کام کیا ہے مگر آپ نے تصنیف ''الکلمتہ الملهمه فی الحکمته المحکمته لوھاء الفلسفه المشئمه''۔

بہت ہی اہمیت کی حامل ہے اس کتاب میں فلسفہ قدیمہ کے ابطال ورد میں بڑی عمدہ تحقیقات ملتی ہیں جن میں سے ایک کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔ خدائے ذوالجلال اپنی خالقیت میں یگانہ وواحد ہے اور کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے اس بات کا اثبات اسلامی دلائل کی روشنی میں بالکل واضح ہے لیکن اس کے برخلاف فلاسفہ کا یہ گمان فاسد ہے کہ واجب تعالیٰ کے ساتھ ہی عقول بھی شریک تخلیق ہیں اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صرف عقل اول کو پیدا کیا ہے اور اس کی تخلیق کے بعد (معاذ اللہ) وہ ناکارہ معطل ہوگیا اس کے بعد عقل اول نے عقل ثانی کو پیدا کیا اس کے ساتھ ہی فلک تاسع کو عالم وجود میں لایا گیا۔ عقل ثانی نے عقل ثالث اور فلک ثامن کو پیدا کیا۔ یونہی ہر عقل ایک عقل اور ایک فلک بناتی آئی یہاں تک کہ عقل تاسع نے عقل عاشر اور فلک و قمر بنائے پھر عقل عاشر نے تمام دنیا کی تخلیق کی اور اسے ہی وہ پوری طرح فعال مانتے ہیں اور دنیا کے تمام افعال وتغیرات کا اسے ہی موجد ٹھہراتے ہیں۔ اپنے اس دعوے کے اثبات میں وہ حضرات یہ شبہ پیش کرتے ہیں۔

"واجب تعالیٰ واحد محض ہے اور جو واحد محض ہوتا ہے اس کیلئے تعدد جہات بھی نہیں ہوتا ہے۔لہٰذا واجب تعالیٰ کیلئے بھی تعدد جہات نہ ہوگا اور چونکہ خالق اشیاء متعدد فرض کئے جانے کی صورت میں تعدد جہات لازم آئے گا۔اس لئے واجب تعالی سے شئے واحد کے علاوہ دوسری اشیاء کا صدور محال ہوگا"۔فلاسفہ کے اس اعتراض جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے اور اس کی صفات عالیہ کا انکار کیا ہے کا جواب دینے سے پہلے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا علیہ الرحمہ ان پر الزامی سوال کرتے ہوئے دلیل لائیں جس کے رد میں ہمارے اکثر متکلمین مصروف ہوئے اور لماولا نسلم کا سلسلہ بڑھا۔حالانکہ اس دعوے و دلیل کو ہاتھ لگانے کی اصلاً حاجت نہ تھی ہمیں نہ کچھ مضر تھا اور نہ ہی ان مشرکین کو کچھ نافع تھا"۔

یہ تو الزامی سوال تھا جس میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے فلسفہ باطلہ کے پیروؤں سے اپنے اس مذکورہ بالا دعوے پر دلیل لانے کا چیلنج دیا ہے۔اور ان شاء اللہ یقین کامل ہے کہ یہ عقل کے اندھے اور شعور سے بیگانے قیامت تک بھی اس میں کامیاب نہ ہوسکیں گے۔اس کے ساتھ مولانا محترم نے اس کا بڑا ہی مدلل و مسکت جواب دیا ہے جو چار بڑے ہی اہم دلائل و براہین پر مشتمل ہے اور اپنے اندر پوری طرح مکمل ہے۔قارئین کی دلچسپی اور اضافہ معلومات کیلئے اسے یہاں پر ہم ان کی کتاب "الکلمته الملهمه.........." سے نقل کر رہے ہیں۔

بُرہان اوّل......:

ان خبثا سے پوچھا گیا کہ عقل اول بھی تو ایک ہی چیز ہے ان سے دو (۲) بلکہ ابن سینا کے ظاہر کلام پر پانچ کس طرح صادر ہوئے؟ (۱) عقل ثانی۔(۲) فلک

تاسع۔ (۳) اس کی صورت (۴) اس کا نفس مجردہ (۵) نفس منطبعہ۔

یہ نفسی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عقل اول اگرچہ اپنی ذات میں واحد ہے مگر وہ جہات واعتبارات رکھتی ہے۔ اب مضطرب ہوئے کیوں کہ اس پر بھی متفق نہ ہو سکے بلکہ کسی نے دو جہتیں رکھیں۔

(۱) مکان ذاتی (۲) وجوب بالغیر اور ان دو جہتوں سے ہی فلک اور عقل صادر ہوئے۔ بعض بولے کہ فلک میں نرا جسم ہی تو نہیں نفس بھی تو ہے تو کیا دو جہتیں کافی ہوں گی انہوں نے تیسری کا اور اضافہ کیا اور اس کا نام رکھا "وجود فی نفسیہ" اس کے بعد کچھ اور فلسفی چونکے انہوں نے کہا جسم فلک میں دو اور جوہر ہوتے ہیں جن کو "ھیولٰی اور صورت" کہا گیا ہے اس طرح اس میں چوتھی صفت کا اضافہ ہوا۔ بعض نے شاید یہ خیال کیا کہ ابھی نفس منطبعہ رہ گیا انہوں نے پانچویں کا اور اضافہ کیا اور اس کا نام رکھا "عقل کا اپنے آپ کو جاننا" فلاسفہ کے اس بے بنیاد دعوے پر امام فلسفہ و منطق مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے بڑا بلیغ اعتراض کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

اے سفیہو!...... ایسے جہات کیا مبداء اول میں نہیں؟ ہمارے نزدیک بھی تو خدا کا (۱) وجود ہے۔ (۲) وجود ہے۔ (۳) اپنی ذات کریم کو جانتا ہے۔ (۴) اپنے ہر غیر کو جانتا ہے۔ (۵) نہ جوہر ہے۔ (۶) نہ غرض ہے۔ (۷) نہ مرکب (۸) نہ متجزی نہ جسم نہ جسمانی نہ مکانی نہ زمانی...... نہ...... نہ...... نہ الیٰ آخرہ۔ خبثا کا صریح ظلم کہ عقل میں جہات لے کر اسے تو موجد متعدد اشیاء مانیں اور یہاں محال جانیں"۔ (الکلمۃ الملھمہ۔ ص۲۲)

یعنی یہ ترجیح بلا رجح باطل ہے لہٰذا فلاسفہ کا یہ قول بھی امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کی دلیل باعدیل سے ثابت ہوا کہ عقل اوّل کو چند جہتوں کے اعتبار سے چند اشیاء

کا موجد بنا ڈالیں اور واجب جس میں غیر متناہی جہت ہیں اس کو ان جہات کے اعتبار سے خالق اشیاء تسلیم نہ کریں اور ان کے ہی قول کے سبب ترجیح بلا باطل ہے لہٰذا فلاسفہ کا یہ قول بھی پوری طرح ثابت ہوا کہ واجب تعالیٰ صرف خالق اول ہے اور اس کے وہ ناکارہ معطل ہو گیا۔

قارئین کرام! غور فرمایئے کہ امام اہلسنت فاضل بے بدل احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے فلاسفہ کے اس باطل عقیدے کو کتنے واضح و مدلل طریقے پر غلط ثابت کر دیا ہے۔ آپ کی اس تحقیقات کی روشنی میں فلاسفہ جو الزامات آج تک اہل مذاہب پر لگاتے رہے تھے آج خود اسی میں الجھے ہوئے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام صیاد آ گیا

یعنی فلاسفہ دوسروں پر بلا وجہ بطلان فساد کا بوجھ ڈالتے تھے آج خود انہی کی گردنوں کیلئے وبال جان بن چکا ہے مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ کے ذریعے فلاسفہ کے اس رد بلیغ نے اب پوری طرح سے فلسفہ کو کم مائیگی اور بے بسی کی قلعی کھول دی ہے۔

اس واضح اور روشن دلیل کے بعد فلسفہ کے بطلان کیلئے اب مزید کسی اور دلیل کی ضرورت تو نہ تھی مگر ان کے شکست و ریخت کیلئے فلسفہ کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کے ارادے سے آپ نے مزید دلیلیں پیش فرمائیں ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ نے ان دلائل کی روشنی میں پوری طرح ثابت فرما دیا ہے کہ ان فلاسفہ کا قول ''لا یصدر عنہ الواحد ا'' خود ہی مجتمع تناقض و منبع فساد ہے۔

بُرہان ثانی.......:

فلاسفہ کے اس باطل عقیدے کی امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ایک اور دلیل کے

ذریعے تردید کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"ان فلسفیوں نے عقل میں پانچ جہتیں نکالیں۔(۱) امکانی ذاتی (۲) وجوب بالغیر (۳) وجود فی نفسہ۔(۴) اس کا اپنے کو موجد جائز کرنا۔(۵) عقل کا اپنے آپ کو پہنچانا۔

ان تمام جہتوں کے اعتبار سے انہوں نے اسے پانچ اشیاء کا موجد میں ان فلاسفہ سے پوچھتا ہوں کہ عقل اول میں جہت تشخیص بھی ہے لہذا تم اسے اس جہت کے اعتبار سے خالق کیوں نہ بنایا؟ ترجیح بلا مرجح کیسی؟ (الکلمتہ الملھمہ.....ص۔۲۳)

والمستلزم للمحال محال نفسہ فقولک باطل"

مندرجہ بالا اقتباس میں مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ فلاسفہ ترجیح بلا مرجح باطل قرار دیتے ہیں حالانکہ اگر خود ان کے کلام کا جائزہ لیا جائے تو ترجیح بلا مرجح سے بھرا پڑا ہے کیوں کہ انہوں نے عقل کو جہت بالغیر کے اعتبار سے مثلاً خالق بنایا مگر باوجودیکہ تشخص کی جہت بھی موجود تھی۔ لیکن اس کے اعتبار سے خالق نہ بنایا۔

بُرہان ثالث.......:

اس ضمن میں تیسری دلیل کے طور پر امام فلسفہ مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ اس طرح رقمطراز ہیں:

فلاسفہ کے اس اشد ظلم کو دیکھئے کہ عقل اول میں اس کا امکان جہت رکھا۔ حالانکہ افتقاء فی الوجود ہے نہ جہت افاضہ وجود".....المکلمۃ المھلمۃ ص: (۳۳)

اس دلیل کی وضاحت یہ ہے کہ فلاسفہ نے عقل اول میں امکان کو جہت خالقیت

وایجاد بنایا حالانکہ یہ امکان محتاج الی الوجود ہونے کا سبب و جہت ہے اور جو سبب احتیاج الی الوجود ہو وہ سبب عدم احتیاج الی الوجود (ای الایجاد) کیسے ہوگا۔ یہ تو اجتماع نقیضین وانقلاب ماہیت ہے۔لہٰذا امکان کو جہت ایجاد قرار دینا درست نہ ہوا۔

امام اہلسنت جامع علمیت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے فلاسفہ باطلہ کے غیر فرسودہ نظریات کے ردواستیصال کے سلسلے میں یہ چند دلائل تھے۔اب آیئے! آخر میں آپ کی اس دلیل کا بھی جائزہ لے لیں جس میں آپ نے فلاسفہ کے قول "الواحد الا یصدر عنہ الواحد"۔ ہی کو پوری طرح باطل ونا کارہ ثابت کر دیا ہے۔

بُرہان رابع ......:

اس موضوع پر فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی یہ وہ عظیم الشان دلیل ہے جس نے فلاسفہ باطلہ کے اس موہوم ولایعنی نظریئے کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں ہیں۔اور اسلام کے عقیدۂ الٰہیہ ،اور اس کے واحد و وقار مطلق ہونے کا پورا پورا ثبوت دے دیا ہے۔ جس کے بعد اب سلسلے میں کسی طرح کے شک واشکال کی ذرا بھی جگہ نہ رہی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"اس سلسلے میں ہماری گفتگو واحد محض موثر من حیث المو ثر میں ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ ایجاد کیلئے وجود خارجی شرط ہے کیونکہ جو خود موجود خارجی نہ ہو وہ کسی دوسرے پر افاضہ وجود کیا کرے۔لہٰذا موجد کیلئے وجود خارجی شرط ہے اور تمہارے ہی قول کے مطابق ہر فاعل ومصدر کیلئے مصدریت ضروری ہے۔اب واحد محض کیلئے دو چیزیں ضروری ہوئیں (ا) وجود خارجی (۲) مصدریت۔اس کے علاوہ وہ تمام خصوصیات مثلاً ذات تقرر، وجود تعین جو شرائط ایجاد ہیں ان کا بھی اعتبار ہوگا۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اب بھی موثر من حیث ہو موثر واحد محض رہا؟ یا اش

فلاسفہ کا جواب یہ ہوگا کہ وہ واحد محض نہ رہا کیونکہ اس کے متعدد جہات پیدا ہو گئیں لہٰذا یہ لازم آیا کہ جسے واحد محض نہ رہا اور تمہارے قول "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" کا مفہوم اب یہ ہوگا وہ واحد محض نہیں اس سے ایک ہی شئے صادر ہوگی اور یہی اجتماع نقیضین ہے۔ اور ایسا جامع نقیضین کلام خود ہی محال ہوگا۔ نہ یہ کہ اس سے کسی شئے واحد کے صدور اور عدم صدور ہی سے بحث کی جائے"۔ (الکلمۃ الملهمہ، ص ۲۶)

مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کتنے مدلل اور پختہ طریقے سے امام الکلام جامع فلسفہ واسلام فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے فلسفہ باطلہ کے اس موہوم نظریئے کی دھجیاں اڑا دی ہیں جس میں خدائے تعالیٰ کو ایک طرح سے ناکارہ و بے بس خیال کر کے اس کے متعدد قائم مقام ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ آپ نے نہایت مضبوط و پختہ طریقے سے اس خلاف اسلام نظریئے کا رد کرتے ہوئے اسلام کے عقائد و نظریات کا تحفظ کیا ہے اور اس پر چار عظیم الشان براہین پیش کر کے فلاسفہ باطلہ کے ماننے والوں کو دندان شکن جواب دیا ہے۔ اور پوری طرح سے ثابت کر دیا کہ دعوے اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک لہ اور قادر مطلق قرار دیا جانا ہر طرح سے صحیح اور حق ہے۔ اس طرح مولانا موصوف نے باریک بینی اور عقل و شعور سے کام لیتے ہوئے فلسفہ کے غیر اسلامی نظریئے کو تحقیقی انداز سے پرکھا اور نہایت قوی براہین و دلائل سے اس کا ابطال کیا۔ اور آپ نے کس قدر تحقیق اور گہرائی کے ساتھ فلسفہ کا وہ اصلی چہرہ بے نقاب کر دیا ہے جو سراسر لغویات و خرافات کا مجموعہ ہے۔ ان سے جہاں آپ کے بے مثال محقق ہونے کا ثبوت ملتا ہے وہیں یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ دیگر علوم و فنون کی طرح فلسفہ و منطق پر بھی آپ کی گہری نظر تھی اور اس امید میں بھی آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور تحقیق زلزلہ

(پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری)

اس سے قبل کہ سائنسداں امام احمد رضا قادری بریلوی (1340ھ /1921) علیہ الرحمہ کا زلزلہ سے متعلق موقف پیش کروں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلے اختصار کے ساتھ زلزلے سے متعلق بنیادی معلومات فراہم کروں تا کہ مطالعہ کرنے والے قارئین حضرات یہ جان سکیں کہ برصغیر پاک و ہند کے عظیم سائنسدان علم کے ہر گوشہ سے بھرپور واقفیت رکھتے تھے اور ہمیشہ اپنا موقف قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کیا ۔افسوس اس بات کا ہے کہ دور حاضر میں ۹۹ فیصد مسلمان اور مسلم سائنسدان آج صرف اور صرف مغربی افکار کا مطالعہ کرتے ہیں اور ان خیالات اور تحقیق کو حرف آخر سمجھتے ہیں وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ آج دنیا کی ساری ترقی پچھلے مسلمان سائنسدانوں کی مرہون منت ہے کاش کہ مسلمان فی زمانہ بھی قرآن وحدیث کا عمیق مطالعہ کریں اور علم سے متعلق اپنا علیحدہ موقف قرآن وحدیث کی روشنی میں پیش کریں اور دین کا علم بلند رکھیں۔

زلزلہ کیا ہے؟

زمین میں اگر تھرتھراہٹ پیدا ہو یا زمین میں دراڑیں پڑ جائیں یا اچانک زمین پہاڑ کا کچھ حصہ ایک دوسرے سے میلوں دور کھسک جاتا ہے زمین الٹ جاتی ہے کہیں کہیں زمین پھٹ جاتی ہے جس کے باعث بعض دفعہ زمین ایسے جھولتی ہے جیسے کوئی جھولے پر بیٹھا ہو، گڑگڑاہٹ اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ بعض وقت اموات اسی آواز کے باعث ہو جاتی ہیں یہ سب کیسے ہوتا ہے اس کیلئے وہ اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

A sudden motion or trembing in the Earth caused by the abrupt release of slow accumulated byfaulting of volocanose)(Glossery p.151 Earth quake:a shaking of the ground caused by the sudden dislocation of material with in the earth some earth quakes are so slight that they are bare.felt, others are so violent that they cause extensive damage.

the focus of an earthquke is the centre of the region where the earth quake originates andit usually less that 20 miles below the earth,s surface-The qreatest record is 450 miles below the surface of the earth. The point on the earth,s surface directly above the focus is called the Epicen.tre near which most earth quake demages occurs(the webstar Encyclopedia.vol.6p.186)

زلزلے کا مرکز

زلزلہ اگرچہ کہیں بھی کسی بھی وقت آسکتا ہے مگر اس کے کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں یہ اکثر آتے رہتے ہیں مثلاً شمالی اور جنوبی امریکہ کا مغربی ساحلی علاقہ اور جاپان، فلپائن کا علاقہ 85% فیصد زلزلہ کی زد میں جبکہ ہمالیہ، کوہ قاف، کوہ الپائن یورپ تک پہاڑی سلسلہ 10% فیصد زلزلہ سے متاثر رہتا ہے جبکہ بقیہ 5% فیصد زلزلہ دنیا میں کہیں بھی آسکتا ہے۔

زمین کا وجود سائنس کی تحقیق کے مطابق 4500 ملین سال قبل ہوا تھا جبکہ قرآنی

معلومات کے مطابق انسان کی پیدائش سے 6 دن پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے اندر ہے تخلیق فرمایا لیکن اس حقیقت کا کوئی تعین نہیں کہ اللہ ﷻ کا ایک دن ہمارے کتنے سالوں کے برابر ہے اگر ایک دن 1000 ملین کے برابر ہو جائے تو سائنس کا اندازہ صحیح ہو سکتا۔ بہر کیف جب زمین وجود میں آئی آگ کا ایک دھکتا ہوا گولا تھی آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہوئی جس کے باعث اوپر تو آتشی چٹانیں بن گئیں مگر اس کے نیچے یا زمین کے خول میں لاوا مائع کی صورت میں موجود رہا جو ہر وقت اس طرح گھوم رہا ہے جس طرح کوئی انسان ہاتھ سے لسی بناتا ہے تو دہی گھومتا ہے اور اوپر کا نیچے اور نیچے کا اوپر ہوتا رہتا ہے بالکل اسی طرح یہ لاوا زمین کے اندر گھوم رہا ہے اور اوپر کی چٹان پر آکر ٹکراتا بھی ہے اور کہیں کہیں سے آتش فشاں کے پھٹنے کا باعث بھی ہو جاتا ہے۔

آتشی پہاڑ زمین پر (Continetalcrust) اور سمندر کے تہہ کے نیچے Oceanic crust کی صورت میں چاروں طرف سے لاوا کو ڈھانپے ہوئے ہیں اور یہ سخت موٹی تہہ دوسرے سے دور ہو رہی ہیں کہیں یہ Crust plate میں تقسیم ہیں اور یہ کئی جگہ سے ایک دوسرے کے اوپر چڑھ رہی ہیں اور کہیں ایک پلیٹ دوسرے کے نیچے جا رہی ہے جس کے باعث ان کے سروں Margines پر دباؤ بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو اب یہ خارج ہونا بھی چاہتا ہے پہاڑوں کی رگوں Fault zones سے اس کا اخراج آسان ہوتا ہے یہی وہ جگہ ہوتی ہے جہاں زلزلہ محسوس کیا جاتا ہے کیونکہ زلزلہ ہم اس وقت محسوس کرتے ہیں جب یہ کہ سائنس اس دباؤ (Strain) یا اس الرجی کے اخراج کو جب زلزلہ بناتی ہے مگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس کے خلاف ہیں آپ کا کہنا یہ ہے کہ Stored energy کا اخراج سبب زلزلہ نہیں

بلکہ یہ اخراج زلزلہ resultant ہے زلزلہ کا سبب ان پہاڑی سلسلوں میں موجود ریشوں Root میں کسی قسم حرکت کے سبب آتا ہے آیئے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی تحقیق اور جستجو سے آگاہی حاصل کریں۔

راقم امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی فتاوی رضویہ کی جلد 12 کا مطالعہ کر رہا تھا اس کے دوران استفتاء ایسے نظر آئے جس میں سوالات کرنیوالوں نے زلزلے کے سبب سے متعلق سوالات کئے ایک سوال کا جواب تو بہت مختصر تھا دوسرا خاصہ طویل جس کو اختصار کے ساتھ یہاں تحریر کروں گا تاکہ قارئین کی دلچسپی بھی قائم رہے اور مضمون میں ربط بھی برقرار رہے۔ تفصیل اگر کسی کو درکار ہو تو فتاوی رضویہ جلد 12 کا 189 سے صفحہ 192 تک مطالعہ کرے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے جواب میں جو عبارات قوسین میں نظر آئے وہ اس احقر کی ہے جو صرف قاری کو سمجھانے کی خاطر تحریر کی ہے تاکہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بات آسانی سے سمجھ سکے آیئے اب دونوں فتاوی کا جائزہ لیں۔

سوال:......مرسلہ مولوی شاہ

زلزلہ آنے کا سبب کیا ہے؟

جواب:......اصلی بات یہ ہے کہ زلزلہ آنے کا باعث آدمیوں کے گناہ ہیں اور پیدا یوں ہوتا ہے کہ "ایک پہاڑ تمام زمین کو محیط ہے (غالباً اس سے مراد Oceanic and Continental Crust کہ تہہ ہے) جو یقیناً پوری زمین کو محیط ہے اور یہ سب آتشی چٹانیں ہیں اور اس کے ریشے (اس سے مراد ان Crust کے Roots ہیں جو پوری زمین کو محیط ہے اور کہیں اس کی تہہ سومیل سے کم ہے اور کہیں یہ تہہ 500 میل سے بھی زیادہ ہے) زمین کے اندر اندر سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں جیسے بڑے درخت کی جڑیں دور تک اندر اندر

پھیلتی ہیں۔ جس زمین پر (معاذ اللہ) زلزلہ کا حکم ہوتا ہے وہ پہاڑ اس جگہ کے ریشے Roots کو جنبش دیتا ہے زمین ہلنے لگتی ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۲ ص ۱۸۹ مطبوعہ ممبئی انڈیا)

دوسرا مسئلہ سردار مجیب الرحمٰن خان نے 26 صفر 1332ھ میں ضلع کھیری سے کیا تھا۔

سوال:.......(1)......نسبت زلزلہ مشہور ہے کہ زمین ایک شاخ (سینگ) گاؤ پر ہے کہ وہ ایک مچھلی پر کھڑی رہتی ہے جب اس کا سینگ تھک جاتا ہے تو دوسرے سینگ پر بدل کر رکھ لیتی ہے اس سے جو جنبش و حرکت ہوتی ہے اس کو زلزلہ کہتے ہیں اس میں استفتاء یہ ہے کہ (2)......سطح زمین ایک ہی ہے اس حالت میں جنبش سب زمین کو ہونا چاہیے۔ (3)......زلزلہ سب جگہ یکساں آنا چاہیے۔ (4)......گزارش یہ ہے کہ کسی جگہ کم کسی جگہ زیادہ اور کہیں بالکل نہیں آتا۔ (5)...... جو کیفیت اور حالت صحیح ہو اس سے معزز فرمایئے (جلد ۱۲ ص ۱۸۹) یہ گمان باطل ہے کہ زمین گائے کے سینگ پر اور وہ مچھلی پر (4-3-2) کا جواب دیتے ہوئے قمطراز ہیں۔

زمین اجزائے متفرقہ کا نام ہے (زمین ذرات کے آپس میں جڑے رہنے سے بنی ہے اگر غور سے دیکھا جائے (خوردبین کے ذریعہ) تو یہ سب متفرقہ اجزاء نظر آئیں گے اور ان کے درمیان جگہ Voids ہوتے ہیں) حرکت کا اثر بعض اجزاء کو پہنچنا بعض کو نہ پہنچنا مستبعد (دور از قیاس) نہیں (زلزلہ اس لئے کہیں کم اور زیادہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ پہاڑ کوئی ایک جسم تو نہیں ذرہ ذرہ جڑا ہوا ہے اور اس میں بھی سوراخ ہیں اس لئے جنبش جب کہیں شروع ہوتی ہے تو وہ آگے جا کر کم سے کم ہوتی چلی جاتی ہے اس لئے زلزلہ مختلف جگہ قوت کا ہوتا ہے)۔

عقیدہ توحید کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اہلسنّت کے نزدیک ہر چیز کا سبب اصلی محض ارادۃ اللہ عزوجل ہے جتنے اجزاء کیا ارادہ تحریک ہوا انہیں پر اثر واقع ہوتا ہے اور بس۔ (ص ۱۹۰)

آگے چل کر امام احمد رضا علیہ الرحمہ سبب زلزلہ پر گفتگو فرماتے ہیں ملاحظہ کیجئے:

خاص خاص مواقع میں زلزلہ آنا دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت وخفت میں مختلف ہونا اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں سب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ اور عالم اسباب اصلی بندوں کے معاص۔

"ما اصابکم من مصیبتہ بما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیرا "(شوریٰ)

ترجمہ:...... تمہیں جو مصیبت پہنچی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور وہ بہت کچھ معاف فرمادیتا ہے۔

اور وجہ وقوع کوہ قاف (یہ چیچنیا ملک کے پہاڑ کا سلسلہ ہے جو ایک طرف ہمالیہ سے مل جاتا ہے اور دوسری طرف یہ کوہ الپائن سے ملتا ہے اور پورے یورپ سے گزرتا ہے) کے ریشے (Roots) کی حرکت سے حق سبحانہ وتعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا ہے جس کا نام قاف ہے (یہاں قاف سے مراد Crust پوری زمین کو محیط ہے جس کی جڑیں Sial تک ہوتی ہیں اور یہ Sial لاوا مائع کی حالت میں ہے) کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشے زمین پر نہ پھیلے ہوں جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پھیلے ہوتے ہیں کہ اس کے وجہ قرار ہوں۔ جبل قاف جس کا تمام کرہ زمین کو اپنے لپیٹ میں لئے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہیں اور کہیں اوپر ظاہر ہو کر پہاڑیاں ہو گئے (یعنی Mountion chains) بن گئے جیسے ہمالیہ، الپائن، وغیرہ وغیرہ) کہیں سطح تک آکر تھم رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں (یہ sheld علاقے ہوتے ہیں جہاں پہاڑ تو نہیں مگر وہاں کی زمین آتشی نوعیت کی ہوتی ہے جیسے انڈیا، راجستھان، کا علاقہ یا پاکستان میں تھر پارکر کا علاقہ جہاں کی زمین پر آتشی زمین Granite Rocks کی ہے کہیں زمین کے اندر

ہے قریب بعید ایسے کہ پانی کے ان (Shore line) سے بھی نیچے آتشی پہاڑ کے سلسلے زمین نیچے کم گہرائی یا بہت گہرائی کے بعد بھی آتشی چٹانیں (Oceanic Crust) کی شکل میں موجود ہوتی ہیں۔ان تینوں حالتوں Oceanic Continental Crust کے اوپر نرم رسوبی tar/Sedimen چٹانیں پائی جاتی ہیں)ان مقامات میں زمین کا بالائی (پری)حصہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے ہمارے قرب کے عام علاقے ایسے ہیں (کہ اوپر نرم مٹی کے پہاڑ ہیں جسے جبل پور نینی تال یا پنجاب کے پہاڑی علاقے)مگر اندر اندر (یعنی نیچے ان نرم پہاڑوں کے) قاف کے رگ و ریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں (کہ اس نرم پہاڑوں کے نیچے آتشی پہاڑیاں Oceanic crust Continental Crust موجود ہے جس کی شاخیں نیچے تک جاتی ہیں اور وہاں تک جاتی ہیں جہاں لاوا مائع (Sail) کی حالت موجود ہے اور یہ لاوا حرکت کرتا رہتا ہے اور یہ حرکت ان Roots میں حرکت پیدا کرتی ہے اور یہ اوپر منتقل ہوتی جاتی ہے اور اوپر کی سطح تک پہنچ کر وہاں زلزلہ کا سبب بنتی ہے)۔

جس جگہ زلزلہ کیلئے ارادۃ اللہ ﷻ ہوتا ہے قاف کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے۔صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو حرکت دی گئی (یعنی جہاں لاوا کے حرکت سے Roots Crust میں حرکت ہوگی اوپر انہی پہاڑی علاقوں میں زلزلہ آئے گا پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت ہے۔جہاں تک کہ یہاں کے بعض جگہ صرف ایک دھکا سا لگ کر ختم اور اسی وقت دوسرے قریب مقام کے در و دیوار جھولے لیتے ہیں اور تیسری جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے یا بعض دفعہ مادہ کریتی مشتعل ہوکر شعلے نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے امام احمد رضا علیہ الرحمہ یہاں intensity or Earthquake magnitude کے متعلق گفتگو فرمارہے ہیں اور اس کے اسکیل

کے متعلق بتا رہے ہیں کہ جب زلزلہ آتا ہے تو کہیں ہلکا محسوس ہوتا ہے کہیں زمین پھٹ جاتی ہے وہ پانی اگل دیتی ہے یا پھر بعض دفعہ آتشی مادہ نکلنے لگتا ہے جو کہ آگ کی صورت میں ہی ہوتا ہے اور ساتھ ہی گڑگڑاہٹ کی بہت تیز آوازیں آتی ہیں۔

زمین کے نیچے رطوبتوں (Liquidmagma) میں حرارت شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں (جو کہ پتھروں کے سوراخوں میں (Voides) موجود ہوتے ہیں) اور بہت دخانی مادہ (Gaseous vapours) ہے جنبش کے سبب زمین متع ہو کر بخار و دخان نکلتے ہیں (یعنی جب زمین میں حرکت شروع ہوتی ہے تو اس کے سبب زمین میں حرکت شروع ہو جاتی ہے تو اس کے سبب میں زمین میں دراڑیں پیدا ہوتی ہیں اور ان دراڑوں کے ذریعہ gases یا بخارات جو اندر جمع تھے باہر نکلتے ہیں دھواں ہو جاتا ہے (طبیعات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے (یعنی علم طبیعات کے ماہرین) انہی کے ارادہ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے حالانکہ ''ان کا خروج بھی سبب زلزلہ ہے''۔ (جلد 12 ص 191)

یعنی ماہرین طبیعات تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ زلزلہ اس لئے آتا ہے کہ یہ چٹانوں سے ان کے اندر کی گیس یا اور قسم انرجی نکلنے کا سبب زلزلہ آتا ہے جب کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے کہ زلزلے کے نتیجے میں کہیں سے پانی نکلتا ہے کہیں آتشی مادہ نکلتا ہے گیس و بخارات خارج ہوتے ہیں اور وجہ زلزلہ کی اصل یہ ہے کہ ان Crustat rock کی جب Roots ہلتی تو اوپر سطح پر ان کے اثرات مرتب ہوتے ہیں جس کے باعث اور نتیجہ میں اشیاء خارج ہوتی ہیں یا آوازیں پیدا ہوتی ہیں یا زمین ہلتی ہے اور سونا اگلتی ہے۔

آخر میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل

کرتے ہیں۔

"اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہوئے جس پر زمین ہے جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے۔ تو اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے اور وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری میں نہیں۔

("فتاوی رضویہ جلد 12 ص 191 بحوالہ خطاب العقوبات از امام ابوبکر ابن ابی الدنیا")



اعلیٰ حضرت کی پتھروں اور پانی کے رنگ پر تحقیق

(از قلم: علامہ ذوالقرنین قادری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! امیر جماعت اہلسنّت حضرت علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ نے چند سال قبل اپنے امریکہ کے تبلیغی دورے سے واپسی پر دارالعلوم امجدیہ کی بزمِ امجدی رضوی کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں وہاں کے کچھ تبلیغی حالات سے متعلق اظہارِ خیال فرمایا جسے میں قلم بند کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

قبلہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے امریکہ میں ایک جگہ دورانِ تقریر کہا کہ لوگ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو فقط ایک عالمِ دین سمجھ کر ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں، فتاویٰ رضویہ و دیگر کتب کا مطالعہ کر کے لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کی کتب خصوصاً فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں تو صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، طلاق، بیع وغیرہ کے شرعی مسائل کا بیان ہے۔ آج کل کے اس جدید سائنس (SCIENCE) اور ٹیکنالوجی (TECHNOLOGY) کے دور میں بہت ترقی ہوئی لوگ چاند پر پہنچ گئے، مریخ پر کمند ڈال رہے ہیں لیکن ہم ابھی تک وہیں کھڑے ہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم دین تھے لیکن جدید و قدیم علوم پر ان کی دسترس کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی شعبۂ زندگی سے متعلق کوئی بھی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اعلیٰ حضرت اس کا بھی مدلل

جواب عطا فرماتے اور باتوں کو تو چھوڑیئے فقط ایک مسئلہ تیمم سنئے کہ اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت سے سوال کیا گیا کہ تیمم کن چیزوں سے جائز ہے؟ تو اعلیٰ حضرت کی تحقیق کا دریا جوش میں آیا اور اس بارے میں زمین سے نکلنے والی معدنیات پر ایک عظیم تحقیق (RESEARCH) اپنے فتاویٰ رضویہ میں کی۔ اور فرمایا کہ تیمم ہر اس شئے سے جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون کون سی اشیاء زمین کی جنس سے ہیں جن سے تیمم جائز ہے۔

تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے فتاویٰ میں (311) تین سو گیارہ چیزوں کا بیان کیا، ایک سو اکیاسی (181) سے تیمم جائز جن میں (74) چوہتر منصوص اور (107) ایک سو سات کے متعلق فرمایا یہ زیاداتِ فقیر میں اور (130) ایک سو تیس اشیاء سے تیمم ناجائز، جن میں (58) اٹھاون منصوص اور (72) بہتر زیاداتِ فقیر، اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایسا جامع بیان اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا بلکہ زیادات درکنار اتنے منصوصات کا استخراج بھی سہل نہ ہو سکے گا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ ہم 1985ء کی قومی اسمبلی میں تھے محترم حاجی محمد حنیف طیب صاحب ہمارے گروپ سے پیٹرولیم کے مرکزی وزیر تھے ہمیں اپنی منسٹری میں معدنیات سے واسطہ پڑتا تھا مگر یہ حقیقت ہے کہ ہماری وزارت قدرتی وسائل و معدنیات کے پاس بھی اتنی جنسوں کی معلومات نہیں تھی، مگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیق دیکھیں کہ زمین کی ایسی ایسی اجناس کے نام گنوائے کہ جن کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا، اور یہ کوئی چھوٹی بات نہیں، کسی ماہرِ معدنیات سے جا کر پوچھیں کہ زمین کی اجناس میں کون کون سی اشیاء داخل ہیں تو وہ ماہر بھی پچاس ساٹھ سے زیادہ اشیاء کے نام نہیں بتا سکے گا، مگر یہ ہمارے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا تحقیقی کارنامہ ہے کہ کتب فقہ میں جنس زمین سے

74 ایسی اشیاء مذکور ہیں جن سے تیمم جائز ہے لیکن ہمارے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنی تحقیقِ مزید سے ان (74) پر 107 کا اضافہ فرما کر اس تعداد کو 181 تک پہنچا دیا جو کہ ایک عظیم کارنامہ ہے۔

آخر میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ معدنیات سے تعلق رکھنے والے ماہرین کو چاہیے کہ وہ ہمارے امام، امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا ضرور مطالعہ کریں اور اس سے استفادہ کریں تا کہ ان کو معدنیات پر تحقیق کرنے میں آسانی ہو اور وہ خود فیصلہ کریں کہ فتاویٰ رضویہ شریف علوم و معارفِ اسلامیہ کا بحرِ ذخار ہونے کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں بھی کس قدر بلند مقام کا حامل ہے۔

اب آیئے ہمارے امام کی مزید سائنسی تحقیقات (Research Scientific) کی طرف کہ جن کو پڑھ کر فیصلہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے امام ایک عظیم سائنسدان (Scientist Eminent) بھی تھے۔

ایک بات یاد رکھیں کہ سائنسدانوں کی ہر بات درست نہیں ہوتی کیونکہ تحقیق کے ساتھ ساتھ ان کے قوانین بدلتے رہتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کے قوانین اور اصول نہیں بدل سکتے۔ یہ جملہ معترضہ اس لئے لایا کہ آج زیادہ تر ہمارا معاشرہ سائنس کی باتوں کو مانتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کے فرمان کو نہیں سمجھتا مثلاً بدمذہبوں کی طرح پہلے کچھ زیادہ پڑھے لکھے (جاہل) سائنسدانوں نے سائنس کے نقطۂ نظر سے حضور اکرم ﷺ کی معراج کی رات آسمانوں اور پھر وہاں سے لامکاں پہنچنے کو اس طرح تولا، کہ طبیعیات (PHYSICS) کی ایک شاخ سکونیات (STATICS) ہے اس کے مطابق کوئی ثقیل جسم اپنا مرکز ثقل (CENTRE OF GRAVITY) چھوڑ کر نہیں جا سکتا کیونکہ زمین تمام

اجسام کا اپنے مرکز کی طرف کھینچ رہی ہے اور اگر کوئی جسم کسی قوت کی وجہ سے اُوپر جائے تو پھر زمین اس جسم کو اپنے مرکز کی طرف کھینچ لے گی۔ مثلاً آپ کسی گیند کو اوپر کی جانب قوت لگا کر پھینک دیں تو وہ اُوپر جا کر پھر نیچے آجاتی ہے تو اس پر قیاس کرتے ہوئے جاہل سائنسدان بولا کہ حضور ﷺ کا جسم اپنا مرکز چھوڑ کر اور کس طرح گیا؟ اور اگر براق پر سوار ہو کر گئے تو براق کے ساتھ جسم کا وزن اور بڑھ گیا چنانچہ براق کچھ قوت لگانے کے بعد اوپر چلا جاتا تو اس کو پھر نیچے زمین کی طرف آنا چاہیے تھا جب کہ ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ تو آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے تو مرکز ثقل چھوڑ کیسے گئے......؟ یہ ہے حضور ﷺ کی محبت کے بغیر سائنس پڑھنے کا فائدہ جناب! سائنس پڑھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے محبوب ﷺ کے مرتبے کو بھول گئے، تو جو سائنس اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب ﷺ کے فرمان سے ہٹ کر ہو تو اس سائنس کو ہم نہیں مانتے۔ بہر حال بات چل رہی تھی مرکز ثقل (CENTRE OF GRAVITY) کی کہ حضور ﷺ مرکزِ ثقل چھوڑ کر اوپر کیسے گئے......؟

ہم کہتے ہیں کہ بقول آپ کے آج سائنسدان چاند پر پہنچ گیا ہے تو اس سائنسدان کا بھی تو جسم تھا یہ کیسے پہنچا......؟ اگر تم کہو گے کہ یہ سائنس کا کمال ہے تو ہم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا آسمان پر تشریف لے جانا اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا کمال ہے، اسی طرح تمہارا جہاز (AEROPLANE) اگر نیوٹن کے تیسرے قانونِ حرکت (NEWTON'S THIRD LAW OF MOTION) کے مطابق اوپر اڑ جاتا ہے اور دور دراز مقامات کی طرف جاتا ہے اور پھر واپس آجاتا ہے اور یہ جہاز سائنسدانوں کا بنایا ہوا ہے تو ہمارے رب کی طرف سے آیا ہوا جہاز (براق) قدرت کے بنائے ہوئے قوانینِ حرکت کے مطابق مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ اور پھر وہاں سے

آسمانوں پر کیوں نہیں جا سکتا؟ بتانا یہ مقصود تھا کہ سب سے پہلے ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ﷺ کے فرمان پر ہے کہ جو وہ ارشاد فرمائیں ان کے فرمان کے آگے ہم کسی سائنسی نظریہ یا کسی سائنسدان کی (غلط) بات کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ بہر حال موضوع کہیں اور نکل گیا میں بتا رہا تھا کہ زمین کی جنسوں کے علاوہ ہمارے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی مزید سائنسی تحقیقات کو آپ فتاویٰ رضویہ میں دیکھ سکتے ہیں کہ جن پر ہمارے امام نے نفیس تحقیق کی ہے۔

اسی طرح سائنس پڑھنے والے لوگ اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ پانی (WATER) کے متعلق سائنسی نظریہ یہ ہے کہ پانی بے رنگ (COLOUR LESS) ہے یعنی پانی کا کوئی رنگ نہیں جس برتن میں رکھا جائے اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے، لیکن امام احمد رضا علیہ الرحمہ پانی کے رنگ سے متعلق اپنی سائنسی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پانی بے لون یعنی بے رنگ (COLOUR LESS) ہے خود کوئی رنگ نہیں رکھتا جیسا کہ احمد بن ترکی المالکی نے جواہر زکیہ میں پانی کی تعریف یہ کی ہے کہ پانی ایک ایسا بہنے والا جوہرِ لطیف ہے جس کا اپنا کوئی رنگ نہیں بلکہ وہ برتن کے رنگ سے رنگدار دکھائی دیتا ہے۔

لیکن اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اِن (صاحب جواہر زکیہ) پر لازم تھا کہ وہ یوں تعریف کرتے کہ وہ ملنے والی چیز سے رنگ دار ہوتا ہے۔ کیونکہ آخری جملہ بیان کا محتاج ہوتا ہے ایسی لئے اس کتاب کے محشی سفطی مالکی نے کہا ہے کہ شفاف ہونے کی وجہ سے برتن کا رنگ اس میں ظاہر ہوتا ہے جب سبز برتن میں ڈالیں تو سبزی پانی کو نہیں لگتی بلکہ وہ رقت کی بنا پر برتن کے لئے حاجب نہیں بنتا۔ فرماتے ہیں اسی طرح پانی کے رنگ کی نفی میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ برف شفاف اجزاء سے مرکب ہے

اس کا کوئی رنگ نہیں ہے بلکہ وہ پانی کے باریک اجزاء ہیں لہٰذا جب برف کا کوئی رنگ نہیں ہے تو پانی کا بھی رنگ نہیں ہوگا اس لئے کہ ایسا ہوسکتا ہے کہ اجزاء باریک ہونے کی وجہ سے رنگ ظاہر نہ ہوتا ہو۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں، کیونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ بادل کے بخارات میں رنگ ظاہر ہوتا ہے اور یہ رنگ پانی کے اجزاء کا رنگ ہے حالانکہ یہ اجزاء برف کے اجزاء سے زیادہ باریک ہیں یہی وجہ ہے کہ برف اوپر سے گرتی ہے اور بخارات اوپر کو اٹھتے ہیں اور باریک اجزاء جب علیحدہ ہوں نظر نہیں آتے تو اس کا رنگ کیونکر نظر آئے گا لیکن جب یہ باریک اجزاء جمع ہوں تو نظر آتے ہیں تو اُس وقت ان کا رنگ بھی نظر آئے گا جیسا کہ بخارات اور دھوئیں میں۔ (لہٰذا پانی کے چھوٹے چھوٹے اجزاء جمع ہوکر ان میں رنگ نظر آئے گا اور یہی چیز پانی کا رنگ کہلائے گی جو عقل سے بعید نہیں) اگر پھر بھی پانی کا رنگ دار ہونا سمجھ میں نہ آئے تو اب پانی کے رنگ کے اثبات کے لئے آپ ایک ایسا قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر اُسے سمجھا جائے تو ان شاء اللہ پانی کے رنگ کا اثبات خود بخود ہوجائے گا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''ابصار عادی دنیاوی کے لئے مرئی ذی لون ہونا شرط ہے بلکہ مرئی نہیں مگر لون وضیاء تو پانی بے لون کیونکر ہوسکتا ہے۔''

یعنی دنیا میں کسی چیز کو عادتاً دیکھنے والے کے لئے اس چیز کا رنگ دار ہونا شرط ہے اور اس چیز کا رنگ دار ہونا یا تو بطور رنگ کے ہوگا یا بطور چمک کے یعنی اس چیز میں یا تو کوئی نہ کوئی رنگ ہوگا یا کوئی نہ کوئی چمک۔ اسی طرح پانی بھی ایک ظاہری چیز ہے تو اس کو دیکھنے کے لئے وہ کس طرح بے رنگ ہوگا، ہاں ہوا کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کوئی رنگ نہیں کیونکہ اسے ہم عادتاً دیکھ نہیں سکتے جب کہ پانی کو ہم عادتاً

دیکھ سکتے ہیں۔

مثلاً کوئی کہے کہ میں گھر کے پیچھے ہوا دیکھ کر آیا ہوں تو سب اس کو بے وقوف کہیں گے کہ ہوا کو کس طرح دیکھا جا سکتا ہے لیکن اگر کسی نے کہا کہ میں گھر کے پیچھے پانی دیکھ کر آیا ہوں تو پھر کوئی مان لے گا کیونکہ وہ دیکھا جا سکتا ہے اس لئے کہ ضرور اس کا رنگ ہے اگر رنگ نہیں ہوتا تو دیکھا بھی نہیں جا سکتا بخلاف ہوا کے کہ اس کا رنگ نہیں اس لئے دیکھی بھی نہیں جا سکتی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ پانی رنگ دار ہے (COLOUR LESS) نہیں۔ یہ ہے ہمارے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی سائنسی تحقیق (SCIENTIFIC RESEARCH) جس سے پانی کا رنگ دار ہونا ثابت ہوا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر پانی کا رنگ کیسا ہے؟ تو پانی کے رنگ کے بارے میں اختلاف ہوا بعض نے کہا سفید (WHITE) ہے اور بعض نے کہا سیاہ (BLACK) ہے جب کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نہ سفید کہتے ہیں نہ خالص سیاہ بلکہ سواد خفیف، وہ کیسے! آیئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی سائنسی و علمی تحقیقات پر غور کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے سب سے پہلے سفید کہنے والوں کے دلائل کو پیش کیا اور پھر ان کا جواب دیا فرماتے ہیں کہ بعض نے کہا پانی کا رنگ سفید ہے جیسا کہ فاضل یوسف بن سعید اسماعیل مالکی نے حاشیہ عثمانیہ میں بھی اختیار کیا اور تین دلیلیں لائے۔

(1)......مشاہدہ (OBSERVATION)

(2)......حدیث شریف کہ پانی کو دودھ سے زیادہ سفید فرمایا۔

(3)......برف (ICE) جم کر کیسا سفید نظر آتا ہے۔

چنانچہ فاضل یوسف کہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ پانی کا رنگ کیسا ہے؟ تو میں

کہتا ہوں کہ جو نظر آتا ہے وہ سفید ہے اور اس کی دلیل ایک حدیث سے ملتی ہے جس میں پانی کی صفت میں کہا ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ سفید ہے اور حقیقت پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے پانی جم کر جب برف کی صورت میں زمین پر گرتا ہے تو اس کا رنگ انتہائی سفید آتا ہے۔ اب ان کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

(1)......مشاہدہ (OBSERVATION):

فرماتے ہیں کہ مشاہدہ سے پانی کا سفید ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ شاھد ہے کہ وہ سفید نہیں لہٰذا جب سفید کپڑے کا کوئی حصّہ دھویا جائے تو جب تک وہ خشک نہ ہو اس کا رنگ سیاہی مائل رہے گا، یہ پانی کا رنگ نہیں تو کیا ہے؟

اسی طرح دودھ جس میں پانی زیادہ ملا ہو سفید نہیں رہتا بلکہ نیلاہٹ لے آتا ہے (اگر پانی سفید ہوتا تو دودھ کے رنگ میں نیلاہٹ کیوں آتی؟) تو ان دو مشاہدوں سے ثابت ہوا کہ پانی کا رنگ سفید نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔

(2)......حدیثِ رسول ﷺ:

فاضل مالکی کی پیش کردہ حدیث شریف کے متعلق گفتگو سے قبل کیا پیاری بات ارشاد فرمائی کہ اس حدیث شریف میں آبِ کوثر اطہر کا ذکر ہے (نہ کہ مطلق پانی کا) اللہ تعالیٰ اپنے احسان اور مہربانی اور اپنے حبیب اکرم، قاسمِ نعمت ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ اور آپ کے آل واصحاب کے طفیل ان کی امت پر کرم فرماتے ہوئے ہمیں بھی حوضِ کوثر سے سیراب فرمائے۔ دیکھا آپ نے کہ حدیث شریف سے مستبط دلیل کا فوراً جواب نہیں دیا کیونکہ یہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمان ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ سے بہت پیاری

دعا کی اور پھر اس کا جواب دیا، اس کو ادب کہتے ہیں تو یہ ہے ہمارے امام کا ادب بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں، تو فی الحقیقت سائنسدان وہی ہے جو فہم وفراست عقل وتدبر اور سائنسی قوت وصلاحیت عطا فرمانے والی ذات اللہ رب العالمین کے محبوبِ کریم قاسم ہر نعمت حضور ختمی مرتبت ﷺ اور ان کے جمیع فرمودات کا ادب واحترام اپنی تمام سائنسی تحقیقات میں ہمہ وقت ملحوظِ خاطر رکھے جیسا کہ امام اہلِ زمان دنیائے اسلام کے عظیم سائنسدان سیّدی اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت علیہ الرحمہ کے تحقیقی کلمات نافعہ سے ظاہر ہے۔ غرض آپ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی کا رنگ سفید ہو، اسی حدیث شریف میں اس کی خوشبو مشک سے بہتر فرمائی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا میرا حوض ایک ماہ کی راہ تک ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور اس کی خوشبو مشک سے بہتر۔ اور دوسری روایت میں ابیض من الورق یعنی چاندی سے بڑھ کر اُجلا۔

حالانکہ پانی اصلاً بو نہیں رکھتا۔ جیسا کہ ابن کمال پاشا نے کہا (نیز شرعی مسئلہ ہے کہ اگر پانی کی بو بدل جائے تو اس سے وضو جائز ہے یا نہیں؟ اگر بو نہیں ہوتی تو بو کا مسئلہ کیوں؟) آپ جواباً فرماتے ہیں کہ پانی کی بو بدلنے والے قول میں مجاز ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کی اپنی کوئی بو نہیں ہے لہٰذا اس قول سے وہ بو مراد ہوتی ہے جو پانی پر طاری ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کوثر تو جنت کا پانی ہے اور اس کی ضد جہنم ہے (العیاذ باللہ) جس کی آگ اندھیری رات کی طرح کالی ہے چنانچہ حدیث شریف میں سرکارِ دوعالم ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ کیا تم اسے اپنی اس آگ کی طرح سرخ سمجھتے ہو بے شک وہ تارکول (ڈامر) سے بڑھ کر سیاہ ہے۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے یہ لازم نہیں آتا کہ آگ کا اصل رنگ سیاہ ہو یا ہر آگ ایسی ہی ہو خود حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ

اسے اس آگ کی طرح سرخ نہ جانو اسی طرح آبِ کوثر والی حدیث شریف سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق پانی یا ہر پانی سفید ہو۔

(3)...... برف (ICE) کی سفیدی :

اب آپ فاضلِ مالکی کے برف سے استدلال پر جواباً فرماتے ہیں کہ بعد انجماد کوئی نیا رنگ پیدا ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ اس کا اصلی رنگ ہے۔ خشک ہونے پر خون سیاہ ہو جاتا ہے اور مچھلی کی سرخ رطوبت سفید۔ تو معلوم ہوا کہ برف کی سفیدی پر استدلال کرتے ہوئے پانی کا رنگ سفید کہنا درست نہیں ورنہ خون کے رنگ کو سیاہ کہنا پڑے گا حالانکہ ایسا نہیں۔ اسی طرح قائلینِ سیاہ کے دلائل مع جوابات ارشاد فرمائے جنہیں فقیر نے بخوفِ طوالت ذکر نہیں کیا۔ من شاء تفصیلاً فلیرجع الی فتاویٰ الامام العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔

مذکورہ تحقیقات انیقہ کے بعد اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ اور قانون پانی کے رنگ کے بارے میں کیا ہے؟

فرماتے ہیں "حقیقت امر یہ ہے کہ پانی خالص سیاہ نہیں مگر اس کا رنگ سفید بھی نہیں میلا مائل بیک گونہ سوادِ خفیف ہے اور وہ صاف سفید چیزوں کے مقابل آ کر کھل جاتا ہے جیسے کہ ہم نے سفید کپڑے کا ایک حصہ دھونے کی حالت بیان کی۔"

تو ثابت ہوا کہ پانی بے رنگ (COLOUR LESS) نہیں۔ جیسا کہ سائنسدانوں کا نظریہ ہے بلکہ رنگ دار ہے یہ ہے ہمارے امام کی پانی کے رنگ دار ہونے پر مختصر سائنسی و علمی تحقیق مزید معلومات کے لئے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔

طبعیات (PHYSICS) پڑھنے والے اعراد، ابن سینا اور ابن الہیثم وغیرہ
''سائنسدانوں کے نام بخوبی جانتے ہیں جن کا سائنسی دنیا میں بڑا نام ہے ان کے ایک سائنسی نظریہ کو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حکماء یعنی قدماء میں سے بعض بے وقوف ہیں جن کی پیروی ابن سینا اور ابن الہیثم نے کی ہے۔ ابن سینا اور ابن الہیثم کی پیروی حکماء کے اس قول میں ہے جس میں حکماء نے تمام رنگوں کے پیدا ہونے میں روشنی کو شرط قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں مثلاً رات کو اندھیرے میں کمرے سے چراغ کو نکال دیا جائے (یعنی لائٹ آف کر لی جائے) تو کمرے میں موجود تمام چیزیں پہلے رنگوں کی ہم مثل رنگ دار ہوں گی، یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک معدوم ہونے کے بعد کسی چیز کا اعادہ محال ہے (لہٰذا پہلا رنگ دوبارہ عود نہیں کرے گا بلکہ اس کی مثل نیا رنگ پیدا ہوگا)۔

فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ بے شک یہ بات ان کے قول کہ ''شفاف اجزاء میں کسی مزاج کے بغیر ہوا کے ملنے سے روشنی پیدا ہوتی ہے۔'' سے بھی بعید ہے۔

چنانچہ مسلمان سائنسدانوں کو حدیثِ پاک سے دلیل دیتے ہوئے لکھا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی آگ انتہائی سیاہ ہے مزید آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم میں ایک ہزار سال آگ جلائی گئی تو سرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال حتیٰ کہ سیاہ ہوگئی۔ پس جہنم کی آگ انتہائی سیاہ (رنگ) ہے جس کا شعلہ روشن نہ ہوگا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ وہ آگ انتہائی سیاہ ہے جیسے اندھیری رات۔

فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں جہنم کی آگ کے لئے اندھیری ہونے اور روشن نہ ہونے کے باوجود رنگ کا اثبات فرمایا (یعنی جہنم کی آگ میں اندھیرا پن ہوتا ہے اور روشنی نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس میں رنگ موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح کمرے میں لائٹ

آف کرنے کے بعد اندھیرا پن ہوتا ہے اور روشنی نہیں ہوتی مگر اشیاء میں ان کا رنگ موجود ہوتا ہے جو عقل سے بعید نہیں)

نوٹ:...... جہنم کی آگ کی سیاہی کا ذکر بھی حدیث شریف سے ہمیں معلوم ہوا کہ مسلمان، حضور پرنور ﷺ کی ولادت اقدس کی خوشی میں جو روشنی کرتے ہیں اس کی بحث میں براہین قاطعہ میں یہ عبارت مولوی گنگوہی کی کہ "جو روشنی زائد حاجات ہے وہ نار جہنم کی روشنی دکھانے والی ہے۔" محض جہالت اور احادیثِ صحیحہ کے خلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو فرمائیں کہ وہ کالی رات کی طرح اندھیری ہے مگر اس کو اس میں روشنی سوجھی۔

اسی طرح روشنی کی اشاعت اور انعکاس (PROPAGATION AND REFLECTION) کے ماہرین کے لئے نہایت واضح قوانین اپنے فتاویٰ شریف میں مرتب کئے۔ مثلاً مستوی آئینہ سے شبیہ بننا (IMAGE FORMED BY PLAIN MIRROR) فرماتے ہیں شفیف اجرام کا قاعدہ ہے کہ شعاعیں ان پر پڑ کر واپس ہوتی ہیں ولہذا آئینہ میں اپنی اور اپنے پسِ پشت چیزوں کی صورت نظر آتی ہے کہ اس نے اشعۂ بصر کو واپس پلٹایا واپسی میں نگاہ جس جس چیز پر پڑی نظر آئی گمان ہوتا ہے کہ وہ صورتیں آئینے میں ہیں حالانکہ وہ اپنی جگہ ہیں نگاہ نے پلٹنے میں انہیں دیکھا ہے ولہذا آئینے میں داہنی جانب بائیں معلوم ہوتی ہیں اور بائیں داہنی ولہذا شئے آئینے سے جتنی دور ہو اسی قدر دور دکھائی دیتی ہے اگرچہ سو گز فاصلہ ہو حالانکہ آئینہ کا دل جو بھر ہے سبب وہی ہے کہ پلٹتی نگاہ اتنا ہی فاصلہ طے کر کے اس تک پہنچی ہے۔

سراب (MIRAGE) کا عمل:

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دھوپ میں جب ہم دور سے دیکھتے ہیں تو ہمیں زمین پر پانی نظر آتا ہے حالانکہ وہ پانی نہیں ہوتا اسی کو سراب کہتے ہیں۔ طبعیات جاننے والے اس عمل کو سائنس کی کتابوں میں درج کرتے ہیں اور قوانین مرتب کرتے ہیں تو ہمارے امام نے بھی اپنی سائنسی تحقیقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ جس طرح برف کے باریک باریک متصل اجزاء کہ شفاف ہوتے ہیں نظر کی شعاعوں کو واپس پلٹاتے ہیں پلٹتی شعاعوں کی کرنیں ان پر چمکتی ہیں اور دھوپ کی سی حالت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ پانی یا آئینے پر آفتاب چمکے اس کا عکس دیوار پر کیسا سفید براق نظر آتا ہے چنانچہ زمینِ شور میں دھوپ کی شدت میں دور سے سراب نظر آنے کا بھی یہی باعث ہے خوب چمکتا جنبش کرتا پانی دکھائی دیتا ہے کہ اُس زمین میں اجزائے صیقلہ شفافہ دور تک پھیلے ہوتے ہیں نگاہ کی شعاعیں اُن پر پڑ کر واپس ہوئیں، اور شعاع کا قاعدہ ہے کہ واپسی میں لرزتی ہیں جیسے آئینے پر آفتاب چمکے دیوار پر اس کا عکس جھل جھل کرتا نظر آتا ہے اسی لئے ہمیں سراب جھل جھل کر نظر آتا ہے اور قاعدہ ہے کہ زاویہ انعکاس ہمیشہ زوایائے شعاع کے برابر ہوتے ہیں اشعہ بصریہ اتنے ہی زاویوں پر پلٹتی ہیں جتنوں پر گئی تھیں ان دونوں امر کے اجتماع سے نگاہیں کہ اجزائے بعیدہ صیقلہ پر پڑی تھیں لرزتی جھل جھل کرتی چھوٹے زاویوں پر زمین سے ملی ملی پلٹیں لہٰذا وہاں چمکدار پانی جنبش کرتا تخیل ہوا۔ (حالانکہ وہ پانی نہیں ہوتا) اور فقط یہی نہیں بلکہ آپ فتاویٰ رضویہ کو سائنسی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو آپ کو بہت سائنسی قوانین معلوم ہوں گے کہ عام سائنس کی کتابوں میں ان قوانین کا ملنا بھی مشکل ہے۔ اسی طریقے سے

ہمارے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جیومیٹری (GEOMETRY) اور ریاضی (MATHEMATICS) کے متعلق بھی کافی تحقیق کی ہے فتاویٰ رضویہ اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی دیگر کتابوں سے کافی معلومات ہو جائیں گی۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ جو سائنسی نظریہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان سے ہٹ کر ہو، ہمارے قابلِ قبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبِ کریم ﷺ کا سچا اور باعمل عاشقِ صادق بننے کی توفیقِ رفیق مرحمت فرمائے۔ آمینِ بجاہِ سید المرسلین ﷺ



اعترافاتِ رضا

معاشیات، سائنس، ریاضی، تقابل ادیان

تحریر: ڈاکٹر سید عبداللہ طارق

(ایم اے بی ایس سی انجینئرنگ (علیگ)، رکن موتمر عالم اسلامی)

(ڈاکٹر سید عبداللہ طارق رامپوری درجنوں کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ تقابل ادیان کے معروف اسکالر اور محقق ہیں۔)

جہالت اندھیرا ہے۔ علم اجالا ہے، ضلالت تاریکی ہے، اسلام نور ہے، اللہ رب العزت آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ وہ اہل ایمان کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ کائنات کی تخلیق سے پہلے رب السموات والارض نے اپنے نور کی قدرت سے کائنات کی تخلیقات کا وسیلہ تخلیق فرمایا۔ وہ ایک نور تھا۔ نور جو تخلیق تھا اس کے ذریعہ ہی نور جو خالق ہے، اس کی پہچان ممکن ہے۔ سفیدی کی شناخت کے لئے سیاہی کا وجود ضروری ہے۔ رب ذوالجلال نے کائنات میں اندھیروں کو بھی وجود بخشا تا کہ تمام مخلوقات ان سے دامن بچاتے ہوئے نور کو پہچان کر اس کے دامن میں پناہ لے لیں۔ خلد میں ظلمات کی نور سے کش مکش کا تجربہ کروا کر جد امجد سیدنا آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا۔ بطور سزا نہیں جیسا کہ گمراہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے بلکہ خلافت کی خلعت اور نعمت سے سرفراز کر کے کہ ان کی پیدائش ہی خلافت فی الارض کے واسطے تھی۔ الاسماء کلھا کے انوار انہیں عطا فرمائے گئے تھے۔

علوم آدم نسلِ آدم میں منتقل ہوتے رہے۔ ہر انسان کے تحت الشعور میں وہ علوم موجود رہے ہیں۔ مشاہدات کی دنیا آہستہ آہستہ بتدریج اس علم کو انسان کے تحت

الشعور سے نکال کر شعور و احساسات میں لاتی رہی ہے اور لاتی رہے گی۔ میڈیکل سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ انسانی دماغ کا ارتقاء ابھی ۲۵ فی صد بھی نہیں ہوا ہے۔ آج جو بچے پیدا ہوتے ہیں وہ اپنی حیات میں اوسطاً اپنے ۲۵ فی صد دماغ کا استعمال ہی کر پاتے ہیں بالفاظ دیگر نسل انسانی کے لئے جو علوم مقدور تھے ان کا ابھی ۲۵ فی صد سے کم حصہ ہی کھل سکا ہے۔ تین چوتھائی سے زائد ابھی اس کمپیوٹر میں محفوظ ہے جسے انسانی دماغ کہتے ہیں۔ لیکن وقت کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ بقیہ ۷۵ فی صد علوم کو بھی بتدریج ظہور میں آنا ہے اسی کا نام سائنسی ترقی ہے۔ لیکن ادھورا علم مہلک بھی ہوتا ہے، ظلمتوں سے شکست کھاتا رہتا ہے، اس لئے رب کائنات نے دھیرے دھیرے ارتقاء پذیر علم کو یوں ہی نہیں چھوڑ دیا کہ وہ تاریکیوں سے شکست کھاتا رہے۔ ایک انتظام اور فرمایا، وحی اور علم لدنی کے نزول کا سلسلہ جاری رکھا تاکہ نامکمل علم کی رہنمائی ہوتی رہے۔ ان انوار کا دامن جس نے تھاما وہ دنیا کے پل صراط سے کامیاب گزر گیا۔ جو بے نیاز ہوا اسے مہیب تاریکیوں نے نگل لیا۔ نور کی موجودگی کے باوجود ایک بڑی تعداد اجالوں کا دامن کیوں نہیں تھام لیتی؟ اس لئے کہ ظلمت ابلیس بھی شرار بولہبی کا لبادہ اوڑھ کر آتی ہے اور نگاہوں کو خیرہ کر کے فریب میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی کا تجربہ کرانے کے لئے تو نسل انسانی کے پہلے فرد کو تخت خلافت پر اتارنے سے پہلے آسمانوں میں روکا گیا تھا۔ ابلیس لعین ان کے پاس فریب کی قبا اوڑھ کر آیا تھا، فریب کا تجربہ ہو گیا۔

مومن ایک بل سے دوبار نہیں ڈسا جاتا۔ شراروں سے پہلو بچاتے ہوئے نور حقیقی سے استفادہ ہی مومن کی فراست ہے۔ شرار بولہبی کا روز ازل سے نورِ مصطفوی ﷺ کے خلاف ریشہ دوانیوں کا سلسلہ جاری تھا کہ انسانیت کے ارتقاء کا دور اپنے عہد

طفولیت سے نکل کر عنفوان شباب میں داخل ہوگیا۔

عنفوان شباب

انسانی عقل کے ارتقاء کا جب تک بچپن تھا نور اوّل تخلیق کو مجسم کر کے نور اول خالق نے دنیا میں نہ بھیجا تھا کیوں کہ ابھی انسان میں اس سے استفادے کی صلاحیتوں کی تکمیل نہیں ہوئی تھی۔ ریکارڈ کا دور ابھی نہیں آیا تھا۔ تاریخ نویسی کا چلن نہ تھا، پچھلے انبیاء علیہم السلام کے انوار کو انسان صرف سینوں میں محفوظ کر سکتے تھے۔ اور ابلیسی شرار کو مداخلت کرنے کے مواقع برابر ملتے رہے تھے۔ چمڑے کے ٹکڑوں اور درخت کی چھالوں پر وحی کے الفاظ رقم کیے جاتے تھے، لیکن حفاظت علوم کا فن ابھی ایجاد نہ ہوا تھا اور وہ پارچہ جات امتداد زمانہ سے کچھ تلف ہو جاتے تھے اور کچھ ابلیس کے چیلوں کے ہاتھ پڑ جاتے تھے کہ وہ ان میں حسب خواہش ردوبدل کر ڈالیں۔

آج ریکارڈ کا دور ہے جو کچھ کسی نے ایک بار کہہ دیا اور لکھ دیا وہ ہزاروں لائبریریوں میں کتابوں اور کیسٹوں کی شکل میں محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کی تردید میں نئی کوئی بات کہہ دی جائے، یہ تو ممکن ہے لیکن سابقہ قول کو معدوم کر دیا جائے۔ یہ اب ممکن نہیں رہا کیونکہ ارتقائے نسل انسانی کی جوانی کے دور میں حفاظت علوم کا فن اپنی معراج کو پہنچ چکا ہے۔

تاریخ میں اگر پیچھے کی سمت لوٹیں تو یہ حقیقت بالکل روشن ہو جائے گی کہ عقل کے ارتقاء کا سلسلہ جوں ہی اس دور میں داخل ہوا جسے ریکارڈ کا دور کہتے ہیں، اسی لمحے رحمت پروردگار نے نور تخلیق اول کو مجسم کر کے نسل انسانی کے درمیان بھیج دیا۔ انسانیت نے بچپن سے جوانی میں قدم رکھا۔ سرور کائنات ﷺ نے آمنہ رضی اللہ عنہا

کی آغوش سے سر ابھارا۔ مجوسیوں اور ہندیوں کے آتش کدوں کے شرارے بجھ گئے، نور مجسم آ گیا تھا۔ رہنمائے علم مکمل آ گیا تھا، چالیس بہاروں تک بشریت کے قالب میں رب کائنات کی براہ راست نگرانی میں اس کی تربیت ہوئی تاکہ ابلیس کی پھیلائی ہوئی چار سو ظلمت کی فریب کاریوں کو شکست فاش دینے کا خوب خوب تجربہ ہو جائے۔ چالیس سال کے بعد ظہور کا وقت آیا۔ پہلی وحی قرآنی کا نزول ہوا۔ غار حرا سے علم آخر کی ابتداء ہوئی محبوب خدا ﷺ کے پاس خدا کا حکم آیا۔ ”پڑھو............“ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا۔ پہلی وحی کا نور علم کی تاکید ساتھ لایا تھا۔ ضلالت تاریکی ہے، اسلام نور ہے۔ جہالت اندھیرا ہے علم اجالا ہے۔

داستانِ عروج و زوال

درود و سلام ہو فخر انبیاء ﷺ پر............ جبل نور سے آپ اترے اور اونٹوں کے چرانے والوں کو قوموں کا امام بنایا۔ اسلام کی بدولت، نور کی بدولت، علم کی بدولت، جنگی قیدیوں کی رہائی کا تاوان مقرر ہوا۔ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ تاکید فرمائی کہ گود سے گور تک علم حاصل کرو۔ اعلان فرمایا کہ عالم (باعمل) کے قلم کی سیاہی شہید کے خون سے افضل ہے۔ عمل نے قلوب کو فتح کیا۔ علم نے دماغوں کو جیتا۔ اسلام نے قوموں کو مسخر کیا اور اسلامی پرچم دیکھتے دیکھتے نصف دنیا پر لہرانے لگا۔ قرطبہ اور بغداد کے کتب خانے وجہ رشک بن گئے۔ طب، طبیعات، کیمیا، بحریات، فلکیات، نجوم، حساب، ریاضی، الجبراء، لسانیات، معاشیات، عمرانیات، سیاست، اخلاقیات،

الٰہیات، تواریخ، جغرافیہ، سوکس، فقہ، تصوف، علم کلام، منطق، انشاوغیرہ علوم کے خزانے عالم انسانی سے اُبل رہے تھے۔ یہ مسلمانوں کے عروج کا دور تھا۔ ابلیس کی لاکھوں برس کی محنت رائیگاں جارہی تھی جو رحمت خداوندی سے مایوس ہوگیا تھا وہ انسان کی فریب خوردگی سے مایوس نہ ہوا۔ علم کی ترقی کے ساتھ عمل کے میدان میں غفلت ہوئی ہی تھی کہ اسے موقع مل گیا۔

اسپین پر عیسائیوں کا تسلط ہوگیا اور بغداد کی تاتاریوں نے اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہ دو جھٹکے اتنے شدید تھے کہ صدیوں بعد آج بھی مسلمان ان کے اثرات کو مکمل زائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں۔ اسپین میں چن چن کر مسلمان قتل کیے گئے۔ بغداد میں دہشت کا یہ عالم تھا کہ ایک تاتاری عورت ایک مسلمان مرد کو راستے میں روک کر وہیں ٹھہرنے کا حکم دیتی تھی اور اپنے گھر سے تلوار لاکر اسی جگہ مبہوت کھڑے مسلمان کی گردن اڑادیتی تھی۔ کھوپڑیوں کے میناروں پر بیٹھ کر شرابیں پی گئیں اور بغداد کے کتب خانوں کے نوادر سے دریاؤں کو پاٹ کر پل بنائے گئے۔ آہ! وہ ہمارا تاریک ترین دور تھا۔ اسلام اپنے پیروؤں کی نااہلی کے باعث دب تو جاتا ہے فنا نہیں ہوسکتا۔ وہ پھر ابھرا۔ تاتاری مسلمان ہوگئے لیکن قوم مسلم کا ذہن ماؤف ہوچکا تھا۔ اشاعت اسلام کے علم برداروں نے حفاظت اسلام کا محاذ سنبھال لیا۔ اشاعت علم کی بلندی سے زوال ہوا تو حفاظت علم ہی میں خیریت نظر آئی۔ اقدام کے بجائے مدافعت ہماری زینت بن گئی جو زوال پذیر قوموں کی نشانی ہے۔ ترقی پذیر قوموں کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ نیوٹن چاہے جتنا بڑا سائنس داں رہا ہو آئندہ آنے والے وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں اس نے چھوڑا تھا۔ اس کے بیشتر نظریات اس دوران رد بھی کیے جاتے ہیں لیکن اس سے اس کی عظمت اور بابائے جدید سائنس

کہلانے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

زوال پذیر قومیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو رشک کی نگاہ سے دیکھتی رہتی ہیں۔اس کے افراد کا یہ عقیدہ بن جاتا ہے کہ وہ ان کے علم کو محفوظ رکھ لیں اتنا کافی ہے، ان سے آگے بڑھنا تو درکنار ان کی برابری بھی ناقابل تصور ہے۔اس احساس کمتری کی نفسیات کے زیر اثر وہ اپنی تمام قوتیں صرف حفاظت میں صرف کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جب کوئی تجدیدی کام نہ ہوتو ارتقاء کا تصور تو درکنار بقا کی حالت بھی برقرار نہیں رہتی کیوں کہ مکمل حفاظت (بجز الفاظ قرآن) ممکن نہیں ہے۔فن اسماء الرجال کے انتہائی بلندی تک پہنچنے کے باوجود شر پسندوں نے احادیث کے ذخیرے میں گڑبڑ کی۔

زوال کے اس طویل دور میں بھی رحمت ذوالجلال نے وقت کے ہر تھوڑے فاصلے پر کوئی نہ کوئی روشنی کا مینار نصب کیے رکھا اور یہ اُنہی لائٹ ہاوسز (light Houses) کا طفیل ہے کہ امت مسلمہ ایک مرتبہ پھر زوال کے آخری کنارے کو عبور کرنے کے سرے پر ہے اور عروج کے میدان میں انشاء اللہ تعالیٰ قدم رکھنا اب زیادہ دور نہیں۔

جہاں میں اہلِ ایماں صورت خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

وقت کی شاہراہ پر نصب ان روشنی کے میناروں میں سے ایک قریب ترین اور روشن مینار ''احمد رضا'' کے نام سے معروف ہے جس کی روشنی آج 70 سال کے فاصلے سے بھی ظلمتوں کا سینہ چیرتی ہوئی جویان حق کو عروج کی سرحدوں کی جانب رَواں دواں رہنے میں معاون ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ

امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علم کی عظمتوں کے کس پہلو کا بیان کروں۔ وہ علم کا سمندر تھے ایک موج تک پہنچنے کی کوشش ہی کرتا ہوں کہ اگلی سر سراتی ہوئی ہوا سر کے اوپر سے گزر جاتی ہے اور حد نگاہ تک ایسی موجیں ہی موجیں نظر آتی ہیں۔ کیا سمندر کو کبھی کوزے میں بند کیا جا سکا ہے؟ اور پھر یہ خاکسار تو ابھی تازہ بتازہ ان کے مداحوں کی فہرست میں وارد ہوا ہے۔

علوم قرآنیہ سے گھر کے ماحول کے باعث بچپن ہی سے کچھ مناسبت رہی ہے۔ مگر ایک طفلِ مکتب کے لئے یہ ممکن نہیں کہ امام صاحب کی علوم دینیہ پر دسترس کے تذکرے کا احاطہ بھی کر سکے۔ امامانِ وقت نے جس کا لوہا مانا اس کے اس میدان کے جواہر سے آشنا کرانے کے لئے اہل علم موجود ہیں اور حق ادا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ میں اس تذکرے کو چار مضامین، معاشیات، سائنس، ریاضی اور تقابلِ ادیان تک محدود رکھوں گا کیوں کہ اسے میں اپنے لئے سہل پاتا ہوں۔

معاشیات

معاشیات سے مجھے خصوصی ذاتی دل چسپی رہی ہے۔ اس میدان میں داخل ہو کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے قد پر نگاہ ڈالی تو یہاں بھی وہ بہت بلند نظر آئے۔

یہ حقیقت ہے کہ دنیوی علوم سے بے نیاز ہو کر دینی علوم کی تکمیل ممکن نہیں ہے۔ کم از کم ایک فقیہ اور مفتی کے لئے تو یہ از حد ضروری ہے کہ اسے برق رفتاری سے تغیر پذیر دنیا میں پیش آنے والے نت نئے مسائل سے عہدہ براں ہونے کے لئے گرد و پیش کا علم ہو۔ مثلاً مسائل حاضرہ کا ایک معمولی سوال ہے کہ روپے کے عوض ڈالر

خریدے اور بیچے جاسکتے ہیں یا نہیں، اور اس خرید و فروخت کے نتیجے میں منافع کمانا جائز ہے یا نہیں؟ بظاہر معمولی نظر آنے والے اس سوال کا جواب دینے کے لئے دارالعلوم اور جامعات کا موجودہ نصابی کورس ناکافی ہے۔ جواب دینے والے مفتی کو یہ علم ہونا چاہیے کہ کاغذ کا یہ ٹکڑا جسے ہم نوٹ یا ڈالر کہتے ہیں کیا چیز ہے؟ اس پر حکومت کے کنٹرول کی نوعیت کیا ہے؟ حکومتیں غریب اور امیر کیوں ہوتی ہیں؟ غریب حکومتیں بہت سے نوٹ چھاپ کر مالدار کیوں نہیں بن جاتیں؟ روپے کی قیمت میں کمی بیشی کیسے ہوتی ہے؟ ایک ملک کی کرنسی کا دوسرے ملک کی کرنسی سے باہم کیا رشتہ ہے؟ ریزرو بینک اور عالمی بینک اس میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟ افراط زر اور قلت زر کا کیا مطلب ہے اور ان کے ملکی معیشت پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ وغیرہ۔ ان تمام امور سے واقفیت کے بغیر مندرجہ بالا سوال کا صحیح جواب ممکن نہیں ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ معاشیات کے ماہرین قرآن و حدیث سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور مفتیانِ کرام بالعموم اکنامکس کی الف ب سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ ایسی صورت حال میں جدید مسائل پر دیئے گئے فتاویٰ اگر جدید تعلیم یافتہ ذہن کو مطمئن کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اور دین پر فرسودگی کا الزام عائد ہوتا ہے، تو اس میں الزام لگانے والوں کا کچھ بہت زیادہ قصور نہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا اس موضوع پر لکھا ہوا رسالہ اٹھا کر دیکھ لیجئے ''کرنسی نوٹ کے مسائل'' کے عنوان سے یہ رسالہ جو ایک اچھی خاصی کتاب ہے اردو زبان میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ امام صاحب نے حجاز کے اپنے ایک سفر میں بارہ سوالات کے جواب میں یہ رسالہ فی البدیہہ عربی زبان میں تحریر فرمایا تھا اور لطف یہ کہ دوران سفر حوالہ جات کے لئے کسی قسم کی کتب ساتھ نہ تھیں۔ اس میں جو فی البدیہہ

فقہی حوالے تحریر فرمائے ان کا تعلق تو علم فقہ سے ہے لیکن کسی ماہر معاشیات کو اگر یہ مطالعے کے لئے دیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ یہ ایک عالم دین کے قلم سے نکلنے والے وہ الفاظ ہیں جو چند گھنٹوں میں معرض وجود میں آگئے تھے تو وہ اسے ایک کرامت سے کم تصور نہیں کرے گا۔ اس دور کی معاشیات، مختلف معیشتوں کا باہم تعلق نوٹ اور روپے (اس زمانے میں چاندی کے روپے رائج تھے) کا باہمی ربط، ان دونوں کی جنس میں فرق کے باعث ان کے باہم تبادلے کی فقہی نوعیت، نوٹ کا ذخیرہ کرنا، نوٹ کے بدلے روپے خریدنا اور بیچنا، نوٹ مال ہے یا دستاویز وغیرہ پر امام صاحب نے ایسی سیر حاصل بحث کی کہ وہ بیک وقت ایک فقیہ اور ماہر معاشیات نظر آتے ہیں اور یہی ان کا امتیاز ہے۔ انکم ٹیکس انسپکٹر لکھنؤ محترم ظہور افسر صاحب نے اپنی کتاب a glance Ala Hazrat at (اعلیٰ حضرت ایک نظر میں) کے ایک باب an economist Ala Hazrat as (اعلیٰ حضرت بحیثیت ایک ماہر معاشیات) میں اعلیٰ حضرت کی ۱۹۱۲ء کی ایک تصنیف کا مختصر تجزیہ پیش کیا ہے، جس میں انہوں نے ملک کے مسلمانوں کے سامنے چار بیش قیمت مشورے رکھے تھے ان میں سے ایک مشورہ یہ تھا کہ بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس اور حیدرآباد کے خوشحال مسلمان دیگر غریب مسلمانوں کے لئے بینک قائم کریں۔ جناب ظہور افسر صاحب کے تجزیے کا ایک جملہ اردو میں ترجمہ کر کے نقل کر رہا ہوں۔ جس سے اعلیٰ حضرت کی معاشی بصیرت پر روشنی پڑتی ہے۔

"اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ایک ایسے وقت میں بینکاری کی بات کی اور اس کا مشورہ دیا جب ملک میں بینک کوئی خاص کردار ادا نہیں کر رہے تھے۔ ۱۹۱۲ء میں ہندوستان کے بڑے شہروں میں صرف چند بینک تھے اور اس وقت کوئی یہ سوچ نہیں

سکتا تھا کہ تین چار دہائیوں کے بعد بینک اتنی اہمیت اختیار کر جائیں گے۔

سائنس

سائنس زمانہ طالب علمی میں میرا خاص مضمون تھا۔ جدید دور میں کئی عالم ایسے گزرے ہیں جن کو سائنس سے نابلد نہیں کہا جا سکتا اور سائنس کے ہر طالب علم کے دل میں ایسے ہر عالم کی وقعت پیدا ہونا ناگزیر ہے جس نے سائنس کا مطالعہ بھی کیا ہو۔

ستمبر ۱۹۹۰ء میں برادر عزیز محمد شہاب الدین رضوی صاحب (جو اس وقت سنّی دنیا بریلی کے مدیر ہیں) نے مجھے ایک کتاب مطالعے کے لئے دی "فوز مبین در ردِ حرکت زمین" جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی تصنیف تھی۔ دو سال قبل (ہفت روزہ) ہجوم نئی دہلی کے ذریعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی طرف سے وہ شکوک وشبہات رفع ہو چکے تھے۔ جو میرے حلقہ تعارف کے باعث شروع سے میرے دماغ میں بسے تھے ۔ جاوید بھائی (محترم جاوید حبیب صاحب مدیر ہجوم اور سابق کنویز بابری مسجد ایکشن کمیٹی) کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میری آنکھیں کھولی تھیں اور شہاب صاحب میرے محسن ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے مقام کی طرف مجھے متوجہ کر گئے۔ ان کی دی ہوئی کتاب کے اوراق الٹتا رہا اور حیرت کے سمندر میں غوطے کھاتا رہا۔ تقریباً ایک صدی قبل اس وقت کی جدید سائنس کی اتنی عمیق واقفیت رکھنے والا عالم دین اور اہل سائنس اسے صرف ایک فرسودہ عالم سمجھتے تھے۔ (ان کے ساتھ اس ناانصافی میں ان کے پیرووں کا بھی حصہ ہے۔ اس موضوع پر انشاء اللہ العزیز پھر کبھی اظہار خیال کروں گا) بعض علمائے دین کی سائنس دانوں کا انہیں کی زبان میں مدلل تعارف میرے لئے ایک حیرت ناک تجربہ تھا۔ امام صاحب نے اس معرکۃ الآرا تصنیف میں گلیلیو کے (Laws of

(Falling Bodies) (گرنے والے اجسام کے اصول) کو پرنیکس اور کپلر کے گردش سیارگان کے نظریات اور آئزک نیوٹن کے (Law of inertia) (کلیہ جمود) اور (Law of gravitation) کشش ثقل کا اصول) کا رد کیا ہے۔ البرٹ آئنسٹائن کی (Therory of Relativity) نظریہ اضافت) پر گفتگو کی ہے۔ اور ارشمیدس کے اصول (پانی میں اشیاء کے وزن میں ہٹائے ہوئے پانی کے وزن کی بقدر کمی ہو جاتی ہے) کی تائید کی ہے۔ کتاب میں حضرت مولانا نے مدو جزر کی تفصیلات پر بہت طویل تکنیکی بحث کی ہے، دیگر سیاروں پر اجسام کے اوزان میں کمی بیشی پر تبصرہ فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں کتاب مذکورہ میں وہ سمندر کی گہرائی، زمین کے قطر، مختلف سیاروں کے اہم فاصلے، مختلف مادوں کی Relative Densities ہوا کے دباؤ کے سائنسی دعووں کی تفصیلات اور اعداد و شمار سے نہ صرف واقف نظر آتے ہیں بلکہ اپنے دلائل کے ثبوت میں ان اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہیں۔

آج اعلیٰ حضرت کی عظمت کا جیتا جاگتا ثبوت خود سائنس نے ہمیں فراہم کر دیا ہے۔ مذکورہ کتاب میں حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے سکونِ شمس کا مدلل رَد فرمایا تھا اور آج سائنس کو اعتراف ہے کہ سورج ساکن نہیں ہے بلکہ گردش میں ہے۔ سورج اپنے محور پر ایک چکر ۲۵ دن میں پورے کرتا ہے اور اپنے مدار (Orbit) میں ۱۵۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے گردش کر رہا ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات نے اب یہ بتایا ہے کہ سورج اور چاند کی زندگی ایک روز ختم ہو جائے گی اور یہ کہ سورج ایک مخصوص سمت میں بہا چلا جا رہا ہے۔ آج سائنس اس مقام کا محل وقوع بھی بتاتی ہے اور جہاں تک سورج جا کر ختم ہوگا اسے Solar Apex کا نام دیا گیا ہے۔ سورج اس سمت 12 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے بہہ رہا ہے۔

اللہ اکبر! اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کی معرفت اپنے کلام میں ڈیڑھ ہزار سال قبل مطلع فرما دیا تھا کہ۔

القرآن:......"اے سننے والے کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ رات لاتا ہے دن کے حصّے میں اور دن کرتا ہے رات کے حصے میں اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے۔ ہر ایک ایک مقرر میعاد تک چلتا ہے......(لقمٰن،۲۹۔ کنزالایمان)

نیز "اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لئے۔ یہ حکم ہے زبردست علم والے کا۔" (یٰسین،۳۸)

یہ اعزاز امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا مقدر ہوا کہ سائنس کے سکون شمس کے نظریے کے پیش ہونے کے بعد وہ پہلا شخص تھا جس نے سائنسی دلائل ہی سے اس کا رد کیا اور سورج کو حرکت پذیر اور محوِ گردش ثابت کیا۔

آج حق ثابت ہو چکا۔ باطل ملیامیٹ ہو گیا۔ ان الباطل کان زھوقا. لیکن افسوس! حق پرست امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو پیروانِ امام، امامانِ سائنس سے تسلیم کروانے میں ہنوز ناکام ہیں۔

امام صاحب کی عظمت کا ایک اور زندہ ثبوت یہ ہے کہ بابائے جدید سائنس سر آئزک نیوٹن کے بیشتر نظریات میں آج سائنس نے ترمیم کر لی ہے۔

دورِ زوال کی شروعات کے بعد سے آج تک میرے علم میں ایک بھی عالم دین ایسا نہیں ہے جس نے بارہا اپنے وقت کی سائنس کو اسی کے میدان میں اسی کی زبان میں چیلنج کیا ہو اور بالآخر کامران رہا ہو۔ لفظ "بارہا" میں نے اس لئے استعمال کیا کہ کم از کم ایک اور واقعہ اسی نوع کا امام صاحب کے تذکرے میں جگہ جگہ میں نے پڑھا ہے اور یقیناً قارئین کی نظر سے وہ پہلے ہی گزر چکا ہوگا کہ امریکی میٹرولوجسٹ البرٹ پورٹا

نے پیشین گوئی کی تھی کہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو سیاروں کے اجتماع اور کشش کے باعث دنیا میں زلزلے اور طوفان آئیں گے۔ امام صاحب نے اس کے رَد میں ایک رسالہ تحریر فرمایا اور امام صاحب کی بات سچ ثابت ہوئی۔ پورٹا کی پیشین گوئی غلط نکلی۔

ریاضی

الیکٹریکل انجینئرنگ کی تعلیم کے دوران سائنس کے ساتھ ایڈوانس میتھمیٹکس بھی میرا مضمون تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایک بی ایس سی کے درجہ تک کا ریاضی کا طالب علم بھی "فوز مبین در رَدِ حرکت زمین" میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی حسابی باریکیوں کو پوری طرح سمجھنے کا اہل ہوگا۔ اسے سمجھنے کے لئے کم از کم ایم۔ ایس۔ سی (ریاضی) کی استعداد کی ضرورت ہے۔ ریاضی ایسا مضمون نہیں ہے جو بغیر استاد کی مدد کے پڑھا جا سکے لیکن تاریخ میں کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جنہیں عام لوگوں کے لئے وضع کردہ اصولوں پر پرکھنا ممکن نہیں ہے۔ امام صاحب ان میں سے ایک تھے۔ اپنی اس کتاب میں وہ الجبراء، جیومیٹری، ٹرگنو میٹری، لوگارتھم Logarithm اور Applied Maths کے مضامین اسٹیٹکس اور ڈائنامکس کا ایک اتھارٹی کی حیثیت سے استعمال کرتے نظر آتے ہیں اور لطف یہ کہ سائنس اور ریاضی کے خشک مضامین کی بحث کے دوران جا بجا مندرجہ ذیل طرز کی ادبی چاشنی بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔

"وہی بات آگئی جو ہم نے ان کی دانش پر گمان کی تھی کہ نیچے دیکھا تو جذب سمجھے اوپر نگاہ اٹھی تو اسے بھول گئے۔ فرار پر قرار ہوا۔"

تقابل ادیان

راقم الحروف کی موجودہ دل چسپیاں تقابل ادیان کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔

گو کہ اس موضوع پر کوئی باقاعدہ رسالہ یا تصنیف امام صاحب کی میرے علم میں نہیں ہے لیکن مجھے ایک خوش گوار حیرت سے دو چار تب ہونا پڑا جب فتاویٰ رضویہ میں جگہ جگہ امام صاحب کی دیگر ادیان سے واقفیت کی جھلک نظر آئی۔

ایک صاحب نے فری میسن تحریک سے متعلق سوال پوچھا۔

فری میسن ان چند خفیہ تحریکوں میں سے ایک ہے جس سے واقفیت رکھنے والا کروڑوں میں کوئی ہوتا ہے۔ فری میسن کے رموز اور اصولوں کو اس کے ممبران کسی پر کبھی ظاہر نہیں کرتے۔ مجھے واقعی حیرت ہوگی اگر آج ہندوستان کا کوئی ایک عالم دین بھی فری میسن سے واقفیت رکھنے والا میرے علم میں آئے گا۔

امام صاحب نے جواب دیا۔ گو جواب مفصل نہیں ہے لیکن سائل کو اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں تھی۔

جواب فتاویٰ کی جلد دہم نصف آخر کے صفحہ ۲۵۸ پر تحریر ہے۔

ایک صاحب نے سوال بھیجا کہ گاندھی کو مہاتما کہنا کیسا ہے؟

کوئی فرسودہ عالم ہوتا تو جواب دیتا کہ مشرکین کی زبان استعمال کرنا سخت ناروا ہے۔

اوسط فہم رکھنے والے علماء تہدید فرماتے کہ مشرک غیر مسلم کی تعظیم جائز نہیں ہے اس لئے اجازت نہیں۔

ترقی پسند ذہن رکھنے والا عالم اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ رائج الوقت زبان کا جز ہے اور بعض مواقع پر خود آنحضرت ﷺ نے غیر مسلم سربراہان قبائل کی دعوتی نقطہ نظر سے عزت افزائی فرمائی ہے۔

لیکن جس باریکی کی طرف امام صاحب نے متوجہ فرمایا اس طرف اسی کی نگاہ جا سکتی ہے جو تقابل ادیان سے دل چسپی رکھتا ہو۔ جواب میں فرمایا کہ مہاتما کا مطلب

ہے روحِ اعظم اور لفظ روحِ اعظم جس ہستی کے لئے مخصوص ہے اس کے سوا کسی کے لئے روا نہیں۔ کسی مسلمان کے لئے بھی نہیں۔

مندرجہ بالا سوال و جواب بھی فتاویٰ رضویہ جلد دہم میں درج ہیں۔

''فوز مبین در رَد حرکت زمین کا آغاز آیات قرآنی اور عربی زبان میں حمد و ثناء و دعا کے بعد ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

''الحمدللہ وہ نور کہ طور سینا سے آیا اور جبل ساعیر سے چمکا اور فاران مکہ معظمہ کے پہاڑوں سے فائض الانوار و عالم آشکار ہوا......''

مندرجہ بالا الفاظ کا استعمال حضرت مولانا امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے بائبل کے مطالعے کا غماز ہے۔ مولانا آزاد جیسے شخص نے امام صاحب کے یہ الفاظ اپنے تقابلی مطالعے کے ایک مضمون کی تمہید کے لئے (معمولی ردوبدل کے ساتھ) مستعار لئے۔

بعض عالم کہلانے والے کم علم لوگ اس خیال کی اشاعت کرتے نظر آتے ہیں کہ سابقہ کتب آسمانی اور دیگر مذاہب کی مذہبی کتب کا مطالعہ گناہ ہے۔ وہ سیدنا عمر ﷺ سے مروی اس حدیث کو نہیں جانتے کہ۔

''قریب ہے وہ شخص اسلام کی ایک ایک کڑی علیٰحدہ کردے جس نے اسلام میں ہی آنکھیں کھولیں اور جاہلیت سے بالکل ناآشنا ہے۔''

وہ صحیح بخاری کی اس روایت سے بھی واقف نہیں ہیں کہ۔

حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج یعنی بنی اسرائیل کی روایتیں۔

(حسب ضرورت دین) بیان کرسکتے ہو اس میں حرج نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ مذاہب غیر کے پیروؤں کے اعتراضات کا رَد انہیں کے اعتقادات اور انہیں کی تسلیم شدہ کتب کے ذریعہ بے حد موثر انداز میں دیا

کرتے تھے۔ امام صاحب کے علمی تجربہ کا یہ پہلو ابھی تک نسبتاً غیر معروف ہے کہ غیر مذاہب کی مذہبی کتب کا نہ صرف مطالعہ بلکہ اس کا استحضار اور بوقت ضرورت اس کا استعمال انہیں تقابل ادیان کے شعبے میں بھی ایک ممتاز مقام کا حامل ثابت کرتا ہے۔

بریلی باسمنڈی کے مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پردیسی جی برہمچاری نے ان سے سوال کیا کہ "راما سنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالے دے کر محمد رسول اللہ ﷺ کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے۔..........."

امام صاحب نے 15 دلائل کے ذریعہ اس کا رد فرمایا لیکن قابل ذکر بات یہ ہے کہ دلیل نمبر ے میں ہندوؤں کی مذہبی کتاب وید کے ان تراجم کا حوالہ دے کر جو انتہائی مہمل ہیں، یہ ثابت کیا ہے کہ ہر تفسیر معتبر اور ہر مفسر مصیب نہیں ہے کہ کشاف وغیرہ کی مندرجہ بالا آیات کی تفسیر کی بنیاد پر معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کو بے ادبی سے گنہگار کہا جائے۔ امام صاحب کے طرز استدلال کی خوبی یہ ہے کہ راما سنگھم چونکہ آریہ تھا اس لئے اس پر یہ بھی واضح فرمایا کہ دیانند سرسوتی (بانی آریہ سماج) نے ان تراجم کا انکار کر کے اپنے ترجمے کئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام صاحب کی نظر پر وید کے ایک سے زائد تراجم تھے۔ استدلال نمبر ے کے الفاظ ذیل میں قارئین کی نذر ہیں۔

"(ے) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب۔ مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفاسیر کا ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات وفحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کراتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں ابلی کھلی پھر رہی ہیں اور خود بندگانِ وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھرے کے گندے گھنونے فحش لکھے اون سے آریہ کی جان کیوں کر چھوٹے گی مثلاً یجر وید میں ایشور کی بیماری کا حال لکھا ہے کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ او سیکڑوں طرح

کی علم و عقل رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرواے ابا جان تو بھی ایسا ہی کر۔" نیز یہ بھی فرمارہے ہیں کہ "اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا میں فرزند تجھ کو بہت عمدہ نصیحت کرتا ہوں ماتا جی کہتی ہیں اے لائق بیٹے میں والدہ تیرے گھوڑے گائیں زمین کپڑے جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر۔ اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے اس کے ہزار سر ہیں ہزار آنکھ ہیں ہزار پاؤں ہیں، زمین پر وہ سب جگہ ہے الٹا سیدھا تب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی آگے بیٹھا ہے نیز ویدوں میں اس کا نام سرو بیا پک یعنی ہر شئے میں جاری و ساری ہے یعنی ہر جگہ سمایا ہوا ہر چیز میں رما ہوا ہر خلا میں گھسا ہوا ہے ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پاخانہ کی ڈھیری میں ایشور ہی ایشور ہے۔ دیانند نے محض زبردستی ان کی کایا پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کردو خواہ حکمت سے تو وہ کلام کیا ہوا۔ بھان متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہوسکتا ہے معلوم نہیں کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے؟

ویدوں کے مختلف مترجمین اور مفسرین کے اختلافات کے منہ توڑ تذکرے سے اعلیٰ حضرت نے حجت تمام کردی لیکن یہ سوال و جواب مندرجہ بالا دلیل نمبر ے کے ساتھ ۱۵ دلائل پر ہی ختم نہیں ہوگیا حکمت الٰہی کو کچھ اور بھی منظور تھا اور امام صاحب

کے بائبل کے مطالعہ کی گہرائی بھی ہمارے سامنے عیاں کرنی تھی۔ مولوی صاحب نے تحریر فرمایا کہ "راما سنگم آریہ سے نصرانی ہوگیا ہے۔ روئے جواب جانب نصاریٰ ہونا چاہیے۔" امام صاحب نے جواباً فرمایا "الحمد للہ وہ جواب کافی ووافی ہے۔ صدر کلام میں آریہ کی جگہ نصرانی لکھ لیجئے ہاں نمبر ۷ بالکل تبدیل ہوگیا۔ اسے یوں لکھئے ...."

آج کل تو بہت سے مولوی صاحبان بائبل اور اناجیل کے فرق ہی سے واقف نہیں ہیں۔ کبھی کچھ حوالے پڑھ کر نقل کرتے ہیں تو بائبل کی جگہ انجیل لکھ دیتے ہیں اور لاعلم عوام پر اپنی قابلیت کا سکہ بٹھاتے ہیں! کس جگہ لفظ بائبل کا استعمال ہوا اور کہاں انجیل۔ یہ اہتمام تو وہی کرسکتا ہے جس نے صرف کچھ ترجمے پڑھ کر نقل نہ کردیئے ہوں بلکہ بائبل کی تفصیلات اور باریکیوں سے واقف ہو۔

امام صاحب نے اپنے جواب میں بائبل کا ایک مہمل واقعہ نقل کیا جس میں بیٹے کی عمر باپ سے شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں اور مسیح علیہ السلام کے راست باز و کامل ایمان ہیں تو ضرور شریعت سے جدا ہیں تو گنہگار ہیں کتاب یرمیاہ باب ۹ درس ۱۲، ۱۳ میں ہے۔ سرزمین کس لئے ویران ہوئی اور بیابان کے مانند جل گئی۔ خداوند کہتا ہے اسی لئے کہ انہوں نے میری شریعت کو ترک کردیا اور اس کے موافق نہ چلے۔ (۱۸) بلکہ ترک اولیٰ یا کسی صغیرہ کا صدور یا بد ہونا بھی در کنار بائبل تو مسیح علیہ السلام کو معاذ اللہ صاف ملعون بتاتی ہے خط مذکور باب ۳ درس ۱۳" مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑیا کہ وہ ہمارے لعنت ہوا کیوں کہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکایا گیا ہو سو لعنتی ہے۔" العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ایسے پوچ ولچر مذہب کے پابند کیوں دین حق اسلام کے خدام سے اُلجھتے ہیں اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور اپنی پگڑی کہ کبھی نہ سنبھلے گی

سنبھالیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم واللہ تعالیٰ اعلم

مندرجہ بالا سوال و جواب فتاویٰ رضویہ کی جلد نہم ص ۷۳ تا ۸۰ درج ہیں۔

مخالفین بھی استفادہ پر مجبور......:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے علم اور تفقہ کا اقرار ان کے مخالف اہل عصر کی زبان سے قارئین کے لئے کوئی نئی دریافت نہیں ہے لیکن ان کے طویل القامت کا ناقابل تردید ثبوت یہ ہے کہ صرف زبانی اعتراف ہی نہیں روزمرہ کی عملی زندگی میں بھی امام صاحب کی خدمات سے ان کے مخالفین کے لئے بے نیاز ہونا ممکن نہیں ہے۔ برصغیر ہندو پاک کی ہر مسجد میں نقشہ نظام اوقات صلوٰۃ سے استفادہ کرنے والے بیشتر حضرات شاید اس سے بے خبر ہیں کہ یہ نظام اوقات امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی دین ہے۔

عالم اسلام میں علوم وفنون کی ترقی کے دور میں حیرت انگیز استعداد رکھنے والے ہمارے اسلاف میں کتنے ہی روشن ستارے ایسے ہیں جو بیک وقت اتنے علوم کے ماہر تھے کہ ان کی نظیر مذاہب غیر میں ممکن نہیں لیکن دور زوال میں اگر نظر دوڑائیں۔ اور اس سے ہرگز باعظمت بزرگانِ دین کی تقصیر مقصود نہیں ہے کہ ہر ایک کا میدان جدا ہے۔ تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ پچھلی کئی صدیوں کی تاریخ میں وہ واحد نام ہے جو بیک وقت تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، ادب، نعتیہ شاعری، علم کلام، منطق، فلسفہ، ہیئت، نجوم، توقیت، جفر، تکسیر، تقابلِ ادیان، جغرافیہ، سائنس، ریاضی، معاشیات، عمرانیات، لسانیات، الغرض الٰہیات، ارضیات، فلکیات اور بحریات (ماہرین کے اندازے کے مطابق) کم وبیش 50 علوم کا نہ صرف ماہر تھا بلکہ استحضار کی کیفیت یہ تھی کہ فی البدیہہ

حوالے بھی اس کی نوک زبان پر رہا کرتے تھے۔(بشکریہ "یادگار رضا" ۱۹۹۵ء)

علوم سائنس اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ

(مولانا شاہ محمد تبریزی القادری۔پاکستان)

علوم مشاہدات (سائنس) پر اہل اسلام (مسلمانوں) نے جو احسان ناقابل فراموش کئے ہیں اس کا اندازہ علوم سائنس پر ان کی چھوڑی ہوئی یادگار نگارشات (تالیفات وتصنیفات اور مسودات) اور جدید تحقیقات وتصدیقات کی روشنی میں ہونے والی آج کی ایجادات واختراعات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

ایک سائنس پر ہی کیا منحصر؟ علم وفن کا کوئی میدان ایسا نہیں جس کے شہسوار مسلمانوں میں نظر نہ آتے ہوں۔انہی شہسواروں میں ایک نام علامہ مولانا قاری حافظ مفتی مدرس محقق شیخ الحدیث امام احمد رضا خاں قادری بریلوی افغانی محدث برصغیر کا بھی ہے۔

چودہویں صدی کے نصف میں ہندوستان کے شہر بریلی میں 10 شوال المکرم 1272ھ بمطابق 14 جون 1856ء کو جنم لینے والا علوم سائنس کا ماہر مسلمان سائنس داں جسے لوگ (فقیہ اعظم) "امام الوقت" اور "چودہویں صدی کا مجدد" کہتے ہیں۔ جب کہ بعض لوگ اسے "علوم وفنون کا حمالہ" کہہ کر پکارتے ہیں اور بعض اسے "بحر العلوم" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔شیخ موسیٰ الشامی الازہری کی طرف سے آپ کو "امام الائمہ المجد دلهذه الامۃ" کا خطاب ملا۔اور حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل نے آپ کو "فاتح الفقہاء والمحدثین" کا خطاب دیا۔

علم کا یہ بحر بے کراں، ایک متبحر عالم دین، محدث ومفتی، مفکر وادیب، مصلح

ومدّ بر ہونے کے ساتھ ساتھ ایسا محقق بھی تھا جس میں کئی سائنس داں گم تھے۔ اس میں ایک طرف تو ابوالہیثم کی فکری بصارت وعلمی روشنی تھی تو دوسری جانب جابر بن حیان جیسی صلاحیت وقابلیت۔ اس میں ایک طرف موسیٰ الخوارزمی اور یعقوب الکندی جیسی کہنہ مشقی تھی تو دوسری جانب الطبری، فرغانی، رازی اور بوعلی سینا جیسی دانش مندی، اس میں فارابی، البیرونی، عمر خیام، امام غزالی علیہ الرحمہ اور ابن رشد جیسی خداداد ذہانت تھی تو دوسری جانب امام الفقہاء امام اجل امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے فیض سے فقیہانہ وسیع النظری اور حضرت غوث الاعظم دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی وابستگی اور قلبی لگاؤ کے سبب اعلیٰ ظرف امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ہر رُخ علم وفن کا منبع اور ہر پہلو علم کا سرچشمہ تھا۔ آپ کو علوم قرآن وحدیث وفقہ، علوم صرف ونحو وفلسفہ، علوم عقائد وکلام وبیان اور منطق ولسان اور تقابل ادیان سمیت علوم سائنس پر بھی مکمل عبوردسترس حاصل تھی۔ آپ نے دیگر علوم کی طرح علم سائنس کے ہر گوشہ اور ہر پہلو کو اپنے منبع علم وعمل اور چشمۂ فیض سے سیراب کیا۔ سائنسی علوم پر آپ کی تحقیقات وتحریرات، مشاہدات، تجربات انمٹ نقوش اور آنے والوں کے لئے ہدایت ومشعل راہ ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے کم وبیش پچپن علوم حاصل کئے۔ آپ نے جو علوم وفنون اساتذہ سے حاصل کئے ان کی تفصیل یہ ہے:

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب فقہ جملہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) علم تفسیر (۸) جدول، مذہب (۹) علم العقائد والکلام (۱۰) علم صرف (۱۱) علم نحو (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ

(۱۷) علم فلسفہ (۱۸) تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ۔

مندرجہ ذیل علوم کسی استاد سے حاصل نہیں کئے البتہ ان علوم وفنون کے ماہرین سے اجازت حاصل کی۔

(۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون (۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر ومقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوغارثمات (۳۶) علم التوقیت (۳۷) مناظرہ مرایا (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیأۃ جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) جفر (۴۵) زائرچہ (۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر ہندی (۵۲) خط نسخ (۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علم الفرائض۔

اس قدر علوم وفنون کا ذکر کرنے کے بعد امام احمد رضا علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

وحاشا لله ماقلته فخرا وتمدحابل تحدثا، بنعمت الكريم المنعم.

ترجمہ: اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمت کا ذکر کیا ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ ارثماطیقی، جبر ومقابلہ (ALGEBRA)، حساب سینی، زیجات، لوگارتھم (LOGARITHM)، مثلث کروی (SPHERICAL TRIGONOMETRY)، مثلث مسطح

(TRIGONOMETRY)، علم التوقیت، علم التکسیر، فلکیات، علم المربعات (SQUARES) علم جفر، علم رمل، زائچہ، حساب (MATHEMATICS)، علم ہیأۃ جدیدہ و قدیمہ (ASTRONOMY)، علم الہندسہ، علم النجوم (ASTROLOGY)، فلسفہ قدیمہ وجدیدہ، علم التقویم، علم الطبیعات (PHYSICS)، علم الارضیات (GEOLOGY)، علم معدنیات، (MINEROLOGY)، علم الصوتیات (PHONETICS) اور علم نور ''بصریات''۔ (OPTICS) جیسے ثقیل ودقیع اور دقیق ووثیق علوم وفنون پر ید طولیٰ رکھتے تھے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے مستند و معتبر، موثق ومؤقر سائنس دان ہونے کا بین ثبوت یہ ہے کہ آپ نے ہر فن پر کوئی نہ کوئی کتاب یادگار چھوڑی ہے۔ آپ کی تحریرات لازوال اور ناقابل چیلنج ہیں۔ آپ کی خاصیت تحریر میں یہ بات ہے کہ آپ نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اسے اس کی انتہا تک پہنچایا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علوم سائنس پر ایک سو سے زائد کتب (رسائل وحواشی ومقالات) تصنیف و تالیف فرمائیں جب کہ آپ کی تحریر کردہ مختلف موضوعات پر تصانیف کی تعداد (مع فقہ وحدیث وترجمہ قرآن مجید) ایک ہزار سے زائد ہے۔ جو کم وبیش ستر علوم پر لکھی گئی ہیں۔ جس میں چونتیس کے قریب علوم وفنون ایسے ہیں جو آپ نے اپنے ذاتی مطالعے اور اپنی ذہنی استعداد وقابلیت اور اپنی خداداد صلاحیت سے حاصل کئے تھے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علم ہیئت وفلسفہ قدیمہ وجدیدہ پر ایک، علم ہیئت / طبیعات پر تین، ہیئت جدیدہ پر تیرہ، علم ریاضی پر چھ، علم ہندسہ پر تین، علم تکسیر پر پانچ، علم مثلثان (جیومیٹری اور ٹریگو میٹری) پر پانچ، علم جفر پر پانچ، لوگارثم پر دو، علم

زیجات (حرکات سیارگان) پر پانچ، جبر ومقابلہ پر دو، ارثماطیقی پر دو، علم ارضیات پر دو، علم التوقیت پر پانچ، علم نجوم پر نو، فلکیات پر پانچ، علم صوتیات پر دو، علم نور (طبیعات/بصریات) پر چار اور علم تقویم پر دو کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ اس کے علاوہ علم الکیمیا (CHEMISTRY)، علم الطب (MEDICINES)، علم الدویہ (PHARMACY)، سیاسیات (POLITICAL SCIENCE)، علم بین الاقوامی امور (INTERNATIONAL TION)، اور علم اخلاقیات (ETHICS) پر بھی آپ کی قلمی کاوشیں موجود ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علم ریاضی کی بیشتر شاخوں مثلاً الجبرا، جیومیٹری (علم مثلثات)، علم تکونیات (TRIGONOMETRY)، علم الاعداد (NEOMEROLOGY) اور لوگارتھم کی مدد سے بے شمار مسائل حل کیے۔ اور لوگارتھم کے قوائد (CONVENTION)، ایجاد کیے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب لوگارتھم کا علم یونیورسٹیوں تک محدود تھا اور لوگارتھم کا طالب علم خال خال نظر آتا تھا۔

عظیم فتاویٰ کی ضخیم کتاب "العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ" کی جلد اوّل صفحہ ۳۲۱ تا ۳۳۰ پر باب المیاہ میں درج فتاویٰ مسمی "الھنی المنیر فی الماء المستدیر (۱۳۳۴ھ بمطابق ۱۹۱۶ء) پچاسی سال کا طویل عرصہ گذر جانے کے بعد آج بھی علم ریاضی کا نادر نمونہ اور اپنے فن کے لحاظ سے ناقابل چیلنج ہے۔ یہی نہیں اس کے علاوہ بھی کئی لاتعداد فتاویٰ ایسے ہیں جن کے جوابات امام احمد رضا نے لوگارتھم و دیگر علم سائنس ہیئت، فلسفہ، طبیعات، کیمیا، فلکیات، معاشیات و معدنیات، کی روشنی میں نہایت ہی مثبت و مسکت اور شافی وکافی پیش کیے۔ آپ نے علوم سائنس کی ان شاخوں کو نہایت مدلل اور بڑے مفصل انداز سے استعمال کیا اور یہ ثابت کیا کہ آپ ان

علوم پر ماہرانہ وقاہرانہ دسترس رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی پہلی اور سب سے بڑی جدید اسلامی یونیورسٹی ''الجامعۃ الازہر'' (قاہرہ، مصر) کے ممتاز عالم حدیث اور پروفیسر ڈاکٹر محی الدین الوائی نے اپنے مقابلہ حضرت امام احمد رضا مطبوعہ ''صوت الشرق'' (فروری ۱۹۷۰ء صفحہ ۱۷-۱۶) میں فرماتے ہیں۔

''مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی تصنیفات تقریباً! پچاس فنون میں ہیں۔ جن فنون میں آپ نے لاتعداد اور مدلل تصنیفات کی ہیں ان میں سب سے زیادہ نادر علم زیجات (وہ جدول جن سے ستاروں کی رفتار پہچانی جاتی ہے)، جبر ومقابلہ وعلم الارض ہے۔''

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علوم سائنس پر جو تحقیق فرمائی اور علم ریاضی پر جو مفصل ومکمل کتاب تحریر فرمائی ہیں ان کے مطالعہ کے بعد ممتاز ماہر ریاضیات پروفیسر ابرار حسین (علامہ اقبال یونیورسٹی۔ اسلام آباد) نے فرمایا ''بے شک اعلیٰ حضرت بہت بلند پایۂ ریاضی داں تھے۔''

ممتاز ریاضی داں وائس چانسلر آف مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ۔ بھارت) اور برصغیر کے عظیم مفکر ومدبر سر ضیاء الدین احمد، امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی فہم وذکاوت سائنسی وادبی خدمات اور علمی کارناموں کو خراج پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''صحیح معنوں میں یہ ہستی نوبل پرائز کی مستحق ہے۔''

ایک مرتبہ ڈاکٹر ضیاء الدین نے علم ریاضی کا لاینحل مسئلہ امام احمد رضا کے روبرو زبانی طور پر پیش کیا تو امام نے اس مسئلے کا فی البدیہہ جواب زبانی ہی دے ڈالا تو ڈاکٹر موصوف نے فرمایا ''میرے سوال کا جواب بہت مشکل اور نا قابل حل تھا اور اس سلسلے میں اپنی فراغت گاہ (جہاں سے پی ایچ ڈی کی سند لی) جرمنی جانے والا تھا لیکن آپ نے ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اس مسئلے پر کافی عرصے سے ریسرچ کر رہے ہوں۔ اب

ہندوستان میں اس کا جاننے والا کوئی نہیں۔"

محمد شاہد اسلم دیوبندی (ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی، مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) اپنے تحقیقی مقالہ "سائنس قرآن کے آئینے میں" لکھتے ہیں۔

"امام احمد رضا علیہ الرحمہ برصغیر کے پہلے سائنسدان، دانشور اور عالم دین ہیں جنہوں نے سرسید احمد خان کے اس طرز عمل کے خلاف کہ "سائنس کی روشنی میں قرآن کو پرکھا جائے" یہ نظریہ پیش کیا کہ "سائنس کو قرآن کی روشنی میں پرکھا جائے" کیوں کہ یہ ایک ازلی اور ابدی حقیقت ہے۔"

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے دنیا کے ممتاز سائنس دانوں ماہر طبیعات وریاضیات سر آئزک نیوٹن (برطانیہ ۱۶۴۲۔۱۷۲۷ء) ماہر طبیعات وریاضیات پروفیسر البرٹ آئن اسٹائن (امریکا ۱۸۷۹۔۱۹۵۵ء) اور ماہر ثواقب (METERLOGY) پروفیسر البرٹ ایف پورٹا پر سخت تنقید اور شدید علمی گرفت کی ہے اور ان سائنس دانوں کے بے بنیاد مفروضوں اور فرسودہ خیالات کا رد کرتے ہوئے اور قرآن واحادیث کی رو سے مسائل خرق والتیام، خلاء (ATMOSPHERE) اور ایٹم (ATOM) وغیرہ پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور جگہ جگہ آپ نے علوم جدیدہ وعقلی ونقلی دلائل کی روشنی سے بھی استفادہ کیا ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے نیوٹن کے نظریات کے رد میں ایک مدلل ومکمل اور مسکت ومثبت کتاب "فوز مبین در رد حرکتِ زمین" تصنیف فرمائی۔ اس معرکۃ الآراء کتاب میں آپ نے نیوٹن کے مشہور ومعروف نظریات "نظریہ کشش ثقل" (THEORY OF GRAVITATIONAL TRACTION) اور نظریۂ حرکت زمین (THOREY OF MOTION) اور آئن اسٹائن کے نظریۂ اضافت

(THEORY OF RELATIVITY) پر فاضلانہ بحث کی ہے۔ خرق والتیام کے بارے میں قدیم فلاسفہ کے اقوال کو رڈ کرتے ہوئے آپ نے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت کرتے ہوئے فرمایا کہ "فلک پر خرق والتیام جائز ہے۔"

(الکلمة الملهمة، مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۷)

ایک مقام پر خلاء پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فلسفہ قدیمہ خلاء کو محال مانتا ہے ہمارے نزدیک وہ ممکن ہے۔ (ماہنامہ الرضا بریلی ۱۹۱۹ء صفحہ ۳۹) ایک مقام پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ جزو لا یتجزی ممکن بلکہ واقع اور اس سے جسم کی ترکیب بھی ممکن۔ اگر بعض اجسام اس طرح مرکب ہوئے ہوں کچھ محذور نہیں، مگر یہ کُلّیہ نہیں ہے کہ اس طرح کے اجسام میں تماس نا ممکن کہ موجب اتصال دو جزو ہے اور جسم حسی جس طرح ہم نے ثابت کیا یوں ہی تماس حسی ماننا مشکل ہے۔ "جزو لا یتجزی کے متعلق امام احمد رضا نے قرآن کریم سے اثبات جزو کی دلیل مستبط کی، فرماتے ہیں "میں نے تو جزو لا یتجزی کا قرآن عظیم سے اثبات کیا اور یہ آیت پیش کی۔

"ومزّقنا هم كُلّ مُمَزق" اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر دیا۔ (پارہ ۲۲، سورۃ النساء)

ایٹم کا نظریہ سب سے پہلے مشہور یونانی فلسفی دیمقراطس (DEMOKRITUS) (۳۷۰۔۴۶۰ ق م) نے ۴۰۰ قبل مسیح میں پیش کیا۔ اس نے کہا کہ مادّہ (MATTER) چھوٹے چھوٹے اجزاء سے مرکب ہے۔ جب یہ ملتے ہیں تو صورت نکلتی ہے اس نے یہ بھی کہا کہ "اگر ان اجزاء کو تقسیم کرتے چلے جائیں تو ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا کہ مزید ٹکڑے کرنا ناممکن ہوگا" اس سے "جز لایتجزیٰ" (ایٹم) کا نظریہ ابھرا۔ یونانی زبان میں ایٹم کے معنی ہیں "نا قابل تقسیم۔"

نفی کا کلمہ ہے۔ اس طرح ایٹم دو زبانوں کا مرکب بن کر ناقابلِ تقسیم ہو گیا۔

آج سے دو ہزار سال قبل ایٹم جس نے پہلی بار متعارف کرایا وہ دیمقراطس تھا اور ایٹم کا نام بھی اسی کا وضع کردہ ہے۔ اس کا نظریہ تھا کہ ''دنیا کی ہر شئے نہایت چھوٹے چھوٹے، ناقابل تقسیم ذرّوں یعنی ایٹموں سے بنی ہے۔ لیکن اس سے بھی پہلے یونان کے ایک فلسفی زینو ایلیائی نے بتایا کہ ''کائنات کا مادّہ ایک مسلسل اور ناقابل تغیر چیز ہے۔''

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ آج سے دو ہزار سال قبل جب دیمقراطس نے اپنا ''نظریۂ ایٹم'' پیش کیا تھا تو اس کی سب سے پہلے مخالفت بھی اہل یونان یعنی افلاطون اور ارسطو نے کی تھی اور اس کے برخلاف اپنا نظریہ پیش کیا تھا۔

قدیم ہندوستان میں بدھ مت اور جین مت کے علماء نے بھی ایٹمی حیات سے متعلق تقریباً وہی نظریہ پیش کیا جو دسمقراطس نے کیا تھا۔

۱۸۹۸ء میں ایک سائنسدان جے جے تھامس (J.J THOMSON) نے اس کے خلاف نظریہ پیش کیا اور کہا کہ ''ایٹم ناقابلِ تقسیم ذرّہ نہیں بلکہ اسے توڑا جاسکتا ہے۔ اور الیکٹرون کی دریافت کا سہرا بھی اسی کے سر ہے۔

ایٹم کا جدید نظریہ برطانیہ کے ماہر طبیعات جان ڈالٹن نے ۱۸۰۸ء میں پیش کیا تھا۔ اور لارڈ ردرفورڈ اور فریڈ رسوڈی نے کمال جرأت سے کام لیتے ہوئے قدیم ایٹمی نظریات کے برخلاف ایک ایسا نظریہ پیش کیا جسے ایٹم کی دنیا میں ''کفر'' کہنا چاہیے۔ انہوں نے ہزارہا برس کے اس نظریہ کہ ''ایٹم ناقابل تقسیم'' ہے کے برخلاف کہا کہ ''نہیں ایٹم قابل تقسیم ہے'' اور انہوں نے ثابت کر دکھایا کہ ریڈیم کا ایٹم مسلسل انتشار اور تقسیم در تقسیم کی حالت میں رہتا ہے۔

۱۹۱۱ء میں رتھر فورڈ (RUTHER FORD) نے نظریہ ایٹم کو مزید وسعت دی اور کہا ''ایٹم کا ایک مرکز ہے جسے نیوکلیس (NUCLEUS) کہتے ہیں اور یہ کہ نیو کلیس کے گرد الیکٹرون (ELECTRON) پروٹون (PROTON) اور نیوٹرون (NEUTRON) نے ایٹمی ساخت کا نظریہ پیش کیا اور کہا کہ ''الیکٹرون پروٹون اور نیوٹرون ایٹم کے حصے ہیں اور اپنے محور (ORBIT) تبدیل کرتے رہتے ہیں اور تبدیلی محور کے دوران توانائی (ENERGY) خارج کرتے ہیں۔

دو نوجوان سائنسدان ارنسٹ والٹن اور جان کرک روفٹ پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے کیونڈش لیبارٹری کیمبرج میں ایٹم کو پہلی بار شق کیا تھا۔ اس پر ان دونوں کو مشترکہ طور پر نوبل انعام دیا گیا تھا۔ انہوں نے لیتھیم کے مرکز کو توڑنے کے لئے ایک لاکھ وولٹ کے اسراع سے ہائیڈروجن کے مرکزے پر مشتمل گولی استعمال کی۔ یاد رہے کہ ہائیڈروجن کا مرکزہ سب سے چھوٹا اور پروٹون پر مشتمل ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ۱۹۷۸ء میں ممتاز پاکستانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی اسی تحقیق پر طبیعات کا نوبل پرائز دیا گیا تھا۔ جب کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے تقریباً سو سال قبل اس مسئلہ پر تحقیق فرمادی تھی۔ جسے ڈاکٹر موصوف نے خود سراہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی کتاب ''فوز مبین در رد حرکت زمین'' کا مطالعہ کرنے کے بعد ایک مقام پر لکھا ہے کہ ''مجھے خوشی ہوئی کہ مولانا نے اپنے دلائل میں (LOGICAL AND AXIOMATIC) پہلو مدنظر رکھا ہے۔

نظریہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے بارے میں پروفیسر ابرار حسین فرماتے ہیں ''اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ضرب دراصل نیوٹن کے نظریات پر ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی

تحریر کو سرسری نظر سے دیکھ کر رد کر دینا میرے خیال میں غیر سائنسی فعل ہے خصوصاً اس صورت میں جب نامور سائنس دان بھی اس قسم کے نظریات آج بھی رکھتے ہوں"۔

ممتاز برطانوی سائنس داں اور قوانین حرکت (LAWS OF MOTIONS) کا موجد نیوٹن امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ہم عصر تھا۔ وہ ایک مقام پر رقم طراز ہے کہ "اگر زمین کو اتنا دباتے کہ مسام بالکل نہ رہتے تو اس کی مساحت ایک انچ مکعب سے زیادہ نہ ہوتی" امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے نیوٹن کے اس قول پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اہلِ انصاف دیکھیں سردارِ ہیئات جدیدہ نیوٹن نے کتنی صریح خارج از عقل بات کہی"۔ اس کے بعد آپ نے ایک طویل علمی بحث کی اور پانچ دلائل سے نیوٹن کے خیال کی تردید کی ہے۔ (فوز مبین)

سچ تو یہ کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کچھ پایا قرآن کریم اور فضل الٰہی سے پایا۔ عشق رسول ﷺ سے پایا وہ سائنسی ظنیات پر قرآنی یقینیات و فرقانی آیات کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ ان کی نظر میں سائنسی نظریات ترقی پذیر ہیں اور جو ترقی پذیر ہوتا ہے وہ مکمل نہیں ہوتا اور قرآنی آیات و نظریات مکمل و مفصل ہیں اور نامکمل کو تو مکمل کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ لیکن مکمل کو نامکمل کی روشنی میں نہیں دیکھا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے علوم کا ماخذ قرآن کریم کو قرار دیتے ہیں۔

ہیئت کے علاوہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا سب سے بڑا کارنامہ دنیائے سائنس میں "الفوز المبین در رد حرکت زمین" ہے جو حرکتِ زمین کے رد میں لکھی گئی ہے۔ جس میں آپ نے حرکتِ زمین کے متعلق موضوع پر نہایت فاضلانہ اور مدلل اور بہت جامع انداز میں بحث کی ہے۔ آپ نے رد فلسفۂ جدیدہ میں ایک سو پانچ دلائل سے زمین کا ساکت ہونا ثابت

کیا ہے۔آپ نے فوز مبین کی فصل سوم میں ذیلی حاشیہ لکھا جس میں روشن دلائل نقل کئے جوفلاسفۂ قدیمہ نے ردّ حرکت پر دیئے ہیں۔آپ نے ان دلائل کے ابطال میں تیس دلائل پیش کئے جوفلاسفۂ قدیمہ نے ردّ حرکت پر دیئے ہیں۔آپ نے ان دلائل کے ابطال میں تیس دلائل پیش کئے جو آپ کی نظری وعلمی بصیرت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ مزید آپ نے اس بحث کوایک تیسری کتاب میں مرتب کیا ہے۔جس کا نام ''الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکم بها فلسفة المشئمة'' رکھااور سب سے حیرت انگیز بات یہ ہے کہ آج تک کوئی بھی سائنسدان مولانا کے اس فلسفے کوچیلنج نہیں کرسکا ہے جب کہ انہوں نے حرکت زمین کے معتقدین اور متفقین کومنہ توڑ جواب دیا ہے۔

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت کے علوم کا ماخذ قرآن وحدیث تھے اور قرآن کریم میں سکونِ زمین سے متعلق کئی آیات موجود ہیں بطور نمونہ ایک آیت پیش خدمت ہے''ومن آیته ان تقومه السماء والارض بامره''۔''اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس کے حکم سے زمین وآسمان قائم (کھڑے) ہیں''۔یعنی ٹھہرے ہوئے ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے راجارتن سنگھ بہادر ہوش یار جنگ زخمی کی تصنیف لطیف ''حدائق النجوم''(ستاروں کے باغات) پر شدید تنقید کی ہے(واضح رہے کہ آپ کی تنقیدات ونکتہ چینیاں علمی اور تعمیری ہوتی ہیں) مثلاً:

(ا)......البروج کی تعریف حدائق پر آپ نے لکھا''باطل ہے کہ معدول سے مرکز بدل گیا''۔

(ب)......اصول الہٰیات تعریف اس سے باطل تر ہے کہ مرکز بھی مختلف اور دائرے بھی چھوٹے بڑے اور حق وہ ہے جو ہم نے کہا۔

(ج)......حدائق نے سنی سنائی اپنی ہوشیاری سے سب دوائر کوایک مقعر ساوی پر لیا

جس کا مرکز، مرکوزِ زمین ہے مگر بھولا کہ تمہارے نزدیک وہ مدار زمین ہے یا مقعر فلک پر اس کا موازی بہر حال اس کا مرکز، مرکز زمین ہونا کہیں صریح جنون کی بات ہے۔

اسی طرح ممتاز مسلمان فلسفی، ماہر منطق اور صاحب شمس بازغہ (یہ کتاب درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے) ملاّ محمد جونپوری ۱۶۶۲ء کے بعض خیالات پر سخت تنقید کی ہے۔ اس کے علاوہ حکمۃ العین (مصنف: نجم الدین علی بن محمد القزوینی ۱۲۰۳ء۔ ۱۲۷۶ء) اور شرح حکمۃ العین (مصنف شمس الدین عمر بن مبارک میرک بخاری) کے بعض مندرجات کو مہمل قرار دیا ہے۔ جب کہ یہ کتب علم فلسفہ پر لاجواب تحریریں شمار کی جاتی ہیں۔ اور تو اور دنیائے طب کے امام اعظم (FATHER OF MEDICINE) اور معلم ثالث ممتاز مسلمان فلسفی شیخ الرئیس بوعلی سینا (۹۸۰ء۔ ۱۰۳۷ء/ ۳۷۰ھ۔ ۴۲۸ھ) کے بھی بعض خیالات پر شدید تنقید کی ہے۔ چنانچہ مسئلہ گردش زمین پر بحث کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ "دلیل پنجم اس سے بڑھ کر فلک ثوابت جملہ ممثلات کا بہ تبعیت فلک الافلاک کا حرکت یومیہ کرنا" اور یہاں جو ابن سینا نے فرضیت کی کہانی گھڑی ہے بالکل شیخ چلی کی کہانی ہے "کما بیناہ فی کتابنا الفوز المبین"۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ایک جگہ زمانے کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "ہم چاہتے ہیں کہ بتوفیقہ تعالیٰ اس منزلہ کی بیخ کنی کر دیں جس پر آج تک متلفلسفہ کو ناز ہے وہ یہ کہ اگر زمانہ حادث ہو تو اس کا وجود مسبوق بالعدم ہوا اور شک نہیں کہ یہاں قبل و بعد کا اجتماع محال ہے۔ تو قبلیت نہ ہوگی۔ مگر زمانی نے تو زمانے سے پہلے زمانہ لازم" علامہ سید شریف و علامہ تفتازانی و فاضل قوشجی و شمس اصفہان (دنیائے اسلام کے ممتاز فلاسفرز) اور شرح دیگر طوالع منسوب بہ تفتازانی و تہافتہ الفلاسفہ للامام حجۃ الاسلام وللعلامہ خواجہ زادہ میں اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں جن

میں فقیر کو کلام ہے۔آپ نے ان تمام قدیم وجدید فلاسفرز کو رڈ کرنے کے بعد اپنے موقف کی تائید میں چھ صفحات پر مفصل بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ" زمانہ حادث ہے"۔

ممتاز امریکی ہیئت داں ماہر موسمیات وثواقب (METEROLOGY)

پروفیسر البرٹ ایف پورٹا جو کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ہم عصر سائنس دان تھا اس نے ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو اہل عالم کے سامنے ایک ہولناک پیشین گوئی کی۔ بقول پورٹا آفتاب کے سامنے اجتماع سیارگان کی کشش کے سبب آفتاب میں ایک گھاؤ نمودار ہوگا جس کے نتیجے میں قیامت صغریٰ برپا ہوگی نظام کائنات الٹ پلٹ جائے گا۔ شدید طوفان آئیں گے جس سے شہر غرقاب ہوجائیں گے۔ تند و تیز آندھیاں چلیں گی جو اونچی اونچی عمارتوں کو خس وخاشاک کی مانند اُڑا لے جائیں گی۔ اور زمین شدید زلزلے کے باعث جگہ جگہ سے پھٹ جائے گی۔ اور بڑے بڑے گڑھے پڑ جائیں گے سمندروں میں مدّ جزر کی عجیب کیفیات پیدا ہوجائیں گی۔ اور ان آفاتِ ناگہانی کی وجہ سے دنیا کے بعض علاقے صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے۔ پورٹا کی یہ پیش گوئی بانکی پور (پٹنہ، بھارت) کے انگریزی اخبار ایکسپریس کے شمارہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی جس کے سبب برصغیر میں تہلکہ مچ گیا۔ اس سلسلہ میں جب ممتاز مسلمان سائنسدان ہیئت داں اور منجم مولانا احمد رضا بریلوی سے رجوع کیا گیا تو انہوں نے پورٹا کے جواب میں بلکہ اس کی تحقیقِ باطلہ کے ردّ میں ایک نہایت ہی محققانہ کتاب تحریر فرمائی جس کا تاریخی نام "معین مبین بہر دور شمس وسکونِ زمین" (۱۳۳۸ھ۔۱۹۱۹ء) رکھا اور پورٹا کے بارے میں لکھا کہ کسی عجیب بے ادراک کی تحریر ہے جسے ہیئت کا ایک لفظ نہیں آتا سراپا اغلاط سے مملو ہے۔ آپ نے اس رسالے میں پورٹا کے بیان پر سترہ مواخذات قائم کئے

اور علم ہیئت سے متعلق فاضلانہ بحث کی اور آخر میں لکھا کہ ''بیان منجم پر اور مواخذات بھی ہیں مگر سترہ دسمبر کے لئے سترہ ہی پر اکتفا کرتا ہوں'' واللہ تعالیٰ اعلم۔ ادھر اخبار نیویارک ٹائمز (امریکہ) کے ۱۶۔۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے شماروں کے مطابق اس پیشین گوئی کے شائع ہوتے ہی تمام عالم میں دہشت پھیل گئی۔ عوام سراسیمگی کے عالم میں بھاگ کھڑی ہوئی۔ پیرس میں ہزاروں لوگ خوف کے مارے گرجا گھروں میں گھس گئے اور گڑگڑا کر دعائیں کی جانے لگیں۔ طلباء نے اسکولوں سے چھٹیاں لے لیں۔ بعض مقامات پر تعلیمی ادارے بند کردیئے گئے۔ والدین نے بچوں کو کمروں میں محبوس کردیا۔ ایک مقام پر سائرن کی گھنٹیاں بجنے لگیں اور شہر والے سہم گئے۔ الغرض ہر طرف موت کے سائے منڈلارہے تھے، کاروبارِ حیات مفلوج ہوکر رہ گیا تھا، حکومت وعوام ہر سطح پر خوف ودہشت کے باعث احتیاطی تدابیر اختیار کررہے تھے لیکن جب ۱۷، دسمبر کا سورج غروب ہوا تو پورٹا کی پیشینگوئی قطعاً جھوٹی لغو اور فضول ثابت ہوئی اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کچھ فرمایا تھا حرف بہ حرف حق اور سچ ثابت ہوا۔ پورٹا کی اس جھوٹی پیشین گوئی کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ دنیا کے تمام ہیئت داں پورٹا کے خیالات سے قطعاً متفق تھے اور اس کی تائید کرتے ہوئے اپنے اپنے ملکوں میں احتیاطی تدابیر اور حفاظتی اقدامات اختیار کرنے کا حکم دے دیا تھا مگر ان تمام انگریزی سائنس دانوں کے افکار و خیالات، تدابیر واحتیاطیں ایک طرف اور ایک مولوی سائنس دان احمد رضا کے انمول اقوال وافکار ایک طرف۔ تمام دنیا کے جید سائنسداں ایک مولوی سے شکست کھاگئے۔ اس شکست کا اہم پہلو یہ ہے کہ مغربی سائنسداں دنیا کے اعلیٰ ترین سائنسی آلات وہتھیار سے لیس تھے اور خصوصی لیبارٹریز (تجربہ گاہوں) میں اپنے مشاہدات اور تجربات سے نتائج اخذ کررہے تھے۔ جب کہ یہ مولوی اللہ کا

مقرب اپنے حجرے میں بیٹھا خدا کے حضور اس کی تمجید و ثنا بیان کر رہا تھا اور محض اپنے علم و کشف اور روحانیت کی بنیاد پر عالمی سائنسدانوں سے برسرِ پیکار تھا۔ علم ہیئت ردّ حرکت زمین اور ابطال نظریات نیوٹن و آئن اسٹائن اور پورٹا پر آپ کی کتاب ''الکلمة الملهمة فی الحکمة المحکم بها فلسفة المشئمة'' بھی ہے جو آپ کی نظری و علمی بصیرت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ایک اور کتاب ''نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان'' بھی ہے۔ جو آپ نے پروفیسر حاکم علی خان کے نظریات حرکت زمین کے ردّ میں تحریر فرمائی ہے جس کا اظہار پروفیسر موصوف نے ایک خط میں کیا تھا اور تفسیر جلالین و تفسیر حسینی سے بعض عبارات پیش کی تھیں، جس کے جواب میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے ان دو کے مقابلے میں اٹھائیس کتب و تفاسیر سے ان کا ردّ فرمایا۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ اسلامی سائنس کے داعی تھے اور سائنسی نظریات کو مذہبی تناظر میں پرکھتے تھے یہی ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ نظریاتِ سرسید کا ردّ آپ نے انہی بنیادوں پر کیا۔ آپ فرماتے ہیں ''سائنس کو مسلمان کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ تمام سائنسی مسائل جنہیں اسلامی مسائل سے اختلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائلِ سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے مسئلہ اسلامی کا اثبات ہو اور سائنس کا ابطال و اسکات ہو تو یوں قابو میں آئے گی۔

اعلیٰ حضرت مغربی سائنس دانوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''یورپ والوں کو طریقہ استدلال نہیں آتا انہیں اثبات دعویٰ کی تمیز ہی نہیں، ان کے اوہام جن کو وہ بطور دلیل پیش کرتے ہیں یہ، یہ علتیں رکھتے ہیں'' منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان کے ردّ میں بس ہیں کہ یہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوئے ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے فتاویٰ رضویہ کے ''کتاب الطہارۃ'' میں ایک نادر فتویٰ تحریر فرمایا جو علم ریاضی و علم معدنیات کا شاہکار ہے۔ کتاب تیمم میں آپ نے جنس ارضی اور آگ کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک سو اسی ایسی چیزوں کے نام گنوائے جن سے تیمم کیا جاسکتا ہے۔ اس میں اُنہتر منصوصات اور ایک سو سات مزیدات ہیں۔ اور پھر ایک سو تیس ایسی اشیاء کے نام گنوائے ہیں جس سے تیمم جائز نہیں۔ اس میں اٹھاون منصوصات اور بہتر زیادات ہیں۔ اسی جگہ آپ نے تقریباً ایک سو اسی ایسے پتھروں کی اقسام بھی بتائی ہیں جس سے تیمم ہوسکتا ہے۔ مزید یہ کہ ان پتھروں کی جائے پیدائش وقوع اور ماہیت پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔ علم فلکیات کے متعلق آپ نے ایک فتوی تحریر کیا جس میں باقاعدہ فلکیات چارٹ کے ذریعے فتوی کی فنی باریکیوں کو واضح کیا ہے۔ آپ نے شہر بریلی اور اس کے متوافق العرض ہندوستانی شہروں کیلئے رؤس اور بروج کا ایک ایسا نقشہ مرتب کیا جو تاابدان مضافات کے رات اور صبح کی ہیئت کی نسبت نشاندہی کرتا رہیگا۔ اسی طرح امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے وضو کیلئے پانی کی اقسام بیان فرمائی ہیں جن سے وضو جائز ہے اور ایک سو چھیالیس قسمیں وہ بتائی ہیں جن سے وضو جائز نہیں۔ اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ایک سو پچھتر صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے سحر و صبح کاذب صادق کا ایک بے نظیر دائمی نقشہ پیش کیا ہے۔ اسی طرح آپ نے رویت ہلال پر ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے (Logarithm Calculation) سے زمین کی قدر نکالی اور پھر اس کی طویل تشریح کے بعد مسئلہ رویت ہلال کو بالکل صاف اور واضح کر دیا۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ذہانت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ آپکا ایک فتوی جو ستاون

صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس میں آپ نے ایک سو تمیں کتب سے استفادہ کیا ہے۔اور ثابت کیا ہے کہ نماز جنازہ کی تکرار نا جائز ہے"رسالہ النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز"۔

آپ کی تحریر کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ صرف انھیں کتابوں کے نام درج کرتے تھے جو فتاویٰ کے جواب اور حوالہ جات کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔آپ کی کامیابیوں میں ایک بڑی کامیابی یہ بھی تھی کہ آپ فتاویٰ کا جواب اسی زبان میں دیتے تھے جس زبان میں سوال کیا جاتا تھا۔مثلاً آپ کے پاس دنیا بھر سے سینکڑوں سوالات آتے تھے اگر سوال فارسی میں ہوتا تو آپ جواب بھی فارسی میں تحریر فرماتے،اگر سوال عربی میں ہوتا تو عربی میں،حتّٰی کہ آپ نے انگریزی زبان میں کیے گئے سوال کا جواب بھی انگریزی ہی تحریر فرمایا اور اگر سوال منظوم شکل میں ہوتا تھا تو آپ کا جواب بھی منظوم ہی ہوتا اسکے علاوہ اگر سوال میں سائنسی انداز اختیار کیا جاتا تو آپ جواب بھی سائنسی انداز میں تحریر فرمایا کرتے تھے اور سائنسی طرز پر دیئے گئے لوگارتھم کے ذریعے سوال ......ہم دیکھ چکے ہیں اور مزید دیکھئے"کتاب الطہارہ"فتاویٰ رضویہ میں آپ سے فتویٰ پوچھا گیا"کنویں کا دَور کتنے ہاتھ ہونا چاہئے کہ وہ دہ در دہ ہو اور نجاست گرنے سے ناپاک نہ ہو سکے"امام احمد رضا نے مسئلہ کا حل لوگارتھم کی مدد سے اتنا مدلل دیا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔آپ نے علم ریاضی کے اعلیٰ نصاب کی طرف توجہ فرمائی اور اس کی مدد سے جو جدول تیار کیا وہ دائرے،قطر،محیط اور مساحت کو بتانے کے لئے اپنی مثال آپ ہے۔

اسی طرح کتاب النکاح میں جو مقدمہ آپ نے لکھا ہے اس میں نوے کتب کے نام محض حوالے کے طور پر پیش کئے ہیں۔اس کی علاوہ فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم میں

رسالہ ''النھی الحاجز عن تکرار صلاۃ الجنائز'' میں آپ نے دو سو سات کتب کے حوالہ جات درج کیے ہیں۔

فتاویٰ رضویہ بارہ ضخیم جلدات پر مشتمل ہے جبکہ جدید فتاویٰ رضویہ تیس جلدوں پر مشتمل ہے ہر جلد جہازی سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ عربی، اردو، فارسی اور انگریزی زبانوں میں منثور و منظوم فتاویٰ پر مشتمل یہ خزینہ فقہ و ذخیرۂ ادب اسلامی علوم کا عظیم ترین سرمایہ ہے۔ جس میں آپ نے علوم سائنس کے علاوہ مسائل پر تحقیق و سیر حاصل بحث کی ہے۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) پانی میں رنگ ہے یا نہیں؟ (۲) پانی کا رنگ سپید ہے یا سیاہ؟ (۳) پانی میں مسام ہیں یا نہیں؟ (۴) مو، شیشہ، بلور پیسنے سے ب سپید کیوں ہو ہیں؟ (۵) شعاع کی جنس کیا ہے؟ (۶) آئینہ (Mirror) میں درز پڑ جائے تو وہاں سپیدی کیوں معلوم ہوتی ہے؟ (۷) رنگتیں تاریکی میں موجود رہتی ہیں؟ (۸) آئینہ میں اپنی صورت کے علاوہ چیزیں جو پیٹھ کے پیچھے ہیں کس طرح نظر آتی ہیں؟ (۹) مٹی کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کی درجہ بندی؟ (۱۰) کان کی ہر چیز گندھک، پارہ سے متولد ہیں؟ (۱۱) گندھک (Sulpher) نر ہے اور پارہ (Murcury) مادہ؟ (۱۲) اوس آسمان سے گر کر کیوں جاتی ہے؟ (۱۳) شعاعیں جتنے زاویے پر جاتی ہیں اتنے ہی زاویے پر پلٹتی ہیں؟ (۱۴) پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا؟ (۱۵) آئینے میں داہنی جانب کی اشیاء بائیں طرف اور بائیں جانب والی اشیاء داہنی طرف کیوں نظر آتی ہیں؟ (۱۶) برف کے سفید نظر آنے کا سبب کیا ہے؟ (۱۷) آواز (Sound) کیا ہے؟ کیسے بنتی اور سفر کرتی ہے؟ (۱۸) معدنیات میں چار اقسام ناقص الترکیب ہیں (۱۹) دریا بلکہ رنگین پیشاب کے بھی جھاگ سفید کیوں معلوم

ہوتے ہیں؟ (۲۰) احتراق (Combustion) کی چار صورتیں ہیں ؟ (۲۱) دائرے کا قطر و محیط و مساحت سے جو ایک چیز معلوم ہوتی ہے۔ وہ معلوم کرنے کا طریقہ؟ (۲۲) پتھر کس طرح بنتا ہے؟ پتھروں کی اقسام؟ (۲۳) پارہ کی جنس کیا ہے؟ (۲۴) پانی کی کتنی اقسام ہیں؟ (۲۵) انعکاس نور (Reflection Of Light) اورانعطاف نور (Refraction Of Light) کیا ہے؟ اور کیسے ہوتا ہے؟

اس وقت دنیا کے چار براعظموں ایشیا، امریکہ، یورپ اور افریقہ کے ۹ ملکوں کی اٹھائیس یونیورسٹیوں میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مذہبی، ادبی، فقہی، سائنسی اور طبی خدمات پر کام ہورہا ہے۔ پاکستان کی نو، بھارت کی نو، برطانیہ کی تین، امریکہ کی دو، افریقہ، ہالینڈ، سعودی عرب اور افغانستان کی ایک ایک یونیورسٹی میں امام احمد رضا پر مختلف موضوعات کے تحت محققین فرمارہے ہیں اور کتنے ہی افراد ایچ ڈی (ڈاکٹریٹ کی سند فراغ) حاصل کرچکے ہیں اور کتنے ہی لوگ ایم فل اور ایم اے کے مقالہ جات تحریر کرچکے ہیں۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ نہایت ہی متاثر کن شخصیت تھے، اس بات کا اعتراف اپنوں نے ہی نہیں غیروں نے بھی کیا ہے۔

ممتاز مغربی مستشرق کیلی فورنیا یونیورسٹی (بر کلے۔ امریکا) کی پروفیسر ڈاکٹر باربر اڈی۔ مٹکاف نے ۱۹۷۴ء میں اپنی کتاب "ہندوستان میں مسلم مذہبی قیادت اور علماء و مصلحین ۱۸۶۰ء۔ ۱۹۰۰ء" کے صفحہ ۳۵ میں تمام علوم عقلیہ ونقلیہ (قدیم و جدیدہ) میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی حیرت انگیز فہم و ذکاوت اور ان کی علمی و ادبی اور سائنسی وسماوی خدمات کا ذکر کیا ہے اور انہیں سراہا ہے۔

ایم حسن بہاری نے اپنے مقالہ "امام احمد رضا علیہ الرحمہ جدید سائنس کی روشنی میں" امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ "امام احمد رضا علیہ

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی بصیرت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ ''امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی مذہبی، ادبی، ریاضی ارضیات، فلکیات اور مادی یا سائنسی صلاحیتوں نے مجھے کافی متاثر کیا ہے''۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے علوم سائنس پر جو تحقیق فرمائی اور علم ریاضی پر مکمل کتب تصنیف فرمائیں ان کے مطالعے کے بعد ممتاز ماہر ریاضیات پروفیسر ابرار حسین (علامہ اقبال یونیورسٹی۔اسلام آباد) نے فرمایا''۔بے شک اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بہت ہی بلند پایہ ریاضی داں تھے''۔اور ان کی تصنیف ''الدولتہ المکیہ بالمادتہ الغیبتہ'' (۱۳۲۴ھ بمطابق ۱۹۰۶ء) کے نظریات وہ ہیں جو آج کل (Topology) کے زمرے میں آتے ہیں''۔

اسی طرح شبیر حسن بستوی نے اپنے مقالہ ''امام احمد رضا بحیثیت منطقی و فلسفی'' میں ایٹم کے بارے میں امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے نظریات و خیالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ دینی علوم پر بھی خاص مسند کا درجہ رکھتے ہیں۔بعینہ اسی طرح علوم سائنس پر۔آپ کے سامنے کتنا ہی مشکل و پیچیدہ تر مسئلہ پیش کیا جائے تو آپ فی الفور اور فی البدیہہ جواب دینے میں کمال تامہ رکھتے تھے۔اور آپ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ بلا کسی امدادی کتاب کے اس مسئلہ کا مع حوالہ جات نوٹ کرادیتے تھے اس کی زندہ مثال آپ کی مذکورہ تصنیف ہے۔۱۳۲۳ھ میں ثانی کے موقع پر علمائے حرمین شریفین نے دو اہم مسئلوں کے سلسلے میں آپ سے استفسار فرمایا۔ایک کا تعلق نبی کریم ﷺ کے عطائی علم غیب سے تھا جبکہ دوسرے مسئلے کا تعلق کاغذی نوٹ (کرنسی) سے تھا۔جو علم اقتصادیات و معاشیات پر

مکمل اور جامع دلائل و براہین کا متقاضی تھا۔امام صاحب نے استفتاء کے جواب میں مسئلہ علم غیب میں عربی زبان میں محض آٹھ تا دس گھنٹوں میں صرف تین نشست کے اندر شدید بخار کے عالم میں بلا کسی کتاب کی مدد کے دوصد چہل قرطاس یعنی دوسو چالیس صفحات پر مشتمل نہایت مدلل، اور مکمل جواب اپنے بڑے صاحبزادے حضرت علامہ مولانا حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۶۲ھ بمطابق ۱۹۴۲ء) کو املا کروائی اور اسی طرح دوسری کتاب بھی مسئلہ کاغذی نوٹ پر عربی زبان میں محض چند گھنٹوں میں بلا کسی امدادی کتاب کے نام "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" ۱۳۴۲ھ جیسی ممتاز کتاب تصنیف فرمائی جو علم اقتصادیات و معاشیات پر شاہکار کا درجہ رکھتی ہے اور یہ کتاب اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ اس میں بلا سود بینکاری اور کاروبار کے شرعی طریقہ کار پر بحث کی گئی ہے اور بلا سود اصول تجارت کے طریقے نہایت تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں جو کہ موجودہ دور کی اشد ضرورت ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اپنی علمی بصیرت، طویل مشاہدہ و مجاہدہ اور وسیع تجربات و تحقیق کی بنیاد پر دنیا کے بڑے بڑے سائنسدانوں اور فلسفیوں پر تنقید کی اور جید دانشوروں، مدبروں، مفکروں اور ادیبوں کی تحریرات میں ان میں خامیوں، کوتاہیوں اور غلطیوں کو نشان زد کیا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنی تحقیق (Research) پر کتنا اعتماد اور کس قدر بھروسہ تھا۔

ممتاز ریاضی دان، وائس چانسلر آف مسلم یونیورسٹی (علی گڑھ۔بھارت) اور برصغیر کے عظیم مفکر و مدبر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی فہم و ذکاوت، سائنسی و ادبی خدمات اور ان کے علمی کارناموں کو ان سنہری الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔فرماتے ہیں "بلاشبہ صحیح معنوں میں یہ ہستی (امام احمد رضا) نوبل

پرائز (Noble Prize) کی مستحق ہے۔'' ڈاکٹر ضیاء الدین احمد برصغیر میں علم ریاضی پر سند تسلیم کئے جاتے ہیں لیکن ایک مرتبہ وہ ریاضی کے ایک ایسے پیچیدہ بلکہ لاینحل مسئلے میں الجھ گئے کہ جو کسی صورت زمانہ ہوتا تھا۔ آخر کئی روز پریشان رہنے کے بعد انہوں نے جرمنی جانے کا فیصلہ کیا جہاں سے انہوں نے علم ریاضی میں پی ایچ ڈی (ڈاکٹریٹ) کی ڈگری (سند) حاصل کی تھی لیکن آخری کوشش کے طور پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے تلمیذ و خلیفہ پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (متوفی ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۹۶۶ء) کے اصرار پر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کرنے کا فیصلہ کیا اس ملاقات سے قبل تک ڈاکٹر موصوف بھی امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو مسجد کے ایک مولوی سے زیادہ حیثیت نہ دیتے تھے اور پھر علم سائنس خصوصاً ریاضی سے مولوی کا کیا تعلق؟ لیکن جب ضیاء الدین نے اپنا معاملہ زبانی طور پر امام احمد رضا صاحب کے روبرو پیش کیا اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے زبانی طور پر ہی ان کا یہ مسئلہ چشم زدن میں حل کر دیا تو ڈاکٹر ضیاء الدین نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو ایک جید عالم ریاضی کی حیثیت سے تسلیم کر لیا اور فرمایا ''میرے سوال کا جواب بہت مشکل اور لاینحل (Probablity) تھا اور اس سلسلے میں اپنی فراغت گاہ (جہاں سے Ph.D کی سند لی تھی) جرمنی جانے والا تھا لیکن آپ نے ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اس مسئلے پر کافی عرصے سے تحقیق کر رہے ہوں، مگر اب ہندوستان میں اس کا جاننے والا کوئی نہیں''۔

(سہ ماہی العلم، کراچی شمارہ ۱۰، اپریل تا ستمبر ۱۹۷۵ء صفحہ ۱۷۷)

اس واقعہ کو حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری علیہ الرحمہ نے بھی اپنی کتاب ''اکرام احمد رضا'' مطبوعہ لاہور ۱۹۸۱ء صفحہ ۶۶ ۔ ۵۸ میں بیان کیا ہے۔ سر ضیاء الدین کا قول اپنی جگہ آج بھی سچا ہے کہ اگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علمی و ادبی خدمات اور انکی سائنسی

کاوشوں کو نوبل کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے تو کوئی عجب نہیں کہ یہ عظیم ہستی، معتبر سائنسدان اور شاعر ہفت لسان اس انعام سے محروم رہ سکے۔

یہ بات روز ازل کی طرح روشن وعیاں ہے کہ" دنیا میں انقلاب غور وفکر برپا کرنے کا سہرا دین اسلام کے سر ہے" اور مشاہدات زندگی کا نام سائنس ہے اور سب سے پہلے جواز سائنس کا نظریہ قرآن نے پیش کیا اللہ رب ذوالجلال قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے"ان فی خلق السموت والارض واختلاف اللّیل ولنّھار لأیت الاولی الالباب . الذین یذکرون اللّٰہ قیاما وقعود وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض "۔ بیشک آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات ودن کے بدل بدل کر جانے میں عقل والوں کیلئے نشانیاں ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے: اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں"۔

علوم سائنس کے بیشتر علوم قرآن سے پیدا ہوئے۔اس کے علاوہ بیشمار علوم دین اسلام کے آنے سے وجود میں آئے اس کا ثبوت قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت ہے جو یہ بتا رہی ہے کہ نظام فطرت میں غور وفکر کرنا اور جستجو حیات کرنا بھی عبادت ہے۔نیز تخلیق انسانی کا مقصد بھی یہی ہے کہ وہ کائنات میں اپنے مسائل کا تلاش کرے اور بہتر سے بہترین کی تلاش میں رہے۔یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام (مسلمان سائنسدانوں) نے کائنات میں مشاہدات زندگی (علم سائنس) کو ضرورت انسانی نہیں بلکہ اسے مذہبی فریضہ (عبادت خداوندی) سمجھ کر کیا ہے اور جو بات بھی کہی ہے نہایت پائیدار اور مذہب کے حوالے سے ناقابل تردید وتنقید کی ہے،اسکے برعکس قبل از اسلام کی دنیا علم مشاہدات (سائنس) سے ناواقف اور اجنبی تھی گو کہ اہل یونان کے یہاں

ہمیں فلکیات وریاضیات اور ہیئت، وحیاتیات کے کچھ نقوش ملتے تو ضرور ہیں لیکن وہ چونکا دینے والے انکشافات نہیں۔

جدا ہو دین سائنس سے تو رہ جاتی ہے گمراہی

لیکن اسکے باوجود لوگ کہتے ہیں کہ مذہب اور سائنس دونوں الگ الگ چیزیں ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے ثبوت کیلئے دلیل بھی پیش کریں ورنہ میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ مسلمان سائنسدانوں نے جب مذہب کے حوالے سے سائنس کی بنیادیں استوار کیں تو انہیں اس سے زیادہ مضبوط اور کوئی چیز نظر نہیں آئی پر وہ تکیہ کرتے :یا اعتبار و بھروسہ کرتے: یہی وجہ ہے کہ شاذ و نادر بھی یہ مثال نہیں ملتی کہ کوئی مسلمان سائنسی علوم کا جاننے والا (سائنسدان) گمراہ یا بے دین مرا ہو، مرتد یا زندیق ہوا یا اپنی تحقیق میں اس قدر اونچا اڑا ہو کہ الٰہیات (توحید ورسالت اور مذہب) کا منکر ہو گیا ہو یا اپنے خیالات وافکار اور عقلی دلائل کی روشنی میں مذہب سے انکار کیا ہو۔ جبکہ انگریزی (مغربی علوم سائنس) کا معاملہ اس کے قطعاً برعکس ہے۔ یہ بالکل ہی مادر پدر آزاد علم ہے اور جونہی انسان اسکے قابو میں آتا ہے تو وہ تمام انسانی وروحانی، اخلاقی رشتوں سے منہ موڑ لیتا ہے اور تمام مذہبی پابندیوں سے خود کو آزاد کر لیتا ہے۔ اس کی مثالیں موجودہ دور میں بھی بکثرت قائم ہیں۔ دیگر یہ کہ ان کے مشاہدات محض قیاسات وخیالات تک ہی محدود رہتے ہیں اسی لئے آئے دن تنقید کا نشانہ بنتے ہیں۔

اسلام دنیا کا سب سے پہلا مذہب ہے جس نے سائنسی افکار کو منطقی اصولوں پر ڈھالا اور مسلمانوں نے سب سے پہلے تحقیق وتفتیش کی دنیا میں سائنسی علوم کی باریکیاں معلوم کرنے کیلئے مشاہدات وتجربات اور تجسس کے علم کو جنم دیا، اسلام سے قبل ہم دنیا کو کلاسیکی ضرور کہہ سکتے ہیں لیکن جس شئے کو ہم سائنس کے نام سے موسوم

کرتے ہیں وہ امور ہمیں صرف اور صرف اسلام میں نظر آتے ہیں، یہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے مشاہدہ، تجربہ، تفتیش و پیمائش کے اصول مرتب کیے اور اہل اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے کسی بھی علم یا فن کی اندھی تقلید نہیں کی بلکہ ان کی غلطیاں اور خامیاں درست کیں اور ان کی پیچیدگیوں کو دور کر کے انہیں سہل بنایا، ان کی کمی کو پورا کیا نیز کام کو جہاں سے چھوڑا گیا تھا اسے وہیں سے آگے بڑھایا بلکہ حد کمال (پایہ تکمیل) تک پہنچایا۔ مثلاً مسلمانوں نے بطلیموس (Ptolemee) (۹۰۔۱۶۸ق م) کے علم کائنات کو ضرور تسلیم کیا لیکن سیاروں کے بارے میں دی ہوئی اس کی معلومات کو قطعی اور آخری نہیں سمجھا بلکہ اپنی تحقیق، مشاہدہ اور تجربہ کی روشنی میں سیاروں اور ستاروں کی از سر نو پیمائش کی، اس طرح انہوں نے اس یونانی مفکر کے کام کو نہ صرف درست کیا بلکہ اس میں اضافہ بھی کیا اور آئندہ والوں کیلئے رہنما اصول بھی مرتب کیے۔

قرآن کریم نے فکر انسانی کو نہ صرف بدلا بلکہ ان کے ذہنوں اور روحوں میں جو انقلاب پیدا کیا وہ آج تک زندہ تابندہ ہے۔ اور انشاء اللہ تا حشر قائم ودائم رہیگا، مشاہیر اسلام اسکی زندہ مثالیں ہیں، امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ ان مشاہیر سے کسی طرح کم نہیں اور ممکن ہے کہ اگر ان افکار تازہ خیالات جدیدیہ پر مزید تحقیق کی جائے تو ان میں سے بہت سے مشاہیر سے وہ آگے نظر آئیں۔ قرآن کریم میں علوم کی ایک دنیا آباد ہے اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ علوم قرآن کا عظیم شاہکار ہیں۔ مذہبی سائنس کے حوالے سے ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلامی سائنس کے علمبردار (مسلمان سائنسدان) مذہبی علوم کے بھی ماہر ہوتے تھے اور بیک وقت کئی کئی علوم پر سند تسلیم کیے جا چکے تھے اور آج بھی اسلامی سائنس کی روایت برقرار ہے جبکہ

یونانی سائنس بشمول انگریزی (مغربی سائنس) دم توڑ چکی ہے اور اپنی روایات سے اتنی دور جا چکی ہے کہ اب اس کا واپس آنا ناممکن ہو گیا ہے۔

مقصد گویائی یہ ہے کہ آج ہماری نصابی کتب بھی انہیں فرسودہ اور قدیم (دقیانوسی) خیالات سے پر ہیں اور طلباء ایسی فضول باتیں پڑھ کر گمراہ اور دین سے دور ہو رہے ہیں۔ جب کہ ہونا یہ چاہئے کہ جہاں اور دیگر معاملات پر مشرق و مغرب کا اختلاف ہے اور سب سے بڑا جھگڑا مذہب کا ہے تو یہ مسئلہ بھی خالص مذہبی نوعیت کا ہے اور ہمیں خالصتاً مشرقی مسلمان بن کر اپنی مذہبی کتاب کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے اس لئے کہ یہ خلیجیں اس قدر وسیع ہو چکی ہیں کہ اب ان کو پاٹنا ناممکن ہو گیا ہے اور اس بات کو تو ایک مغربی مفکر نے بہت پہلے کہہ دیا تھا "مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب ہے یہ دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے"۔ یہ قول ہمارے تمام سوالوں کا جواب ہے۔ اب ایک اور اہم مسئلہ، مغربی تعلیم یافتہ طبقہ ہمارے ہاں مولوی کو سائنسی علوم کی ترویج و ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ گردانتا ہے حالانکہ یہ رکاوٹ مذہب کے حوالے سے قطعی اور درست ہے۔ اس کی مثال ہم مسئلہ حرکت زمین سے بھی لیتے ہیں۔ ہم نے قرآن کے حوالے سے اس مسئلہ کا حل پیش کیا، یہی مسئلہ اہل انصار کے ہاں بھی ہے۔ یعنی عیسائیت میں بھی زمین کا ساکن ہونا ثابت ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ گیلیلیو کو پادریوں نے یا عیسائی مذہبی ملاؤں نے مذہب کی بھینٹ چڑھا دیا اس طرح انہوں نے اپنی جہالت کا ثبوت دیا اور ایک سائنسدان کے خون سے اپنے دامن کو داغدار کیا، تو یہ الزام ان مذہبی عالموں پر غلط اور بے بنیاد ہے۔ ہاں دیگر معاملات میں انہوں نے سختیاں ضرور کی ہیں مگر جہاں مذہب کیخلاف سائنس نے بات کی ہے تو مذہب کے پاسبانوں نے دین کی حفاظت کی ہے۔ مسئلہ حرکت زمین

پر، جب مذہب پر آنچ آئی تو انہوں نے آواز اٹھائی۔ جب گیلیلیو نے کائنات کا مرکز سورج کو قرار دیا اور کہا کہ زمین سورج کے گرد چکر کاٹتی ہے تو اس بات پر پادری برہم ہوئے اور اس کو عدالت روم میں طلب کر کے اسے مذہبی مخالفت کا مجرم قرار دیا۔ اس کی کتاب ضبط کر لی اور اس سے جبراً دستخط کروائے کہ چاند اور زمین کے بارے میں اس کے نظریات غلط ہیں۔ اور یہی بات ہمارے ہاں بھی ہے یعنی جب مذہب کو داغدار کرنے کی کوشش بلکہ مذموم سازش کی جاتی ہے تو علماء میدان میں آتے ہیں اور اصولاً بحیثیت مسلمان کے ہونا یہ چاہئے کہ سائنسی مسائل کا حل مذہب کے حوالے سے پیش کرنا چاہئے بصورت دیگر گمراہی پھیلتی ہے۔ گیلیلیو کا واقعہ حقیقت میں ہمارے لئے درس عبرت ہے۔ غور فرمائیے یہ واقعہ پندرہویں، سولہویں صدی کا ہے جبکہ سائنس ابھی گھٹنوں کے بل رینگ رہی تھی۔ مگر افسوس تو اسی بات کا ہے کہ آج اکیسویں صدی میں جبکہ سائنس اپنے شباب پر ہے پھر بھی ہم ایسے فرسودہ، قدیم اور ناقابل اعتبار مفروضوں پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ جبکہ ہماری مذہبی کتاب اس کی سختی سے تردید کر رہی ہے تو معلوم ہوا کہ ہم سے بہتر تو اس وقت کے پادری (عیسائی رہنما) تھے جو اپنے مذہب پر سختی سے قائم اور اپنی مذہبی کتاب کے سخت پیروکار تھے اور مذہب پر دھبہ لگانے والے یا مذہبی احکام کے خلاف کام کرنے والوں کی خیریت معلوم کر لیتے تھے۔ دیگر یہ مسئلہ بذات خود سائنسدانوں کے مابین شدید تنقید کا شکار ہے اور آج یہ نزاعی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس اختلاف کی سب سے بڑی وجہ یہودیت اور عیسائیت میں مذہبی تنازعہ ہے۔ آج بھی اکثر و بیشتر عیسائی سائنسدان حرکت زمین کی تردید کرتے ہیں مگر یہودی لابی (یہودی سائنسدان) اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے زندہ رکھے ہوئے ہیں اور ہمارے بعض مفاد پرست مسلمان، مسلمان طلباء کو

مذہب سے دور، ان کے ایمان کو کمزور اور یہودیوں کی خوشنودی کی خاطر اپنی قوم کو برباد کر رہے ہیں، اس کے باوجود کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے تمام سائنسی مسائل کو اپنے مذہب کی کسوٹی پر حل کر سکتے ہیں۔

۳۱۰ قبل مسیح سے قبل تک تمام اہل علم و سائنسداں زمین کے ساکت ہونے پر متفق تھے لیکن ۳۱۰ ق م میں یونان کے جزیرہ ساموس (Samos) کے ایک سائنسدان ایرسٹارکس ساموسی (Anstor Khos Samosi) نے سب سے پہلے کائنات کا مرکز سورج کو قرار دیا پھر اس کے بعد ارشمیدس (Arkhmedes) ۷۸۲ق م نے اپنا نظریہ پیش کیا اس کے بعد تمام اہل علم کا سکون زمین پر اتفاق ہو گیا اور زمین کو مرکز کائنات کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ لیکن ٹھیک ایک ہزار آٹھ سو سال بعد دسویں اور پندرہویں صدی کے مابین ایک یہودی سائنسدان نکولس کوپرنیکس نے ''سکوت زمین'' کے قدیم اور مستحکم نظریہ کے مقابلے میں ''حرکت زمین'' کا نظریہ پیش کیا مگر ایراسٹارکس اور ارشمیدس کی طرح اس کے نظریہ کی بھی شدید مخالفت کی گئی اور تحقیر! یہ کہا گیا کہ اس نے آفتاب کو ٹھہرا دیا اور زمین کو حرکت میں لے آیا، مگر یہودی لابی اس وقت اس قدر مضبوط اور مستحکم ہو چکی تھی کہ پھر یہ آگ سرد نہ ہو سکی اور آج مسلمانوں کو بھی اس میں بھسم کرتی نظر آ رہی ہے، واضح رہے کہ ایراسٹارکس کے قول کے برعکس اس کے مقابلے میں ممتاز مصری ریاضی دان ٹولمے (Tolme) نے زمین کو کائنات کا مرکز قرار دیا اس نے کہا ''زمین کائنات کا مرکز ہے'' اور حقیقت بھی ہے کہ ہمارا مذہب اس قول کی تائید کرتا ہے اور بیشتر مسلمان سائنسدان اس بات پر متفق ہیں۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی ایک کتاب ''نزول آیات فرقان بسکون زمین

وآسمان'' بھی ہے جوانہوں نے پروفیسر حاکم علی خان کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمائی جو حاکم علی کے نظریات کے رد میں ہے۔ ہوا یوں کہ پروفیسر موصوف نے اعلیٰ حضرت کو ایک خط ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کو لکھا جس میں حرکت زمین کی تزئید میں بعض قرآنی آیات کے ساتھ تفسیر جلالین اور تفسیر حسینی سے بعض عبارات اور دیگر کتب سائنس کے حوالے پیش کئے اور امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے درخواست کی کہ وہ حرکت زمین کے قائل ہو جائیں۔ اس کے جواب میں امام احمد رضا صاحب علیہ الرحمہ نے ایک مدلل اور محقق رسالہ لکھا، اس رسالہ میں امام رضا علیہ الرحمہ نے رد حرکت زمین پر اپنے دلائل پیش کئے اور مندرجہ بالا دو کتب تفاسیر کے مقابلے میں اٹھائیس کتب وغیرہ سے سکون زمین کے بارے میں حوالے پیش کئے۔ ملاحظہ فرمایئے اس مسلمان سائنسدان کا علم اور اس کی ذہانت۔ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا طریقہ استدلال یہ ہے کہ مخاطب اپنے دعوی ثبوت کیلئے فن کی کتابوں سے دلیل پیش کرتا ہے اسی فن کی کتابوں سے اس کا رد کرتے ہیں۔

پروفیسر حاکم علی انجمن حمایت اسلام (لاہور) کے بانیوں میں سے تھے اسلامیہ کالج لاہور میں ریاضی کے مشہور پروفیسر اور بعد میں پرنسپل رہے۔ ۱۹۲۵ء میں کالج سے سبکدوش ہوئے اور ۱۹۴۴ء میں قبل از آزادی انتقال کیا۔ تحریک ترک موالات کے زمانے میں ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۹ھ بمطابق ۱۹۲۰ء میں انہوں نے امام احمد رضا سے فتوی لیا اور اس پر عمل کیا۔ پروفیسر موصوف کے تلامذہ میں پرنسپل دارالعلوم السنتہ الشرقیہ لاہور آقائے بیدار بخت نہایت ممتاز ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ مولانا حاکم علی مرحوم علم ریاضی کے اس قدر ماہر تھے کہ کلاس روم میں بڑے اعتماد سے بغیر کسی کتاب کے گھنٹوں پڑھاتے تھے (تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء صفحہ ۲۸۹) ایک مرتبہ

پروفیسر صاحب نے امام احمد رضا سے یہ التجا کی کہ غریب نواز! کرم فرما کر میرے ساتھ متفق ہو جاؤ تو پھر انشاء اللہ تعالیٰ سائنس کو اور سائنسدانوں کو مسلمان کیا ہوا پائیں گے۔ واضح رہے کہ پروفیسر موصوف امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بہت متاثر تھے اور ان کے ہاں آنا جانا بھی تھا اور سائنسی نظریات کے بارے میں بھی ان سے تبادلہ خیال ہوتا تھا مگر موصوف حرکت زمین کے قائل تھے اور اپنے اس نظریئے کی تائید میں وہ امام احمد رضا کی رضا بھی چاہتے تھے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس التجا کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ قرآن کریم پر ان کے غیر متزلزل ایمان کا آئینہ دار ہے اور ہر مسلمان سائنسدان کیلئے عبرت و نصیحت کا سامان بھی۔ انہوں نے فرمایا "محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دوراز کار کر کے سائنس سے مطابق کرایا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے اختلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے۔ جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے مسئلہ اسلامی کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکات ہو۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنسدان کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں، آپ اسے بچشم پسند دیکھتے ہیں۔ وعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے نزدیک مسئلہ حرکت زمین کو دو ہزار سال ۱۵۳۰ء میں کوپر نیکس نے اٹھایا ورنہ بقول امام احمد رضا علیہ الرحمہ پہلے نصاری بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے۔ واضح رہے کہ اس سلسلے میں ہم یہودی لابی کے بارے میں لکھ چکے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ "نظریہ حرکت زمین سے متعلق ایک پاکستانی خاتون سائنسدان زہرا مرزا نے بھی اختلاف کیا ہے، جس کو اخبار جنگ

کراچی ۱۱مئی ۱۹۸۰ء نے نقل کیا ہے، ان کا دعوی ہے کہ زمین ساکن ہے، زہرا مرزا کے اس دعوی کے مطابق کیلیفورنیا یونیورسٹی (امریکہ) میں اس مسئلہ پر تبادلہ خیال کیلئے دعوت بھی دی گئی تھی۔ خاتون کا یہ دعوی پڑھنے کے بعد حیرت ہوتی ہے کہ ایک عورت کا ایمان اس قدر مضبوط ہے کہ اس نے ناقص العقل ہوتے ہوئے بھی ایک نہایت باریک مذہبی مسئلہ کو سمجھ لیا لیکن حیف ہے، تف ہے ان مردوں پر اور مسلمان ہوتے سائنسدانوں پر ان کی عقلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ایسی صورت میں تو یہی کہنا زیادہ مناسب ہے کہ عورت اب ناقص العقل نہیں رہی وہ علم وفہم اور عقل وسمجھ کے معاملے میں مردوں پر سبقت لے جا چکی ہے۔ آخر میں ہم ایک بار پھر مولانا کے سائنسی افکار ان کے فتاوی میں تلاش کرتے ہیں جیسا کہ ہم لکھ چکے کہ آپ نے ایک ہزار کتب یادگار چھوڑی ہیں جس میں فتاوی رضویہ جو اکیس ہزار صفحات پر محیط ہے آپ کی جودت طبع اور تجربہ علمی کا منہ بولتا شاہکار اور ایسا انمول خزانہ ہے کہ جس کی نظیر نہیں ملتی اور کوئی ایسا فن نہیں جس کی جھلک آپ کو اس عجوبہ روزگار تصنیف میں نہ ملے۔ علم قرآن، علم حدیث، فقہ، اصول فقہ، کتب فقہ، جملہ مذاہب جدول، مذہب، تفسیر، علم العقائد، علم الکلام، نحو ب، صرف، معانی بیان، بدیع، مناظر، تجوید، تصوف، سلوک، اخلاق، اسماء الرجال، سیر، تاریخ، لغت، ادب وغیرہ۔ واضح رہے کہ یہ تمام علوم وفنون اسلام سے قبل نہیں تھے۔ یہ دین اسلام کا فیض اور قرآن کی برکت ہے کہ یہ تمام علوم وجود میں آئے اور ہمیں خوشی ہے کہ اکثر وبیشتر سائنسدانوں میں سے اکثر وبیشتر علوم وفنون کے ماہر اور عالم دین ہوتے تھے جو انہیں راہ گم کرنے (گمراہ ہونے) سے روکتا تھا۔ یہ علوم ان کے ایمان کو مضبوط اور خدا اور اس کے رسول سے قریب رکھتے تھے اور وہ ہر بات کا مدلل اور مستقل جواب صرف قرآنی علوم کی روشنی میں دیتے تھے۔ اعلی حضرت کا ہر فتوی

ایک تحقیق کا حکم رکھتا ہے۔۔امام احمد رضا کی ۱۳۲۷ھ بمطابق ۱۹۰۹ء تک تحریر کردہ تین سو پچاس کتب کی ایک فہرست "المجمل المعدد التالیف المجدد" کے نام سے ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ نے مرتب کی تھی۔ کے مطابق امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے عربی زبان میں ایک سو فارسی زبان میں ستائیس اور اردو زبان میں دو سو تیس کتب تحریر فرمائی تھیں۔اس کے بعد ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۹۸۱ء میں مزید چار سو دس کتب کی فہرست سامنے آئی۔اس طرح اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت امام اہلسنّت امام احمد رضا قادری علیہ الرحمہ کی تحریر کردہ کتب ورسائل کی تعداد سات سو سات ہوگئی۔ ماہر رضویات ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی جدید تحقیق کے مطابق امام احمد رضا کی آٹھ سو اکتالیس کتب منظر پر آچکی ہیں۔جبکہ مزید پر کام جاری ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمہ کی علم سائنس پر لکھی گئی جو کتب مطبوعہ وغیر مطبوعہ (قلمی مسودہ و مبیضہ) سامنے آئی ہیں اس کے اسماء بلحاظ زبان موضوع درج ذیل ہیں۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے کسی کالج یا یونیورسٹی میں مغربی کتب (انگریزی علوم) سے علم ریاضی کا اکتساب نہیں کیا تھا اور نہ ہی وہ اس علم کے باقاعدہ طالب علم رہے تھے۔اس کے باوجود آپ کے فتاوی علم ریاضی کا شاہکار ہیں۔اور علوم سائنس پر آپ کی تصانیف حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہیں۔



امام احمد رضا اور علم صوتیات

(از: ڈاکٹر محمد مالک)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ بیسویں صدی میں علمی دنیا میں وہ واحد مسلم مفکر و محقق ہیں جنہوں نے علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ یعنی سائنس کے تقریباً ہر شعبہ پر اپنی خداداد صلاحیت سے جامع بحث فرمائی ہے۔ جس پر عالم اسلام بالخصوص حجاز مقدس کے اسکالرز کو ہمیشہ ناز رہا ہے اور ایشیا کے عظیم سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے بھی خراج تحسین پیش کیا ہے۔

سائنس کے مضمون فزکس سے متعلق ساؤنڈ ویوز (Sound Waves) کی یہ بحث ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول کے آخر میں اجمالی طور پر موجود ہے لیکن آواز (Sound) اور نظریہ تموج (Wave Theory) سے متعلق یہ بحث تفصیلاً فقہ اسلامی کا عظیم شاہکار فتاوی رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۰۱ تا ۳۱۸ بنام الکشف شافیا حکم فونو جرافیا ۱۳۲۸ھ، ۱۹۰۹ء پر موجود ہے۔

اس رسالہ کا پس نظر کسی کا استفسار ہے یعنی تقریباً 90 برس قبل آپ سے فتوی پوچھا گیا۔

مسئلہ ﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ فونوگراف سے قرآن مجید سننا اور اس میں قرآن مجید کا بھرنا (ریکارڈ کرنا) اور اس کام کی نوکری کر کے یا اجرت لیکر یا ویسے اپنی تلاوت اس میں بھروانا جائز ہے یا نہیں اور اشعار حمد و نعت کے بارہ میں کیا حکم ہے اور عورت کا ناچ گانے یا مزامیر کی آواز اس سے سننا ایسا ہی حرام ہے۔ جس طرح اس سے

باہر سنایا گیا؟ بینو او تو جروا.

از: رامپور چاؤشور ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۸ھ

اس مسئلہ کے جواب میں علامہ اجل مفتی بے بدل مفکر اسلام سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مدلل، علمی و تحقیقی جواب بنام

الکشف شافیا حکم فونو جرافیا ۱۳۲۸ھ، ۱۹۰۹ء

تحریر فرمایا۔

مفکر اسلام سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ علیہ نے اس رسالہ میں ابتداً فوٹو گرافی (Photography) اور فوٹو گرافی (Photography) کا فرق ظاہر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ فوٹو کی تصویر محض ایک مثال و شبیہہ ہے جبکہ اس آلہ میں بھری گئی آواز بعینہ وہی ہے۔

مفکر اسلام نے مزید وضاحت کرتے ہوئے اس رسالہ میں دو مقدمے قائم فرمائیں ہیں۔

(ا)......مقدمہ اولیٰ

(ب)......مقدمہ ثانی

مقدمہ اولیٰ FIRST PRELUDE

مقدمہ اولیٰ میں درج ذیل عنوانات کے تحت تفصیلاً علمی و تحقیقی بحث فرمائی ہے۔

(ا)۔ آواز کیا چیز ہے؟	1) Waht is Sound ?
(۲)۔ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟	2) How it is produced ?
(۳)۔ کیونکر سننے میں آتی ہے؟	3) How it is Heard ?

(۴) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے؟

4) After its production, whether it remains or disappears ?

(۵)۔کان کے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے؟

5) Whether it exists out side the ear or originates within the ear ?

(۶)۔آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی چیز کی؟

6) What is its relation to Soniferous (one that makes sound) whether it is intrinsic property or extrinsic ?

(۷)۔اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟

7) Whether it continues to exist or not after its disappearance ?

﴿SECOND PRELUDE مقدمہ ثانی﴾

۱)......وجود فی الاعیان — Existence in the eyes

۲)......وجود فی الاذہان — Existence in the Mind

۳)......وجود فی العبارۃ — Existence in the print

۴)......وجود فی الکتابۃ — Existence in the book

مفکر اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس رسالہ میں نفس مضمون سے متعلق متعدد قرآنی حوالہ جات اور احادیث مبارکہ (ترمذی شریف، بخاری شریف، ابن ماجہ شریف،

نسائی شریف، الحاکم، احمد، بزار) پیش کیں ہیں۔

☆...... مفکر اسلام نے اس رسالہ میں اللہ تعالی کی برتری (Supremacy) کو قائم رکھا ہے۔

☆...... مفکر اسلام نے اس رسالہ میں بعض متقدمین اسکالرز و فلاسفرز کے نظریات کا رد اور تعاقب کیا ہے اور بعض مفکرین و محققین کے نظریات کی تائید کی ہے۔

☆...... مفکر اسلام نے جن اسکالرز اور ان کی تصانیف کا ذکر کیا ہے درج ذیل ہیں۔

ا۔علامہ السید محمد عبد القادر الشافی (القول واضح فی رد انحطاء الفاضح)

۲۔علامہ ابن حجر مکی (التحفۃ فی باب النکاح)

۳۔الشیخ محمد علی المکی امام المالکیہ و مدرس مسجد حرام ابن مفتی علامہ الشیخ حسین الازھری المکی (انور الشروق فی احکام الصندوق)

۴۔علامہ السید شریف جرجانی (شرح مواقف)

۵۔علامہ الحسن چلپی

۶۔علامہ راغب اصفہانی (مطالع الافطار)

۷۔علامہ بیضاوی (شرح طوالع الانوار)

۸۔الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی (الدر المکنون والجوھر المصنون)

۹۔الشیخ الامام عبد الوہاب شعرانی (میزان الشریفہ الکبری)

۱۰۔سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ (فقہ اکبر)

۱۱۔سیدی علامہ عبد الغنی نابلسی (مطالب وفیہ)

۱۲۔امام نووی

۱۳۔علامہ شرنبلانی (فی امداد الفتاح)

۱۴۔امام ابوجعفر طحاوی (شرح معانی الآثار، غایۃ البیان)

۱۵۔امام غزالی (احیاء العلوم)

۱۶۔امام رازی، شیخ سعدی، ابن سینا

۱۷۔تنویر الابصار (علامہ تمرتاشی)

۱۸۔درالمختار (علامہ علاوالدین حصکفی)

۲۰۔ردالمحتار (علامہ ابن عابدین شامی)

۲۱۔مقاصد، مواقف (مع شروح) تاتارخانیہ

۲۲۔نورالایضاح، معالم التنزیل

۲۳۔ الحلیہ

۲۴۔ بحرالرائق

۲۵ ۔دارقطنی

۲۶۔ ہدایہ

۲۷۔غایۃ البیان

۲۸۔الامن والعلی (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ)

۲۹۔ سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح ۱۳۰۷ھ

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ)

۳۰۔حیات الموات فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ)

مفکر اسلام نے اس رسالہ میں منطقیانہ اور مجتہدانہ وفقیہانہ انداز میں بحث فرمائی ہے ان میں بعض ابحاث علمی اور نفیس قسم کی ہیں مثلاً

صوت کا سبب قریب ،صوت کا سبب بعید
صوت زمانی ،صوت آنی ،صوت کا سبب عادی
حدوث صوت ،صوت معروض ،حرکت آنی
حروف لقطیہ ،حروف فکریہ ،حروف خطیہ وغیرہ

مفکر اسلام کا یہ رسالہ اگرچہ خالص اسلامی نوعیت کا ہے لیکن اس میں فکس کے موضوع آواز کی لہروں (Sound Waves) پر مفصل بحث فرمائی ہے اور مختلف موضوعات ونظریات کا استعمال کیا ہے مثلاً نظریہ تموج (Wave Theory) آواز کی اونچائی (Loud ness of Sound), Compressin & Rarefaction, Amplitude of sound(Air/Water medium), Reflection of sound,Diffraction of sound,Resonance, Absorption of Sound, Power and Intensity of sound, Damped Harmonic motion localization of sound etc.

مفکر اسلام نظریہ تموج سے متعلق ملفوظات حصہ اول صفحہ نمبر 117 پر یوں رقم طراز ہیں۔

﴿رضوی قانون﴾

''آواز پہنچنے کیلئے ملاء فاضل میں تموج چاہیے''

For Propagation of Sound, Medium and wave Motion are necessary.

یعنی آواز پہنچنے کے لیے واسطہ (Medium) اور تموج (Propagation of Wave-wave motion) ضروری ہے

اسی کی تائید میں تجربہ بیان کرتے ہیں۔

﴿رضوی تجربہ﴾

ایک کمرہ صرف آئینوں کا فرض کیجئے جس میں کہیں روزن نہ ہو اس کے اندر کی آواز باہر نہ آئیگی اور باہر کی آواز اندر نہ جائے گی اگرچہ اندر باہر وہ شخص متصل کھڑے ہو کر ایک دوسرے کو با آواز بلند پکاریں۔

جدید سائنسی تحقیق آج 90 برس قبل مندرجہ بالا قانون و تجربہ کی تائید کرتی ہے۔

نتیجہ......:

آواز کی اشاعت کے لیے واسطہ (Medium) اور تموج (Wave Motion) ضروری ہے اور اگر واسطہ (Medium) نہیں۔ تموج (Wave Motion) نہیں ہوگا اور آواز سنائی نہ دے گی۔

اسی طرح ایشین مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے آواز کی لہروں (Sound Waves) سے متعلق ایک نفیس اور فکر انگیز تحقیق فرمائی ہے اور دو واسطوں (ہوا اور پانی) کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے اپنا قانون پیش کرتے ہیں چنانچہ ملفوظات حصہ اول صفحہ 117-118 پر یوں رقمطراز ہیں کہ۔

﴿رضوی تجربہ﴾

ہوا میں تموج زائد ہے کہ پانی الطف ہے وہ زیادہ پہنچاتی ہے اور کم پانی

(تشریح) مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

1)......ہوا میں تموج زائد ہے کہ پانی سے الطف ہے۔

یعنی ہوا (Air Medium) میں آواز کا حیطہ (Amplitude of Sound Wave) زیادہ ہوتا ہے بنسبت پانی کے اس لیے کہ ہوا کا واسطہ (Air Medium) پانی (Water Medium) سے زیادہ لطیف ہے جبکہ پانی کا واسطہ کثیف (Dense) ہے۔

تبصرہ.......:

مندرجہ بالا رضوی قانون میں Amplitude of Wave سے متعلق گفتگو ہے فزکس کی روسے حیطہ (Amplitude of wave) کو یوں بیان کیا جاتا ہے۔

Amplitude of Wave is the Maximum distance covered by the molecule of the medium or layer of the medium on either side of the original equilibrium position.

تجربات ومشاہدات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہوا کے مالیکیول (لطیف واسطے کی بدولت) خاصی دوری (Longer Distance) پر ہوتے ہیں جبکہ پانی کے مالیکیول (Water Molecules) کثیف واسطے کی بدولت قریب ہوتے ہیں اسلیے جب آواز پیدا ہوتی ہے تو لہروں (Waves) کی صورت میں سفر کرتی ہے جب یہ ہوا کے واسطے (Water Medium) میں پیدا ہوتی ہے تو ہوا کے مالیکیول زیادہ فاصلہ طے کرتے ہیں اور زیادہ دور تک (vibrate/oscillate) کرتے ہیں بنسبت پانی کے مالیکیول کے چنانچہ ہوا کے واسطہ (Air Medium) میں آواز کی لہروں (Sound Wave) کا حیطہ (Amplitude) زیادہ ہوتا ہے بنسبت پانی

کے واسطہ کے۔

2)......وہ (ہوا) زیادہ پہنچاتی ہے اور پانی کم:

It means loudness of sound is more in air medium as compared to the water medium.

اب ہم آب و ہوا کے واسطے (Air/Water medium) میں آواز کا حیطہ (Amplitude of sound) کو فارمولے سے ثابت کرتے ہیں کہ ہوا (Air medium) میں آواز کا حیطہ تقریباً 60 گنا زیادہ ہے۔

ہم جانتے ہیں Frequency of Sound Wave (f) = 512 H_z

Angular Frequancy of Sound Wave w = $2\pi f$

w = 2x3. 1415x512

= 3216.896 Rad/Sec

ہم جانتے ہیں کہ وجیں (Waves) توانائی منتقل کرتی ہیں

فرض کیا یہ توانائی آب و ہوا کے واسطہ میں 5jout/Sec through unit area ہے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ

The Energy transmitted per Second Through a unit area by the sound waves is called the intensity of the sound waves. So intensity of the Sound(1) = Total energy (T.E)/Sec Through a unit area

$$1 = \frac{T.E\ (J)}{1(s) \times 1(m)^2} = \frac{5J}{Sm^2}$$

Also 1 W (Watt) $= \frac{1J}{1S\ (Sec)}$,

So, Intensity (1) $= \frac{5(\ Watts)}{m2}$

We have the relation:

$\frac{T.E}{1_{(s)} \times (m)_2}$ $1 = {}^1/_2\ vf\ w2\ r2$

Forf air medium

$1 = {}^1/_2\ V_a f_a\ W_2\ r_{a2}$

Or

$r_a = \sqrt{\frac{2x1}{V_a\ f_a\ W_2}}$

at 15 C^0 temp

$I = \frac{5\ watts}{m_2}$

$V_a = 340.27$ m/s

$f_a = 1.2265$ kg/m$_3$

$W = 3216.896$ Rad/Sec

$r_a = \sqrt{\frac{2 \times 5}{340.27 \times 1.2265 \times (3216.896)_2}}$

$r_a = 4.812 \times 10\text{-}5m$

For water medium

$r_w = \sqrt{\frac{2 \times 1}{V_w\ f_m\ W_2}}$

at 15 C temp

$$I = \frac{5 \text{ watts}}{m^2}$$

$$v_w = 1450.0 \text{ m/s}$$

$$f_w = 999.1 \text{ kg/m}^3$$

$$w = 3216.896 \text{ Rad/sec}$$

$$r_w = \sqrt{\frac{2 \times 5}{1450 \times 999.1 \times (3216.896)^2}}$$

$$r_w = 8.167 \times 10^{-7} m$$

The ratio is:

$$\frac{r_a}{r_w} = \frac{4.812 \times 10^{-5}}{8.167 \times 10^{-7}} = \frac{58.92}{1}$$

$$\frac{r_a}{r_w} \approx \frac{60}{1} \quad \text{(Approx.)}$$

Intensity is the energy transmitted per Second through a unit area by the Sound Waves.

چونکہ Intensity اور Loudness کا آپس میں تعلق ہے جسے ہم پہلے یوں ثابت کر چکے ہیں کہ

T.E (i) = Intensity (I) = 1/2 Vf W^2 r^2

اس فارمولے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ۔

Intensity of the Sound is directy proportional to the square of amplitude of Sound Wave

جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہوا کے میڈیا میں آواز کا واسطہ Amplitude of Sound Wave بہت زیادہ ہے بنسبت پانی کے میڈیا (Air Medium) کے لہذا

Internsity of Sound will be greater in air medium as compared to water medium.

یعنی ہوا کے واسطہ میں (Intensity of sound) زیادہ ہوگی بنسبت پانی کے واسطہ (Water Medium) کے۔

چنانچہ ایک اور فارمولے کی رو سے:

Weber-Fachner Law Suggests that:

Loudness is diractly Proportional to the logarithm of intensity :

L x Log I

ثابت ہوا کہ آواز کی بلندی Loudness زیادہ ہوگی اگر Intensity زیادہ ہوگی یعنی ہوا کے واسطے (Air Medium) میں آواز زیادہ بلند سنائی دے گی بنسبت پانی کے واسطہ (Water Medium) کے

So due to greater intensity in the air medium. more loudness will be heard as compared to feeble loudness in water medium due to less intensity.

مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان نے اپنے مشاہدات کی روشنی میں دو واسطوں (Air/Water Medium) میں یہ ثابت کیا ہے کہ ہوا کے واسطے میں آواز کی بلندی (Loudness of sound) زیادہ ہوتی ہے بنسبت پانی کے واسطہ کے۔ مزید ثبوت کیلئے ایک تجربہ بیان کرتے ہیں۔

رضوی تجربہ

تالاب میں دو شخص دونوں کناروں پر غوطہ لگائیں اور ان میں سے ایک اینٹ پر اینٹ مارے دوسرے کو آواز پہنچے گی مگر نہ اتنی کہ ہوا میں

مندرجہ ذیل تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ

Loudness of Sound is more in air medium as compared to water medium.

یعنی آواز ہوا کے واسطہ میں زیادہ اونچی سنائی دے گی بہ نسبت پانی کے واسطہ۔

مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کے نمایاں تجزیے

1)...... آب و ہوا خود اپنے تموج سے (آواز) پہنچاتے ہیں۔

Both air and water medium transport energy/Sound wave by forming their Wave forms (W.motion).

2)...... پختہ و خام عمارات میں آواز مسام (Pores) کے ذریعے پہنچی ہے۔

In Cemented and raw buildings sound will propagate through pores.

3)...... آئینے میں نہ تموج نہ مسام اسلئے آواز نہ پہنچے گی۔

In mirrors (Glass) there will be no propagations of Sound Waves because of no pores and wave motion.

4)...... مفکر اسلام نے اپنے رسالہ الکشف شافیا حکم فونو جرافیا 1909ء میں ثابت کیا ہے کہ آواز پہنچنے کیلئے مندرجہ ذیل چیزیں ضروری ہیں۔

(۱)...... مرتعش جسم **(Vibrating Organ)**

(۲)...... مادی واسطہ **(Material Medium)** ہوا یا پانی وغیرہ۔

(۳)...... سلسلہ تموج **(Wave Motion)**

(۴)...... آواز موصول کرنے والا آلہ مثلاً کان **(Ear)**

(۵)...... **Production of standing waves in air, interference**

of waves and phase change of sound waves (Transverse waves in water).

(۶) مفکر اسلام نے مذکورہ بالا رسالہ میں میڈیکل سائنس سے متعلق کان کی ساخت Anatomy of the ear بالخصوص outer and middle ear پر بحث کی ہے۔ اور پردے (Ear drum / Tympanic membrane) اور پٹھے (Tensortympani/Stapedius) کو سننے کا بنیادی حصہ قرار دیا ہے۔

آوازیں فضا میں محفوظ رہتی ہیں

90 برس قبل مفکر اسلام نے آواز سے متعلق یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ آواز (Sound) اور اس کی کیفیت (Quality) کو محفوظ کیا جاسکتا ہے چنانچہ فتاوی رضویہ صفحہ نمبر ۳۰۶ جلد دہم رسالہ الکشف شافیا 1909ء پر یوں رقم طراز ہیں۔

کہ واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں وہ بھی امم مخلوقہ سے ایک امت ہیں کہ اپنے رب جل وعلا کی تسبیح کرتے ہیں کلمات ایمان تسبیح رحمان کیساتھ اپنے قائل کیلئے استغفار بھی کرتے ہیں اور کلمات کفر تسبیح الٰہی کے ساتھ اپنے قائل پر لعنت

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے 90 برس قبل جو نظریہ پیش کیا ہے جدید سائنس (Modern Science) آج اس نظریئے کی تائید کرتی ہے اور فضا میں معلق آوازوں کو ریکارڈ کرنے میں سرگرداں ہے۔

اسی طرح ملفوظات حصہ سوم صفحہ 278 پر یوں بیان فرماتے ہیں۔

والباقیات الصالحات خیر . عند ربک ثوابا و خیر مردا

اور فی الحال ان کا نفع یہ ہے کہ وہ کلمات منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع رہتے ہیں

قیامت تک تسبیح و تقدیس کریں گے اور اپنے قائل کے واسطے مغفرت مانگیں گے اسی طرح کلمات کفر منہ سے نکل کر ہوا میں مجتمع رہتے ہیں قیامت تک تسبیح و تقدیس کریں گے اور اپنے قائل پر لعنت کرتے رہیں گے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مفکر اسلام امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے سائل کے جواب میں تفصیلاً علمی و سائنسی بحث کے بعد جو خلاصہ پیش کیا ہے اجمالاً بیان کیا جاتا ہے چنانچہ فونوگرافی کے ذریعے سننے سے متعلق فرماتے ہیں تین چیزیں ہیں۔

1)......ممنوعات (Prohibitions)

2)......معظمات (Honoured)

3)......مباحات (Permissible)

(۱) ﴿ممنوعات Prohibitions﴾

شریعت مطہرہ کی روشنی میں فرماتے ہیں۔

"انکا سننا مطلقاً حرام و ناجائز ہے اور فونو سے جو کچھ سنا جائیگا وہ بعینہ اسی شئے کی آواز ہوگی جس کی صورت اس میں بھری گئی مزامیر ہوں خواہ ناچ خواہ عورت کا گانا وغیرہ"۔

(۲) ﴿معظمات Honoured﴾

یہ بھی مطلقاً حرام و ممنوع ہیں اگر گلاسیوں پلیٹوں (گراموفون) میں کوئی ناپاکی (الکحل، شراب) یا جلسہ لہو ولعب کا ہے تو تحرم سخت ہے اور سننے والوں کی نیت تماشا ہے تو اور بھی سخت تو خصوصاً قرآن عظیم میں اور اگر اس سب سے پاک ہو تو ان کے مقاصد فاسدہ کی اعانت ہو کر ممنوع ہے لہذا قرآن یا غزل بھرانا یا بھروانا اجرت لیکر یا مفت جائز نہیں ہے۔

(۳) مباحات Permissible

اس سلسلہ میں یوں وضاحت فرماتے۔

1)......اگر پلیٹوں میں نجاست ہے تو حروف وکلمات اس میں بھرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ حروف خود معظم ہیں۔

2)......اگر نجاست نہیں یا کوئی خالی جائز آواز بے حروف ہے تو جلسۂ فساق میں اسے سننا اہل صلاح کا کام نہیں۔

3)......اور اگر تنہائی یا خاص صلحا کی مجلس ہے تو کوئی وجہ منع نہیں ہاں اگر کسی مصلحت شرعیہ کیلئے ہے جیسے عالم کو اس کے حال پر اطلاع پانے یا قوت اشغال دینے کے واسطے ترویح قلب کیلئے جب تو بہتر ورنہ اتنا ضرور ہے کہ ایک لایعنی بات نہ کرے۔

یوں تو مفکر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی ہر تصنیف علم و معارف کا خزینہ ہے لیکن الکشف شافیا جدید علمی و تحقیقی اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے یہاں پر مفکر اسلام کی فکری تحقیق آواز (Sound) اور نظریہ تموج (Wave theory) کو جدید سائنس (Modern Science) کے تناظر میں پیش کیا جاتا چنانچہ فتاوی رضویہ جلد دہم رسالہ الکشف شافیا حکم فونو جرافیا 1909ء کے مقدمہ اولی کے تحت فرماتے ہیں۔

1)......آواز کیا چیز ہے؟ What is Sound ?

2)......کیونکر پیدا ہوتی ہے How it is produced ?

3)......کیونکر سننے میں آتی ہے؟ How it is heard ?

4)......اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی After its production whether it remains or disappears ?

رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے؟

5)......کان کے باہر بھی موجود ہے یا کان ہی میں پیدا ہوتی ہے؟

Whether it exists out side the ear or originates within the ear ?

6)......آواز کنندہ کی طرف اسکی اضافت کیسی ہے وہ اس کی صفت ہے یا کسی چیز کی؟

What is its relation to Soniferous (one that makes sound)Whether it is intrinsic property or extrinsic ?

7)......اسکی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟

Whether it continues to exist or not after its disappearance ?

بیسویں صدی میں مسلم سائنسدان کی تحقیق

مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان کی آواز (Sound) اسکی اشاعت (Propagation) اور نظریہ تموج (Wave Theory) سے متعلق فکر انگیز بحث ملاحظہ فرمایئے۔

آواز کیا چیز ہے (What is Sound?)

جدید تحقیق کے مطابق آواز توانائی کی ایک قسم ہے جو کسی شے کے مرتعش ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ آواز پیدا کرنے والے جسم کے ارتعاشات یا تھرتھراہٹ کو دیکھا یا محسوس کیا جا سکتا ہے۔

رضوی تحقیق......:

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الکشف شافیا صفحہ ۳۰۲ پر آواز کی تعریف یوں بیان

کرتے ہیں "ایک جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے قرع کہتے ہیں یا بسختی جدا ہونا کہ قلع کہلاتا ہے جس ملائے لطیف مثل ہوا یا آب میں اس کے اجزائے مجاور میں ایک خاص شکل و تکیف لاتا ہے اسی شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام آواز ہے"۔

صفحہ ۳۰۳ پر یوں رقمطراز ہیں۔ آواز اس شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم وتر میں قرع یا قلع سے پیدا ہوتی ہے،۔

When two bodies strike against (قرع) or seperate (قلع) each other in the medium Air/Water, vibration occurs and sound is produced.

جدید تحقیق کے مطابق جب کوئی جسم مرتعش ہوتا ہے تو وہ اپنے اردگرد ہوا میں خلل پیدا کرتا ہے اور یہ خلل موجوں کی شکل میں چل کر ہمارے کان تک پہنچتا ہے اور یہاں آواز کا احساس پیدا ہوتا ہے اگر مرتعش جسم کے اردگرد ہوا یا کوئی اور واسطہ نہ ہو تو موجیں ہمارے کان تک نہیں پہنچ سکتیں لہذا آواز کا احساس نہیں ہوتا۔ ان سائنسی تجربات و مشاہدات کو اعلیٰ حضرت مفکر اسلام العلامہ الامام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ نے نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

چنانچہ الکشف شافیا صفحہ ۳۰۲ فتاوی رضویہ جلد دہم میں فرماتے ہیں۔

"الکشف جسم کا دوسرے سے بقوت ملنا جسے قرع کہتے ہیں یا بسختی جدا ہونا قلع کہلاتا ہے جس ملائے لطیف مثل ہوا یا آب میں واقع ہو اس کے اجزائے مجاور میں ایک خاص تشکل و تکیف لاتا ہے اسی شکل و کیفیت مخصوصہ کا نام آواز ہے اسی صورت قرع کی فرع ہے کہ زبان وگلوئے متکلم وقت تکلم کی حرکت ہوائے دھن کو بجا کر اس میں اشکال حرفیہ پیدا کرتی ہے یہاں وہ کیفیت مخصوصہ اس صورت خاصہ کلام پر بنتی

ہے جسے قدرت کاملہ نے اپنے ناطق بندوں سے خاص کیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔
یہ ہوائے اول یعنی جس پر ابتداء وہ قرع وقلع واقع ہوا جیسے صورت کلام میں ہوائے دہن متکلم اگر بعینہٖ ہوائے گوش سامع ہوتی تو یہیں وہ آواز سننے میں آجاتی مگر ایسا نہیں لہذا حکیم عزت حکمتہ نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان مشکلات کو اس کی ہوائے گوش میں بنانے کیلئے سلسلہ تموج قائم فرمایا۔

اسی بحث کو ایک تجربے سے ثابت کرتے ہوئے مثال پیش کرتے ہیں۔

''ظاہر ہے ایسے نرم وتر اجسام میں تحریک سے موج بنتی ہے جیسے تالاب میں کوئی پتھر ڈالو یہ اپنے مجاوز اجزائے آب کو حرکت دے گا وہ اپنے متصل کو وہ اپنے مقارب کو جہاں تک کہ اس تحرک کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضا کرے۔ یہی حالت بلکہ اس سے بھی بہت زائد ہوا میں ہے کہ وہ لینت ورطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے''۔

Wave motion اور Sound propagation سے متعلق مزید یوں بیان کرتے ہیں۔

''لہذا قرع اول سے کہ ہوائے اول متحرک وشکل ہوئی تھی اس کی جنبش نے برابر والی ہوا کو قرع کیا اس سے وہی اشکال ہوائے دوم میں بنیں اسکی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا اب اس ہوائے سوم میں مرتسم ہوئیں یونہی ہوا کے حصے بروجہ تموج ایک دوسرے کو قرع کرتے اور بوجہ قرع وہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹھا بچھا اور پردہ کھچا ہے یہ موجی سلسلہ اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوائے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی بوجہ جوف ہوا بھری ہے اس قرع نے اس میں بھی وہی اشکال وکیفیات جنکا نام آواز تھا پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں مرتسم ہو کر نفس ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں۔

فتاوی رضویہ صفحہ ۳۰۳ پر اپنے مشاہدات کا ذکر کرتے ہوئے Compression and rarefaction کو یوں بیان کرتے ہیں۔ قرع و قلع سے ہوا دبیگی اور اپنی لطافت و رطوبت کے باعث ضرور اسکی شکل و کیفیت قبول کرے گی اسی کا نام آواز ہے اور صرف یہ دبنا تموج نہیں بلکہ اس کے سبب اسکی ہوائے مجاور متحرک ہوگی اور وہ اپنی متصل ہوا کو حرکت دیگی یہاں یہ صورت تموج کی ہے۔

آگے صفحہ ۳۰۴ پر اسی بحث کے تحت لکھتے ہیں۔

"ہاں بظاہر تموج اس لیے درکار ہے کہ مقروع اول اجزائے متصلہ میں نقل تشکل کرے کہ مقروع اول دب کر اپنے متصل دوسرے جز کو قرع کریگا اور وہ اسی شکل سے متشکل ہوگا پھر اس کے دبنے سے تیسرا مقروع و متشکل ہوگا اسکی حرکت سے چوتھا الا ماشاء اللہ تعالیٰ اور حقیقتاً قرع ہی تموج کا بھی سبب ہے اور تشکل کا بھی اور آگے لکھتے ہیں۔

سننے کا سبب ہوائے گوش کا متشکل بشکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوائے خارج متشکل کا اسے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ تموج حرکت کا وہاں تک پہنچنا۔

مقدمہ اولی نمبر ۴، کے متعلق اپنا نظریہ بیان فرماتے ہیں:

"ذریعہ حدوث قلع و قرع ہیں اور وہ آنی ہیں حادث ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جسکا نام آواز ہے باقی رہتی ہے"۔

اپنے موقف کی توجیہہ یوں بیان کرتے ہیں۔

تو وہ معدات ہیں جن کا معلوم کے ساتھ رہنا ضرور نہیں کیا نہ دیکھا کہ کاتب مر جاتا ہے اور اسکا لکھا برسوں رہتا ہے۔ یونہی یہ کہ زبان بھی ایک قلم ہی ہے۔

ضرور کان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے، مقدمہ اولی نمبر 7,6 کے متعلق فرماتے ہیں۔

وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف کی صفت ہوا ہو یا پانی وغیرہ۔

چنانچہ مواقف کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

الصوت کیفیۃ قائمۃ بالھوا (آواز ایک ایسی کیفیت ہے جو ہوا کے ساتھ قائم ہے) آواز کنندہ کی حرکت قرعی وقلعی سے پیدا ہوتی ہے لہٰذا اسکی طرف اضافت کی جاتی ہے جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائے متکیف سے قائم ہے تو اسکی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث (Discussion) بالخصوص نمبر 4 سے متعلق مفکر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہوتا اور جدید تحقیق (Modern Research) کے مطابق (Power & Intensity of Sound waves) کے زمرے میں آتا ہے۔

یعنی (آواز) اپنے ذریعہ حدوث کے بعد بھی باقی رہتی ہے یا اس کے ختم ہوتے ہی فنا ہو جاتی ہے، اس سے متعلق اپنا نتیجہ (Conclusion) یوں بیان کرتے ہیں

۱)...... انقطاع تموج انعدام سماع کا باعث ہوسکتا ہے کہ کان تک اسکا پہنچنا بذریعہ تموج ہی ہوتا ہے نہ انعدام صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی ہے صوت باقی ہے۔

۲)...... یہیں سے ظاہر ہوا کہ دوبارہ اور تموج حادث ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جبکہ تشکل وہی باقی ہے۔

۳)...... وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال مجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا تشخص اول کہ مثلاً ہوائے دھن متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں مسموع نہیں

ہوتا اسکی کا پیاں ہی چھپی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔

جدید تشریح (Modern Description)

جدید تحقیق کے مطابق آواز توانائی کی ایک قسم ہے جو کسی جسم کے مرتعش ہونے سے پیدا ہوتی ہے ایک انسانی کان (Human ear) 20تا 20,000 ہرٹز (20-20.000Hz) تعدد (frequency) والی آواز کو سن سکتا ہے (Audible Sounds) یعنی 20 ہرٹز سے کم اور 20,000 ہرٹز سے زیادہ فریکوئنسی والی آواز ایک انسانی کان نہیں سن سکتا۔ [1]

90 برس قبل مسلم سائنسدان کی فکر انگیز تحقیق

DAMPED HARMONIC MOTION

ایشین مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے 90 برس قبل اپنے تجربات و مشاہدات کی بنا پر فکر انگیز تحقیق پیش کر کے عالم اسلام میں سبقت حاصل کر لی ہے۔ان کی فکر انگیز تحقیق کی تائید آج ماڈرن سائنس (Modern Science) بھی کرتی ہے اور یہ تحقیق آجکل Damped harmonic Motion کہلاتی ہے چنانچہ فتاوی رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۰۳ رسالہ الکشف شافیا حکم فونو جرافیا 1909ء پر یوں رقمطراز ہیں۔

عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب عادی یہ قرع وقلع ہے اور اسکے سننے کا وہ تموج وتجدد وقرع وطبع تا ہوائے جوف سمع ہے متحرک اول کے قرع سے ملا مجاور میں جو

---

[1] 20,000 ہرٹز سے زیادہ فریکوئنسی والی آواز انسانی کان اس لیے نہیں سن سکتا کیوں کہ کان کا پردہ اس قدر تیزی سے حرکت نہیں کرسکتا۔ راقم

شکل وکیفیت مخصوصہ بنی تھی شکل حرفی ہوئی تو وہی الفاظ وکلمات تھے ورنہ اور قسم کی آواز اس کے ساتھ قرع نے بوجہ لطافت اس مجاور کو جنبش بھی دی اسکی جنبش نے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہ ٹھپا (Wave form/Harmonic Motion) کہ اس میں بنا تھا اس میں اتر گیا یوں ہی آواز کی کاپیاں ہوتی چلی گئیں اگر چہ جتنا فصل بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے جاتے ہیں تموج وقرع میں ضعف آتا جاتا ہے اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے ولہذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر تموج کہ موجب قرع آئندہ تھا ختم ہو جاتا ہے اور عدم قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر ہوا میں نہیں اترتی آواز یہیں تک ختم ہو جاتی ہے یہ تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے جس کا قاعدہ اس متحرک ومحرک اول کی طرف ہے اور اس کے تمام اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو۔

جدید تشریح (MODERN DESCRIPTION)

مذکورہ بالا فکر انگیز تحقیق کی تشریح انگریزی زبان (Physical Language) میں یوں کی جاسکتی ہے۔

MODERN DESCRIPATION:

Sound waves

travel in the medium in a fashion that a sound source produces sound. The energy is taken by a molecule Collides with the other molecule to transfer energy to other molecule. The second molecule now collides with the 3rd molecule and

this process of collision carries on . Finally the molecule receives the energy released by the source of sound and transmits this energy to the sound detector which may be human ear.

In case of damped harmonic motion, actually the Amplitude of the oscillation gradually decreasses to zero with the passage of time as a result of friction forces. This motion is said to be damped motion by friction and is called damped harmonic motion. This can be shown by the graphical representation.

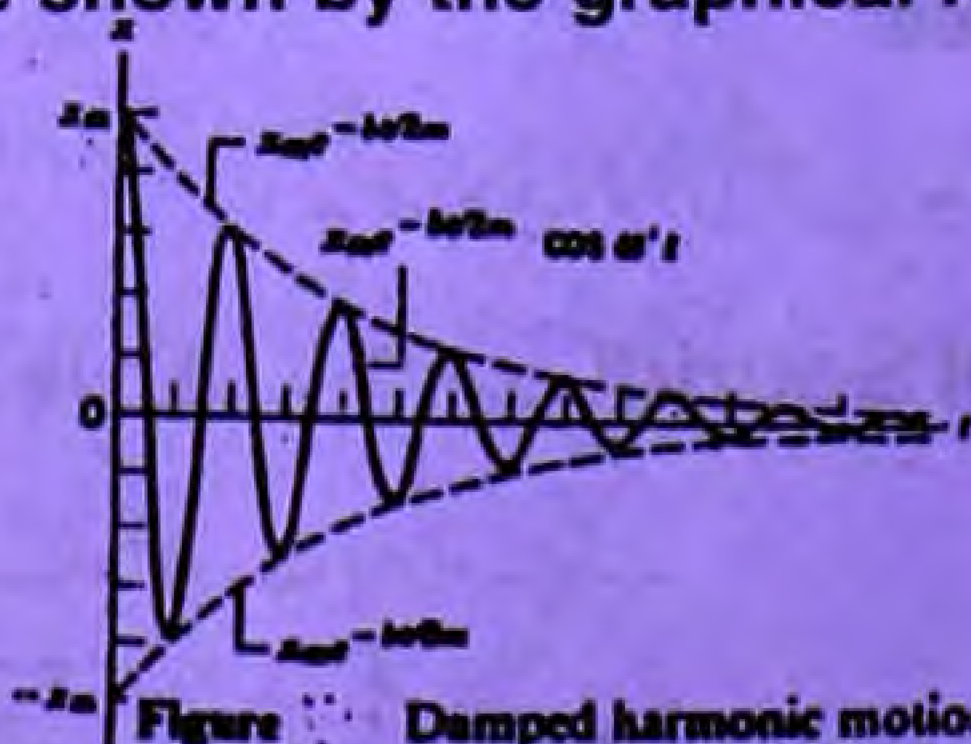


Figure ∵ Damped harmonic motion. The displacement x is plotted against the time t with the phase constant ϕ taken to be 0. The motion is oscillatory, but the amplitude decreases exponentially with time.

According to the law:

$I \propto 1/R2$

I = intensity R = Distance between Sound source and sound detector.

It is evident from the above mentioned formula that if the distance R is increased, the intensity of Sound is decreased.

Again another law states:

When Xm is amplitude of the sound wave and R is the distance between sound source and sound detector.It means if the distance is increased , amplitude of the sound wave is decreased. And this wave form of sound tends to attain a conical shape as amplitude/intensity of Sound decrease s and focuses to a single point(equilibrium position). Hence a cone in formed which is also pointed out by Asian Muslims Scientist Imam Ahmad Raza Khan 90 years back, he quoted:

"یہ تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے"

آواز کا ارتکاز (مقامیت) Localization of Sound

آواز کے ارتکاز سے یہ مراد ہے کہ۔

(1)......آواز کس سمت سے آرہی ہے ؟

(2)......آواز کتنی دور سے آرہی ہے ؟

(3)......آواز کی کیفیت کیا ہے ؟ (آواز کی وہ خصوصیت جس کی وجہ سے ہم ایک جیسی بلندی (Loudness) اور ایک جیسی پچ (Pitch) والی دو آوازوں میں فرق کر سکیں آواز کی کیفیت کہتے ہیں)۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ آواز کی لہر اگر کان کے دائیں یا بائیں جانب سے آرہی ہو تو وہ کان سے پہلے ٹکراتی ہے جس طرف سے آرہی ہو اور دوسری طرف کے کان سے بعد میں ٹکراتی ہے پھر یہی ارتعاش (vibration) سمعی عصب میں پہنچ کر اعصابی لہر میں

تبدیل ہوجاتا ہے پھر یہ اعصابی لہر سمعی عصب (Auditory Neuron) کے ذریعے دماغ کے متعلقہ حصے میں چلی جاتی ہے جسکی وجہ سے ہم ایک ہی آواز سنتے ہیں اور اسی نسبت سے ماہرین دونوں کانوں کو ایک عضو حس تصور کرتے ہیں۔

چنانچہ مسلم سائنسدان اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنی کتاب فتاوی رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۰۳ (رسالہ الکشف شافیا) میں یوں رقمطراز ہیں۔

اگرچہ جتنا فاصلہ بڑھتا اور وسائط زیادہ ہوتے ہیں تموج وقرع میں ضعف آتا جاتا ہے اور ٹھپا ہلکا پڑتا ہے ولہذا دور کی آواز کم سنائی دیتی ہے اور حروف صاف سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کو ایک حد پر تموج کہ موجب قرع آئندہ تھا ختم ہوجاتا ہے اور عدم قرع سے اس تشکل کی کاپی برابر والی ہوا میں نہیں اترتی آواز یہیں تک ختم ہوجاتی ہے یہ تموج ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے جس کا قاعدہ اس متحرک ومحرک اول کیطرف ہے اور راس اس کے اطراف مقابلہ میں جہاں تک کوئی مانع نہ ہو۔

آگے فرماتے ہیں۔

ان مخروطات ہوائی کے اندر جو کان واقع ہوں ایک ایک ٹھپا سب تک پہنچے گا سب اس آواز وکلام کو سنیں گے اور جو کان ان مخروطوں سے باہر رہے وہ نہ سنیں گے کہ وہاں قرع وطبع واقع نہ ہوا اور ٹھپوں کے تعدد سے آواز متعدد نہ سمجھی جائے گی یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزار آوازیں تھیں کہ ان ہزار اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آیا اگرچہ عندالتحقیق اسکی وحدت نوعی ہے نہ شخصی۔ صفحہ ۳۰۶ پر لکھتے ہیں۔

نوٹ:......آواز کے ارتکاز کے لئے فاصلے کا تعین ، وقت ، شدت اوپر نیچے، آگے پیچھے سے آنیوالی آوازیں، آواز کی تکرار، کان کی ساخت، بیماری یا منشیات کا استعمال انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ راقم

وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال مجدد ہیں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے ورنہ آواز کا شخص اول کہ مثلاً ہوائے دھن متکلم میں پیدا ہوا کبھی ہمیں مسموع نہیں ہوتا اسکی کاپیاں ہی چھپتی ہوئی ہمارے کان تک پہنچتی ہیں اور اسی کو اس آواز کا سننا کہا جاتا ہے۔

MODERN DESCRIPTION:

DETERMINATION OF THE DIRECTION FROM WHICH SOUND EMANATES

A person determines the direction from which sound emanates by two principal mechanisms:

(1) The time lag between the entery of sound into one ear and into the opposite ear and.

(2) By the difference between the intensities of the sounds in the two ears.

The latest Scientific research tells that the firstmechanism functions best at frequencies below 3000 cycles/seconds. and the intensity mechanism operates best at high frequencies because the head acts as a sound barrier at these frequencies.

NEURAL MECHANISM FOR DETECTING SOUND DIRECTION

The Neural mechanism for Audition (Sound detection) begins in the temporal lobe containing PAA and SAA. Primary auditory area(Brodmann's areas 41 and 42) includs the gyrus of Heschl and is situated in the inferior wall of the lateral sulcus. Area 41 is a granular type of cortex while area 42 is homotypical and is mainly an auditory association area. This area is believed to be concerned with the reception of sound of a specific frequency. Secondary auditory area (auditory association cortex) is situated posterior to the primiary ry area in the lateral sulcus and in the superior temporal gyrus (Brodmann's area22). This area is thought to be necessary for interpretation of Sounds. The modern neurological studies tell that the cochlear Nuclie (anterior and posterior cochlear Nuclie) are situated on the surface of the inferior cerebellar peduncle. They receive afferent fibers from the cochlea through the cochlear nerve. The cochlear Nuclie Send axons (Second order Neuron fibers) that run medially through the pons to end in the trapezoid body and the superoir olivary nucleus

on the same or opposite side.

From the superior olivary nucleus the auditory pathway then passes upward to the nucleus of lateral lemniscus. From here the auditory pathway passes to the medial geniculate nucleus. Finally the pathway proceds by way of auditory radiation to the auditory cortex located mainly in the superior gyrus of temporal lobe. The research study tells us that the superior olivary nucleus is divided into two sections.

1) The medial superior olivary nucleus and

2)erior olivary nucleus

The medial superior olivary nucleus is concerned with specific mechanism for detecting the time lag between acoustic signals entering the two ears. The lateral superior olivary nucleus is concerned with detecting the direction from which the sound is coming by the difference in intensiteds of the sound reaching the two ears, and sending an appropriate signal to the auditory cortex to estimate the direction.

The neurological - acoustic research study points

out that nerve impulses from the ear are transmitted along auditory pathway on both sides of the brainsterm. Many collateral branches are given off to the reticuar activating system of brain stem. This system projects diffusely upward in the cerebral cortex and downward into the spinal cord and activates the entire nervous system in response to a loud sound. The tonotopoic organizaion presnet in the organ of corti is preserved within the cochlear nuclei, the inferior collicoli, and in the primary auditory area.

HOW WE LOCATE SOUNDS

We locate sound normally by several processes involved in binaural hearing. The most important is the Time of - arrival difference at the ears, as shown in the figure.

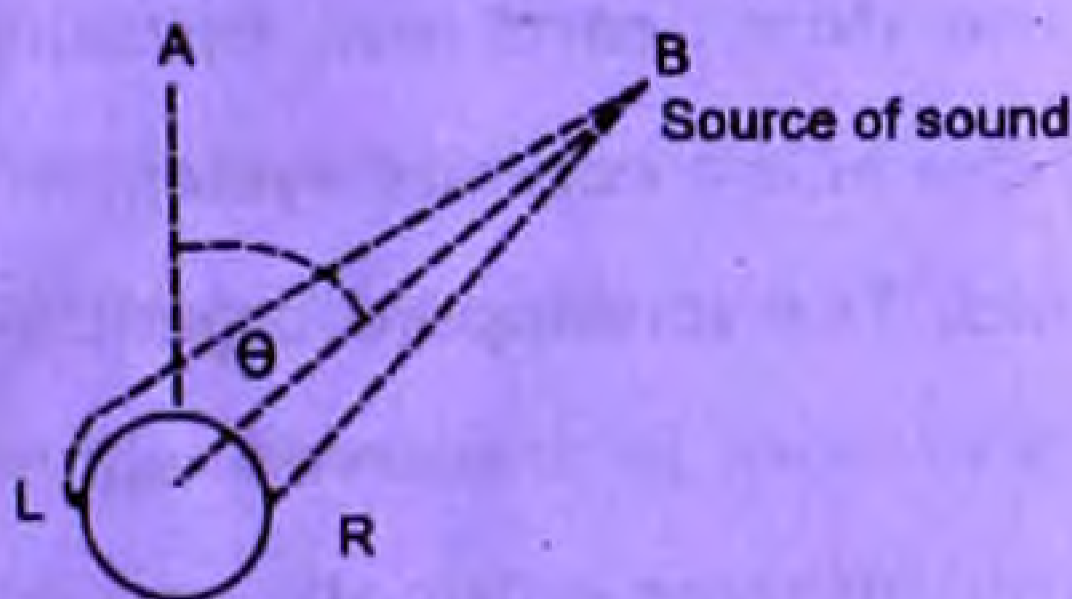


Fig. Time- of - arrival difference

The above figure shows that sounds arriving from A-straight in front of the listner-enter both ears at the same time. Sounds from B, though enter the right ear earlier than they enter the left ear creating a time- of - arrival difference.

The brain can use this time difference to estimate the angle which is represented in the diagram by O.

Other factors, involved in the location of sounds, include:

1) Sound wave amplitude differences at the two ears.

2) Common Sense.

3) Visual clues .

To simulate time -of- arrival differences at the listner's ears we must have amplitude differences into account their phases as shown in the diagram.

﴿گراموفون سے آواز سننے پر بحث﴾

گراموفون ایک سائنسی ایجاد ہے جو ماضی میں آواز ریکارڈ کرنے اور اس سے وہی آواز سننے کا ذریعہ تھا لیکن اب سائنسی ترقی کے بعد آڈیو، ویڈیو کیسٹ (Audio, Vidio Cassetts) اس کی ترقی یافتہ مثالیں (Progressive Forms) ہیں چونکہ سائل نے فونوگراف سے متعلق سوال کیا تھا مفکر اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے 90 برس قبل انتہائی جامعیت کیساتھ اس کے بنیادی نظام (Basic Mechanism) پر بحث (Discussion) کی ہے بلکہ بعض ایسے گوشوں سے نقاب اٹھایا ہے جس پر ماہرین انگشت بدنداں ہیں۔ مفکر اسلام کی یہ بحث ان ہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:۔

جب یہ امور واضح ہو لیے تو اب آلہ فونوگراف کی طرف چلئے حکیم جلت حکمتہ نے جوف سامعہ کی ہوا میں جسطرح یہ قوت رکھی ہے کہ ان کیفیات سے متکیف ہو کر نفس کے حضور ادائے اصوات والفاظ کرے یونہی یہ حالت رکھی ہے کہ ادا کر کے معاً اس کیفیت سے خالی ہو کر پھر لوح سادہ رہ جائے کہ آئندہ اصوات وکلمات کیلئے مستعد ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو مختلف آوازیں جمع ہو کر مانع فہم کلام ہوتیں جسطرح میلوں کے عظیم مجامع میں ایک غل کے سوابات سمجھ میں نہیں آتی ولہٰذا اب تک عام لوگوں کے

پاس ان کیفیات کے محفوظ رکھنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا اگرچہ واقع میں تمام الفاظ جملہ اصوات بجائے خود محفوظ ہیں۔

آگے لکھتے ہیں:

ان کیفیات اشکال کے تحفظ کا کوئی ذریعہ ہمارے پاس نہ تھا اب بمشیت الٰہی ایسا آلہ نکلا ہے جس میں مسالے سے باذن اللہ تعالیٰ یہ قوت پیدا ہوئی کہ ہوائے عصبہ مفروشہ کی طرح ہوائے متموج کی ان اشکال حرفیہ وصوتیہ سے شکل ہوا اور اپنے یبس و صلابت کے سبب ایک زمانہ تک انہیں محفوظ رکھے اگلوں کا اس ذریعہ پر مطلع نہ ہونا انہیں اپنے اس تجربہ کے بیان پر باعث ہوا کہ ہم دیکھتے ہیں جب تموج ختم ہو جاتا ہے آواز ختم ہو جاتی ہے کما تقدم عن شرح المواقف یہ آلہ دیکھتے تو معلوم ہوتا کہ تموج ہوا ختم ہوا اور آواز محفوظ و مخزون ہے انتہائے تموج سے سننے میں نہیں آتی اس کے لیے دوبارہ تموج ہوا محتاج ہے کہ ہمارے سننے کا یہی ذریعہ ہے ورنہ رب عزوجل کہ غنی و مطلق ہے اب بھی اسے سن رہا ہے۔

آگے فونوگراف سے متعلق یوں فرماتے ہیں۔

اس آلہ یعنی پلیٹوں پر ارتسام اشکال معلوم و مشاہد ہے ولہٰذا چھیل دینے سے وہ الفاظ زائل ہو جاتے ہیں جسطرح لکھی ہوئی تختی دھوکر دوبارہ لکھ سکتے ہیں اور تکرر قرع سے بھی بتدریج ان میں کمی ہوتی اور آواز ہلکی ہوتی جاتی ہے کہ پہلے کی طرف صاف سمجھ میں نہیں آتی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ فنا ہو کر بالآخر لوح سادہ رہ جاتی ہے جب تک ان چوڑیوں پلیٹوں میں وہ اشکال حرفیہ باقی ہیں تحریک آلہ سے جو ہوا جنبش کناں ان اشکال مرسومہ پر گزرتی ہے اپنی رطوبت و لطافت کے باعث بدستور ان کیفیات سے متکیف اور قوت تحریک کے باعث متموج ہو کر اسی طرح کان تک پہنچتی ہے اور یہاں

کی ہوا ان اشکال کو لیکر بعینیہ بذریعہ لوح مشترک نفس کے حضور حاضر کرتی ہے یہ تجدد تموج کے سبب تجدد وسماع ہوا نہ کہ تجدد صوت۔

مفکر اسلام نے اس علمی بحث کو طبلہ کی مثال دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ فونو سے مسموع آواز بعینیہ وہی آواز ہے جو طبلہ سے سنی گئی اور نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ جن آوازوں کا فونو سے باہر سننا حرام بلاشبہ ان فونو سے بھی سننا حرام ہے۔

﴿مقدمہ ثانیہ﴾

مفکر اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ مقدمہ ثانیہ میں فرماتے ہیں کہ علماء کرام نے وجود شے کے چار مرتبے لئے ہیں۔

1)......وجود فی الاعیان — Existence in the Eyes

2)......وجود فی الاذہان — Existence in the Mind

3)......وجود فی العبارۃ — Existence in the Print

4)......وجود فی الکتابتہ — Existence in the Book

نفس مسئلہ سے متعلق مذکورہ بحث مفکر اسلام کی حیرت انگیز وسعت مطالعہ، قوت استدلال، تبحر علمی اور قوت بیان کا اندازہ ہوتا ہے۔ وجود فی الاعیان سے مراد کسی شے کا وجود کے اعتبار سے موجود (Physical Presence) ہونا ظاہر کرتا ہے جبکہ بقیہ تین مرتبے شے کے خود اپنے وجود نہیں۔ مفکر اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے قرآن پاک کی جامع مثال پیش کرتے ہوئے دریا کو کوزے میں بند کیا ہے یعنی قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے چاہے تلاوت کیا جائے، سماعت کیا جائے چاہے سینے میں محفوظ ہے چاہے اوراق میں مکتوب لیکن چاروں مرتبے قرآن ہی کو ظاہر کرتے ہیں چنانچہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم صفحہ نمبر ۳۰۸، ۳۰۹ پر رقمطراز ہیں۔

"مگر ہمارے آئمہ سلف ﷺ کے عقیدہ حقہ صادقہ میں یہ چاروں نحو قرآن عظیم کے حقیقی مواطن وجود تحقیقی مجالی شہود ہیں وہی قرآن کہ صفت قدیمہ حضرت عزت عزو جلالہ اور اسکی ذات پاک سے ازلاً ابداً قائم و مستحیل الانفکاک ولا ھو ولا غیر ولا خالق ولا مخلوق ہے یقیناً وہی ہماری زبانوں سے متلو ہمارے کانوں سے مسموع ہمارے اوراق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے الحمدللہ رب العالمین نہ یہ کہ یہ کوئی اور جدا شئے قرآن پر دال ہے نہیں نہیں یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں ان میں حقیقۃً وہی متجلی ہے"۔

مفکر اسلام اسی مضمون کی مزید وضاحت قرآنی آیات اور اقوال ائمہ پیش کرنے کے بعد صفحہ ۳۱۰ پر فرماتے ہیں۔

"اور پر ظاہر کہ اس بارہ میں سب کسوتیں یکساں ہیں جس طرح کاغذ کی رقوم میں وہی قرآن کریم مرقوم ہے اسی طرح فونو میں جب کسی قاری کی قرائت بھری گئی اور اشکال حرفیہ کہ ہوائے دھن پھر ہوائے مجاور میں بنی تھیں اس آلہ میں مرتسم ہوئیں ان میں بھی وہی کلام عظیم مرسوم ہے اور جس طرح زبان قاری سے جو ادا ہوا قرآن ہی تھا یوں ہی اب جو اس آلہ سے ادا ہوگا قرآن ہی ہوگا"۔

مسئلہ اور اس کا حل

مفکر اسلام اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے اس دلچسپ علمی وتحقیقی بحث سے امت مسلمہ کی رہنمائی کیلئے ایک نفیس مسئلے کا شرعی حل بتایا ہے جو سائنسی حوالے سے ماہرین کیلئے دعوت فکر ہے اور مذہبی حوالے سے علماء ومفتیان کیلئے انوکھی تحقیق ہے یعنی فونو سے سجدہ تلاوت ہوتا ہے یا نہیں چنانچہ صفحہ ۳۱۰ پر یوں فرماتے ہیں۔

''رہا یہ کہ پھر اس کے سماع سے سجدہ کیوں نہیں واجب ہوتا جبکہ فونو سے کوئی آیت سجدہ تلاوت کی جائے''۔

اسکا مفصل جواب اردو اور عربی زبان میں پھیلا ہوا ہے چنانچہ صفحہ ۳۱۰ فتاوی رضویہ جلد دہم پر یوں رقمطراز ہیں۔

''اقوال (میں کہتا ہوں) ہاں فقیر نے یہی فتوی دیا ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ آیت نہیں اسکا انکار تو بداہت کا انکار ہے نہ ہماری تحقیق پر اس عذر کی گنجائش ہے کہ وجوب سجدہ کیلئے قاری کا جنس مکلف سے ہونا عند الاکثر وہوا لصحیح اور مذہب اصح پر عاقل بلکہ ایک مذہب مصحح پر بالفعل اہل ہوش سے بھی ہونا درکار ہے''۔

آگے لکھتے ہیں:

''طوطی یا مینا کو آیت سجدہ سکھادی جائے تو اس کے سننے سے سجدہ واجب نہ ہوگا اسی طرح مجنون ایک تصحیح سوتے کی تلاوت سے بھی وجوب نہیں نہ اس پر اگر چہ جاگنے کے بعد اسے اطلاع دے دی جائے کہ تو نے آیت سجدہ پڑھی تھی نہ اس سے سننے والے پر''۔

اس علمی و تحقیقی بحث سے متعلق مفکر اسلام نے فقہ کی درج ذیل کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔

تنویر الابصار	علامہ تمر تاشی.
درمختار	علامہ علاء الدین حصکفی.
ردالمحتار [1]	علامہ ابن عابد ین شامی.
تاتار خانیہ	امام قاضی خان.

نوٹ:...... [1] جدالممتار (حاشیہ شامی) ایک علمی شاہکار ہے عربی زبان میں ۵ جلدوں پر مشتمل ہے اب تک دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ راقم

نور الایضاح علامہ شرنبلانی.

الحلیہ ابو نعیم.

آگے تحریر کرتے ہیں۔

''ہم ثابت کرتے آئے ہیں کہ جو فونو سے سننے میں آئی اسی مکلف عاقل ذی ہوش کی تلاوت ہے نہ کہ اس کی مثال وحکایت۔ پھر آخر یہاں سجدہ نہ واجب ہونیکی کیا وجہ ہے؟

استدلال امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

مفکر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ چونکہ ہر مسئلہ کی گہرائی و گیرائی تک جاتے ہیں اسلئے یہاں پر انکا علمی وفکری اور سائنسی و تحقیقی استدلال تحریر کیا جاتا ہے۔

''اقوال (میں کہتا ہوں) ہاں وجہ ہے اور نہایت موجہ ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکنی گچ کردہ دیوار کے پاس اور کبھی صحرا میں بھی خود اپنی آواز پلٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدا کہتے ہیں ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اس کے سننے سے بھی واجب نہیں ہوتا نہ خود قاری پر نہ سامع اول پر جس نے تلاوت سنکر دوبارہ یہ گونج سنی نہ نئے پر جس نے تلاوت نہ سنی تھی یہ صدا ہی سنی کہ حکم مطلق ہے''۔

فقیہہ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی امتیازی نشان یہ بھی ہے کہ مختلف آئمہ کرام کے اقوال معہ کتب پیش کر کے ان کو ترجیح وتطبیق سے مزین کرتے ہیں پھر آخر میں اپنا قول پیش کرتے ہیں پھر اپنے موقف کی تائید میں حوالہ جات کا انبار لگا دیتے ہیں۔ چنانچہ فتاوی رضویہ جلد دہم صفحہ ۳۱۱ تنویر الابصار، درالمختار اور بحر الرائق کے حوالے دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اب صدا میں علماء مختلف ہیں کہ ہوا اسی تموج اول سے پلٹتی ہے یا گنبد وغیرہ کی ٹھیس سے تموج زائل ہو کر تموج تازہ اس کیفیت سے متکیف ہم تک آتا ہے مواقف و مقاصد اور انکی شروح میں ثانی کو ظاہر بتایا پھر اس ثانی کے بیان میں عبارات مختلف ہیں بعض اس طرف جاتی ہیں کہ پلٹتی وہی ہوا ہے مگر اس میں تموج نیا ہے یہی ظاہر ہے۔

اس کے بعد دیگر آئمہ کی کتب کے حوالے دیتے ہوئے لکھتے ہیں

شرح مواقف وطوالت و سے بعض تصریح کرتی ہیں کہ ہوا ہی دوسری اس کیفیت سے متکیف ہو کر آتی ہے۔ یہ نص مواقف ومقاصد وشرح ہے مطالع الانظار کی عبارت پھر متحمل ہے لہٰذا ہم نے یہ مضمون ایسے الفاظ میں ادا کیا کہ دونوں معنی پیدا کریں۔

اب فقیہ اسلام کی فکری وسائنسی وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔

چنانچہ صفحہ ۳۱۱ پر رقمطراز ہیں۔

''اولاً صدمہ جبل نے اگر ہوائے اول کو روک لیا اسکا تموج دور کر دیا تو دوبارہ اس میں تموج کہاں سے آیا وہ تصادم تو اسکا مسکن ٹھہرا نہ محرک

ثانیا اثر قرع دو تھے تحرک وتشکل جو صدمہ تحرک سے روک دیگا تشکل کب رہنے دیگا جو نقش بر آب بھی نہایت جلد سننے والا ہے کیا ہم نہیں دیکھتے کہ پانی کو جنبش دینے سے جو شکل اس میں پیدا ہوتی ہے اس کے ساکن ہوتے ہی معا جاتی رہتی ہے خود شرح مواقف میں گزرا اذا انتفی انتفی اور جب وہ تشکل جاتا رہا تو اب اگر کسی محرک سے پلٹے گی بھی اشکال حرفیہ کہاں سے لائیگی کہ وہ تحریک غیر ناطق سے ناممکن ہیں تو اس قول ثانی کی صحیح وصاف تعبیر وہی ہے جو مواقف ومقاصد میں فرمائی یعنی مثلاً مقادمت جبل سے یہ ہوا تو رک گئی مگر اسکا دھکا وہاں کی ہوا کو لگا اور اس کے قرع سے اس میں تشکل و تحرک آیا آواز کا ٹھپا Wave form or amplitude

اس میں اتر گیا اور یہ رک گئی کہ نہ اس میں تحرک رہا نہ تشکل

مفکر اسلام منطقیانہ انداز میں مزید بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

ثم اقول (میں کہتا ہوں) شاید قائل کہہ سکے کہ پہلا قول اظہر ہے کہ مصادمت اجسام میں وہی پیش نظر ہے قوت محرکہ جتنی طاقت سے حرکت دیتی ہے پھینکا ہوا جسم اگر راہ میں مانع سے نہیں ملتا اس طاقت کو پورا کر کے رک جاتا ہے اور اگر طاقت باقی ہے اور بیچ میں مقادم مل گیا تصادم واقع ہوتا ہے اور وہ جسم ٹھوکر کھا کر بقیہ طاقت تحریک کے قدر پیچھے لوٹتا ہے یوں اس قوت کو پورا کرتا ہے جیسے گیند بقوت زمین پر مارنے سے مشاہدہ ہے اور جواب دے سکتے ہیں کہ یہ اس حالت میں ہے کہ دونوں جانب سے تصادم ہو۔ ہوا کا لطیف جسم پہاڑ کے صدمہ سے ٹکر کھا کر پلٹنا ضرور نہیں غایت یہ کہ پھیل جائے۔

آگے فرماتے ہیں۔

بہر حال کچھ بھی اتنا یقینی ہے کہ آواز وہی آواز متکلم ہے خواہ پہلی ہی ہوا، اسے لیے ہوئے پلٹ آئی یا اس کے قرع سے آواز کی کاپی دوسری میں اتر گئی اور وہ لائی مگر شرع مطہر نے اسکے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا۔

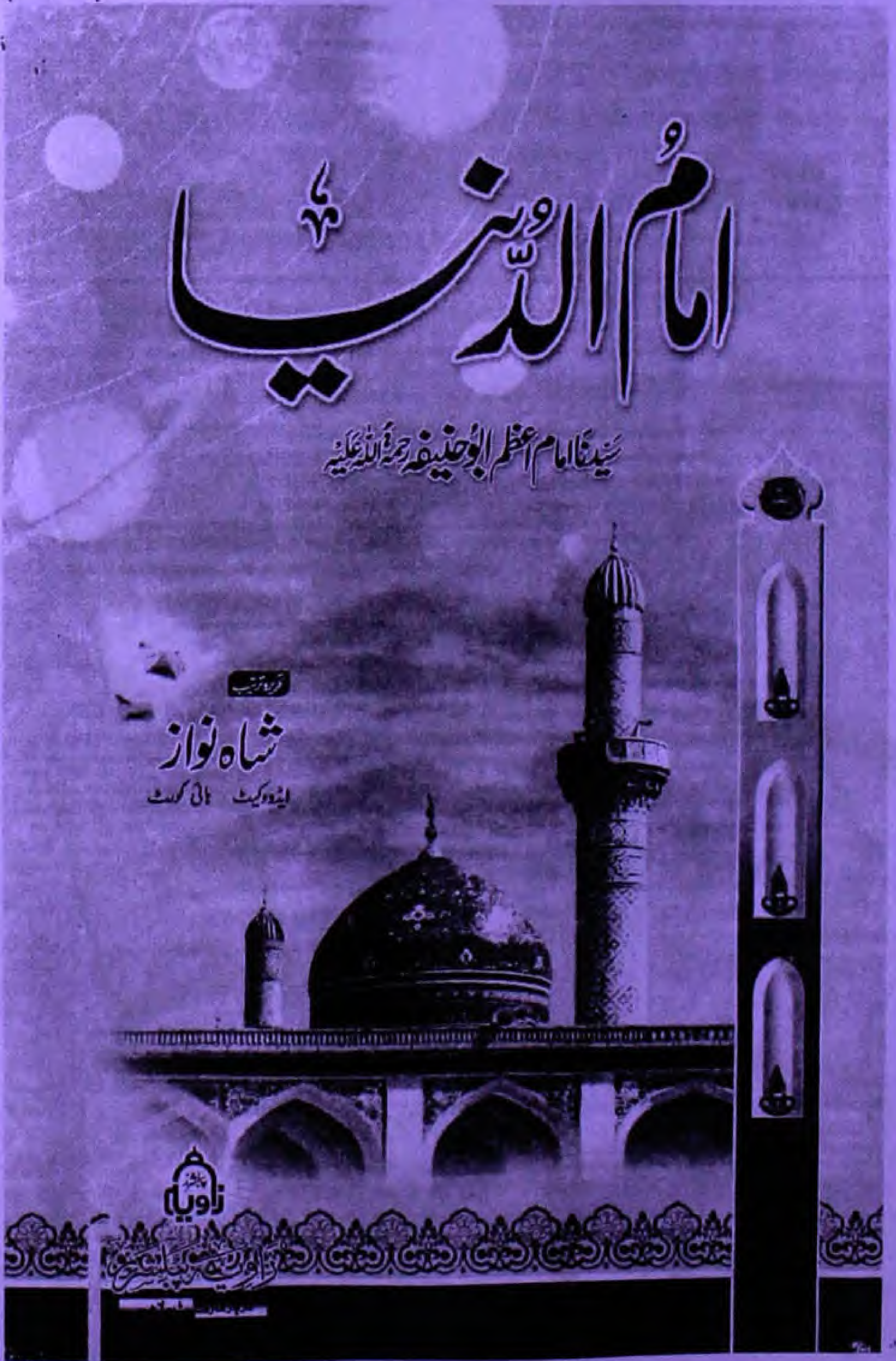
اس مفصل بحث کا نتیجہ یوں نکالتے ہیں۔

"قول ثانی پر یہ کہنا ہوگا کہ سماع میں ایجاب سجدہ کیلئے اسی تموج اول سے وقوع سماع لازم ہے اور قول اول پر یہ قید بڑھانی واجب ہوگی کہ تموج محض اسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریک گلو و زبان تالی نے پیدا کی تھی پلٹنے میں وہ قوت تنہا نہ رہی بلکہ تصادم کی قوت دافعہ بھی شریک ہوگئی۔ غرض کچھ کہیے یہی حکم سماع فونو میں ہوگا"۔

آخر میں فرماتے ہیں:

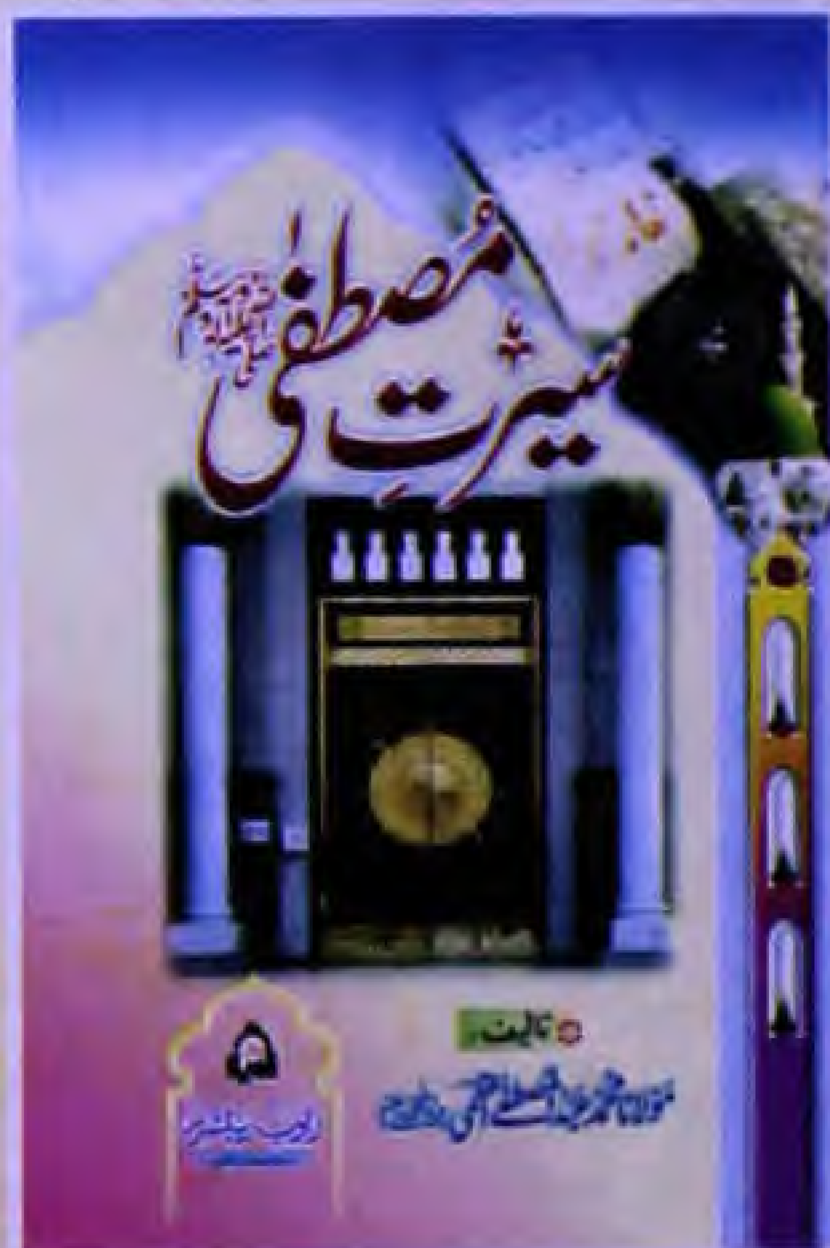
اور مختصر یہ ہے کہ سجدہ سماع اول پر ہے نہ معاد پر اگرچہ خاص اس سامع کی نظر سے مکرر نہ ہو اور شک نہیں کہ سماع صدا سماع معاد ہے اور فونو کی وضع ہی اعادہ سماع کیلئے ہوتی ہے لہٰذا ان سے ایجاب سجدہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔




امام الدنیا
سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
تحریر و ترتیب
شاہ نواز
ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
زاویہ
زاویہ پبلشرز


امہات المومنین


سیرتِ حضرت محمد


سیرتِ مصطفیٰ


قصص الانبیاء


انوار الحدیث


شاہراہِ ہدایت
ترجمہ
کیمیائے سعادت


عجائب القرآن
مع
غرائب القرآن




گلدستۂ خواتین